إرشاد السالكين إلى رياض الصالحين

المعروف بہ

حدیث کے اصلاحی مضامین

جلد چہاردہم

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

سابق صدر مفتی وحال شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

ناشر

مکتبۂ محمودیہ، محمود نگر، ڈابھیل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فہرست کتاب

افتتاحیہ 36

اجنبی اور پرائی عورتوں کو دیکھنے.. 39

اور بے ریش لڑکوں کی طرف نظر کرنے کی حرمت 39

گناہ کے اسباب سے بچنا بھی ضروری ہے 51

گنہگاروں کے ساتھ مشابہت بھی منع ہے 52

ایک بہترین مثال 52

اسبابِ زنا پر پابندی 54

عفت (پاک دامنی) نبیٔ کریم ﷺ کی ایک بنیادی تعلیم 55

آپ ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ 57

سورۂ یوسف کا اہم سبق 58

تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی.. 58

قدرت کسی کی رعایت نہیں کرتی.. 59

ایک عبرت ناک واقعہ.. 59

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسرا واقعہ 61
ماں باپ کی نافرمانی کا وبال ایک عبرت ناک واقعہ 62
اور نالے کے اندر پھینکا........ 63
ایک نوجوان کا قصہ اور حضور اکرم ﷺ کی شفقت 64
صحبت کی لذت سے محروم کر دئے جاؤ گے 65
اللہ تعالیٰ نے کِفل کی مغفرت فرمادی 65
یہ پیغمبرانہ صفت ہے 67
حضرت سلیمان بن یسار (رحمۃ اللہ علیہ) کا عجیب واقعہ 67
ایک نوجوان کا سبق آموز واقعہ........ 69
ایک اور نوجوان کا قصہ 71
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک دامنی........ 73
محرم اور نامحرم عورتیں........ 74
معاشرہ میں پھیلا ہوا ایک بڑا گناہ 75
جن کے شوہر سفر میں ہوں 75

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ چیز پاکیزگی کا ذریعہ ہے 76
بدنظری کی وجہ سے چہرے کا نور ختم ہوجاتاہے 77
بدنگاہی سے بچنا ہی پڑے گا 78
بدنظری کے ساتھ قلب کی اصلاح نہیں ہوسکتی 78
عبادت کی لذت کیوں حاصل نہیں ہوتی؟ 79
بڑا خطرناک روگ 79
اعضاءِ بدن اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں 80
بدنظری کیوں منع ہے؟ 81
آنکھ عجیب وغریب نعمت 83
نگاہِ محبت سے دیکھنے کی فضیلت 83
گھر بیٹھے حج مبرور کا ثواب 84
بدنظری کے حرام ہونے کی ایک مثال سے وضاحت 85
مردوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ 85
... تو کیا حال ہو 87

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گناہوں سے بچنے کا نسخہ 87
زہریلا تیر 88
یہ ایسا تیر ہے جو خود کو پہلے زخمی کرتا ہے 88
کتنا بڑا وعدہ ہے 89
طاعت کی لذت سے محروم 89
گناہ ایک آگ ہے 90
بے چینی سے بچنے کا سستا سودا 90
سالکین کو خاص ہدایت 91
نسبت کی تعریف اور ایک مثال سے اس کی وضاحت 91
نسبت کے ختم ہونے کا ایک سبب 92
بدنگاہی سے دونوں پر لعنت ہوتی ہے 93
لعنت کتنی خطرناک چیز ہے؟ 94
انسان کو دھوکہ دے سکتے ہیں؛ لیکن 94
کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے؟ 95

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک عمدہ مثال 97

تیرا رب گھات میں ہے 97

حضورِ اکرم ﷺ کا عمل 98

اکابرواسلاف کے واقعات وارشادات.. 99

آنکھوں سے زنا ٹپک رہاہوتاہے.. 100

اعلیٰ حضرت رائے پوری (رحمۃ اللہ علیہ) کا واقعہ 101

اور اس پر نگاہ پڑ جائے.. 101

عورت چھپانے کی چیز ہے 102

حضور ﷺ کی حیاء 103

ہماری غیرت کہاں چلی گئی؟ 104

ہر آدمی کے لیےزنا کاحصہ لکھ دیا گیا.. 104

قابلِ تقلید طرزِ عمل 105

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا تقویٰ.. 106

پہلی نظر معاف؛ مگر نقصان سے خالی نہیں.. 107

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مخلوط ملازمت کے بارے میں ایک سوال 108
اور حضرت دامت برکاتہم کا تشفی بخش جواب 108
ایمان کے لیے ٹی بی 109
مزہ کی بنیاد عادت پر ہے 109
یہ بھی ایک مزہ ہے 110
توزندگی بھر دودھ نہیں چھوٹے گا 111
نفس بھی بچہ کی طرح ہے 112
کنٹرول آسان ہو جائے گا 112
روزانہ صبح میں اُٹھنا کیا آسان کام ہے؟ 113
مصیبت کیوں سر لیتی ہے؟ 114
آخر کوئی مزہ تو آتا ہو گا 114
ہرانسان کے لیے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے 115
مؤفّق مِنَ اللہ ہی بچ سکتے ہیں 117
ان اعضاء کا زنا کب معاف ہو گا؟ 118

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سرِراہ بیٹھنے کی اجازت نہیں 119

ایک اشکال اوراس کاجواب 120

راستہ کاحق اداکرو 121

ایسی بیٹھکوں کاحق یہ ہے 122

اچانک کی نظر کا حکم 123

ورنہ دل کاروگ بڑھتاہی رہے گا 124

حلال طریقہ سے ضرورت پوری کیجئے 124

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عملی نمونہ 125

جسمانی وروحانی بربادی 126

نظر کی حفاظت عورتوں کے لیے بھی ضروری 126

ایک دوسرے کے ستر کونہ دیکھو؛اورایک ہی چادرمیں نہ لیٹو 127

اجنبیہ کے ساتھ تنہائی اختیارکرنا حرام ہے 130

یہ چیزدلوں کو پاک رکھنے والی ہے 130

دیورتو موت ہے 131

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جنید ورابعہ بھی تنہائی اختیار نہ کریں 132
گھر کا بھیدی لنکاڈھائے 134
ہماری جہالت،معاشرہ کی ہلاکت 134
کوئی کسی نامحرم سے تنہائی میں نہ ملے 135
اللہ کی راہ میں نکلنے والوں کی بیویوں کی حرمت 136
مردوں کا عورتوں کے ساتھ اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ 138
لباس، حرکت و سکون اور دوسری تمام چیزوں میں مشابہت اختیار کرناحرام ہے 138
ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتاہے،اور ایک باطن 138
ہر جنس کے مقاصد وفوائدالگ الگ 139
اس کالحاظ دنیوی چیزوں میں بھی کیاجاتاہے 140
مشابہت اختیارکرنے والے مردوعورت پرلعنت 141
عجیب وغریب دھوکہ 142
قابلِ لعنت مردوعورت 143
جہنمیوں کی دوقسمیں 144

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کپڑا پہنے ہوئے ہونے کے باوجود ننگی 145
بختی اونٹوں کے کوہان 149
شیطان اور کفار کے ساتھ تشبہ اختیار کرنے کی ممانعت 150
بائیں ہاتھ سے کھانا شیطان کے ساتھ مشابہت ہے 151
غیروں کی مخالفت کا حکم 152
مرد ہو یا عورت؛ سیاہ خضاب کرنے کی ممانعت 154
سرخ سیاہی مائل رنگ کی مہندی کا حکم 155
کالی مہندی کا مسئلہ 156
ہیر ڈائی کا حکم، عورتیں متوجہ ہوں 156
"قزع" کی ممانعت کا بیان 158
بال کاٹنے کی اجازت صرف مَردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں 158
"قزع" کا مطلب 158
بچوں کے بالوں کی تراش خراش کی ذمہ داری والدین کی ہے 159
پورے سر کے بال مونڈے جاسکتے ہیں 160

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) کے حالات 161
عورت سر کے بال نہ منڈوائے 163
بالوں کے ساتھ دوسروں کے بالوں کو جوڑنا، 165
گوندنالگوانا، دانتوں کو نوکیلابنانا 165
اللہ تعالیٰ کی خِلقَت کوبدلناشیطانی فریب ہے 165
بالوں کوجوڑنے والی اورجُڑوانے والیپر لعنت 167
بالوں میں بال جوڑنے کی وجہ سے بنواسرائیل ہلاک ہوئے 169
علماءِ کرام کی ذمہ داری 170
گوندنالگانے والی اورلگوانے والی پر لعنت 170
مَیں ان پر لعنت کیوں نہ کروں ؟ 172
ڈاڑھی اورسرمیں جو سفیدبال ہوتے ہیں ان کو اُکھاڑنے کی ممانعت 175
اوربے ریش لڑکے کا اپنی ڈاڑھی پر آنے والے اِکاّدُکاّبال کے اُکھاڑنے کی ممانعت 175
ایساکام مردودہے 176
داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے اورشرم گاہ کو بلاعذر دائیں ہاتھ سے چھونے کی کراہت 177

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بلاعذر کے ایک جوتا،ایک موزہ پہن کر چلنا، 179

یابلاعذر جوتے اور موزے کو کھڑے کھڑے پہنناناپسندیدہ ہے.................................. 179

سوتے وقت (یاجب ہم پورے طورپر نگرانی کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں)........................ 182

آگ کو جلتا چھوڑے رکھنامنع ہےچاہےوہ چراغ کی شکل میں ہویااورکسی شکل میں ہو 182

احتیاطی تدابیر کی تاکید.. 183

جب سونے لگوتوآگ کو جلتا نہ چھوڑو.. 184

آگ تمہاری دشمن ہے 185

النَّارُ عَدُوٌّ، لَایَرْحَمُ.. 186

بہ غایتِ شفقت نبوی ہدایات... 186

سال بھر کی کسی ایک رات میں بلائیں اُترتی ہیں... 188

مغرب کے وقت بچوں کوگھروں میں لے لو 188

شیطانی تہذیب سے بچنے کی راہ؛اسلامی تعلیم وتربیت.. 189

جان،مال کی حفاظت کاآسان نسخہ.. 190

دوواقعات.. 191

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھروں میں اس بات کا ماحول بناؤ 192

تکلّف کی ممانعت کا بیان.. 193

حضراتِ صحابہ کی شان.. 194

مَیں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں 195

تکلّف وبناوٹ سے منع کیا گیا 195

اگر قناعت ہوتی تو مجھے اپنا لوٹا بیچنا نہ پڑتا 197

لاعلمی کا اظہار کردینا علم کا تقاضہ ہے 197

مفتی کے لیے پہلا ادب.. 198

حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا لاعلمی ظاہر کرنا 199

حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول.. 200

مرنے والے کے اوپر رونا چلّانا، گالوں کو طمانچے مارنا،.. 201

گریبان پھاڑنا، بالوں کو نوچنا، بالوں کو منڈانا 201

اور کسی کی موت پر اپنے لیے ہلاکت وموت کی بددعا کرنا حرام ہے 201

نوحہ کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے.. 202

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک اشکال 203
پہلا جواب 203
دوسرا مطلب 205
تیسرا مطلب 206
چوتھا مطلب 206
روایتِ مذکورہ بالا کا مطلب 207
وہ ہم میں سے نہیں 209
مَیں اس سے بری ہوں 209
انہیں کرتوتوں کی وجہ سے عذاب ہوگا 211
ہم نوحہ نہ کریں گی 212
فرشتے کہتے ہیں: تو ایسا ہے؟ 213
روایت کے سبق 214
نوحہ کے جملوں کے مطلب 215
آنسو اور غم سببِ عذاب نہیں 215

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تارکول کا لباس اور خارش کا کرتہ 218
عورتوں سے بوقتِ بیعت چند کلمات 219
کیا تو ایسا ہی تھا؟ 220
دو بڑے گناہ 221
کاہنوں کا اپنا کاروبار چلانے کا نظام 222
کائنات کا نظام 224
نجومیوں کے بے بنیاد دعوے 225
عرّاف اور عامل 226
ہمارا معاملہ عجیب ہو گیا ہے 227
کہانت کی حقیقت 228
"لَيْسُوا بِشَيْءٍ" کا مطلب 230
اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی 231
عِيَافه، طِيَرَه، طَرْق 232
علمِ نجوم سیکھنا جادو سیکھنا ہے 234

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک صحابی کے سوالات اورآپ ﷺ کے جوابات 236

"حُلْوَانُ الکاھِن" کا مطلب اور حکم 238

بدشگونی کی ممانعت 239

پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی؟ 240

نیک فالی پسندیدہ ہے.. 241

اگرکسی چیزمیں نحوست ہوتی.. 242

آدمی کی خوش بختی کی تین علامتیں 244

حضوراکرم ﷺ بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے 244

وسوسے دورکرنے کی دعا 245

کسی جاندار کی تصویر بنانے کی حرمت اورتصویرکوختم کرنے کا حکم 247

قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب 248

ہرتصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا 250

اس سے بڑا ظالم کون ہوگا.. 252

ایسی جگہ فرشتے داخل نہیں ہوتے.. 253

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جس گھر میں کتا یا تصویر ہو 254
حضورِاکرم ﷺ کا خاص مشن 257
کتے کو پالنے کا حرام ہونا، سوائے یہ کہ 258
اعمال کے اجروثواب میں روزانہ کمی ہوگی 258
ثواب میں کمی کیوں آتی ہے ؟ 261
اونٹ یا دوسرے جانوروں کی گردن میں گھنٹی لٹکانے کی ممانعت 263
اور سفر میں کتے،یا گھنٹی لگے ہوئے جانور کو اپنے ساتھ رکھنے کی ممانعت 263
گھنٹی شیطان کی بنسری ہے 264
نجاست کھانے کے عادی جانور پر سواری کی کراہت 265
مسجد میں تھوکنا گناہ ہے 267
حضوراکرم ﷺ نے خوداہتمام فرمایا 269
مسجدیں گندگی کے لیے نہیں بنائی گئیں 270
سوال،دعاء،اور عمل 270
مسجد میں جھگڑنا، خرید فروخت کرنا؛ناپسندیدہ ا ور ممنوع ہے 273

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرشتے کا غصہ 274
مسجدیں اس لیے نہیں بنائی گئی ہیں 275
تیرا اونٹ تجھے نہ ملے 277
مسجد میں حمد ونعتیہ اشعار پڑھنا 277
مَیں تمہیں سزا دیتا 279
جس نے لہسن کھایا ہو 281
بیڑی، سگریٹ کا بھی یہی حکم ہے 282
منہ میں بدبو ہوتے ہوئے دینی مجمعوں میں نہ جائے 284
ایسا آدمی ہم سے الگ رہے 285
مسجد سے نکلوا دیتے 285
جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو، اس وقت گوٹ لگا کر بیٹھنا منع ہے؛ 287
جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے ناخن اور بال نہ کٹوائے، 289
مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان 291
غیر اللہ کی قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہے 292

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ ہم میں سے نہیں 294
جو یہ کہے: میں اسلام سے بری ہوں 295
جو غیر اللہ کی قسم کھائے 297
جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانابڑا سخت گناہ ہے 299
چاہے پیلو کی ایک لکڑی ہی کیوں نہ ہو 301
یمینِ غموس 302
جس کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی ہے؛اس کو کر لو 306
جو کام بہتر ہے وہ کر لے 306
میں جس کام میں بھلائی دیکھتاہوں اس کو کرلیتاہوں 307
اللہ کے نزدیک زیادہ گناہ کی بات 309
یمینِ لغو معاف ہے،اس میں کوئی کفارہ نہیں 311
قَسم کے کفارہ میں تین چیزیں ہیں 312
یمینِ لغو 313
خرید و فروخت میں قسم کھانے کی ممانعت؛ چاہے سچی ہو 315

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ کاواسطہ دے کر جنت کے علاوہ کسی چیز کا سوال کرنا ناپسندیدہ ہے، 317
اور جس سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کرسوال کیا گیا اس کا سوال کو رَد کردینا بھی ناپسندیدہ ہے 317
اگر احسان کابدلہ چکانے کی قدرت نہ ہوتو؟ 318
حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کادائمی معمول 321
جو القاب حق تعالیٰ کے لیے خاص ہیں ان سے کسی بھی آدمی کو ملقب کرنا حرام ہے 322
ذلیل ترین نام 322
سماج میں رائج ایک خرابی 324
"میرے آقا" کہہ کرپکارنے کی ممانعت 325
بخارکو براابھلاکہنے کی کراہت وممانعت 327
ہَواکو براابھلاکہنے کی ممانعت 329
اور جب ہَواچلے تو اس وقت کیا پڑھناچاہیے؟ 329
ہَوا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے 330
جب تیزہَواچلے اس وقت یہ دعا پڑھے 330
مرغ کو براابھلاکہنے کی ممانعت 332

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کسی انسان کا یہ کہنا کہ فلاں ستارہ اور نچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی، یہ ممنوع ہے 334
شرکیہ عقیدہ 334
کسی مسلمان کو ”اے کافر“ کہہ کر پکارنا حرام ہے 337
ورنہ وہ بول کہنے والے کی طرف لوٹیں گے 338
نقصان کہنے والے ہی کو بھگتنا پڑے گا 339
ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا 340
بے حیائی اور بدزبانی کی ممانعت 341
مؤمن ایسا نہیں ہوتا 341
شرم وحیاء خوبی پیدا کر دیتی ہے 343
اپنی بات میں فصیح و بلیغ جملے بہ تکلف بولنے کا اہتمام کرنے کی ممانعت 344
ایک لطیفہ 345
”مُتَنَطِّعِ“ ہلاک ہوئے 345
ٹی وی اور ڈرامے دیکھنے کی نحوست 346
اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو ناپسند کرتے ہیں 347

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دربارِ نبوت میں محبوب ترین کون؛اور مبغوض ترین کون؟ 347
باَب كراهة قوله:خَبُثَتْ نَفْسی 349
تعبیر کے دوانداز 349
یہودیوں کی شرارتیں 351
انگور کو کرم کانام دینے کی ممانعت 353
کرم مؤمن کا دل ہے 354
کسی مرد کے سامنے کسی عورت کے اوصاف اور خوبیوں کو بغیر شرعی حاجت کے بیان کرنے کی ممانعت 356
یہ حرکت حرام کاری تک پہنچادیتی ہے 357
دعاکو مشیتِ الٰہی کے ساتھ مقید نہ کرے بلکہ پختگی سے مانگے 359
”اللہ تعالیٰ نے چاہااور فلاں نے بھی چاہا“کہنا ناپسندیدہ ہے 363
عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کی ممانعت 365
بعض باتیں جائز بھی ہیں 366
عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد بات چیت کرناناپسندیدہ ہے 367
عشاء کے بعد باتیں کرنے سے ممانعت کی وجہ 368

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

راتوں کے جلسوں میں غلو 368

نبیٔ کریم ﷺ کی ایک پیشین گوئی 369

آدھی رات کی تقریر 370

موضوعِ بحث نہیں بنانا چاہیے 371

روایت کے اسباق 372

جب شوہر کی طرف سے بیوی سے بستر پر آنے کا مطالبہ ہو، 373

تو اس کے لیے کسی عذرِ شرعی کے بغیر انکار کرنا حرام ہے 373

فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں 374

نکاح کا فلسفہ 375

روٹی جل جائے تو جلنے دو 376

میاں بیوی کو تاکید 376

شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے نفل روزہ کی ممانعت 379

شوہر کے حقوق کی بے مثال تعلیمات 379

مقتدی کا امام سے پہلے رکوع وسجدہ سے سر اُٹھانا منع ہے 381

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہایت سخت وعید 381

عبرت آموز واقعہ 382

نماز کی حالت میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی کراہت 383

ممانعت کی وجوہات 383

کھانا موجود ہو اور طبیعت اس کی طرف مائل ہو، 385

یا پیشاب پاخانہ کا تقاضہ ہو رہا ہو؛ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے 385

پھر اطمینان سے نماز پڑھیں گے 385

کھانا نماز بنے 386

کن صورتوں میں کھانا پہلے،اور کن صورتوں میں نماز پہلے 387

قضائے حاجت کے وقت کے احکام کی تفصیل 388

نماز میں نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھانے کی ممانعت 390

نماز کی حالت میں بغیر عذر کے اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے 391

شیطان کا نماز میں سے اُچک لینا 392

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ہلاکت ہے 393

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قبر سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھنے کی ممانعت 394
سُترہ کے متعلق مسئلہ کی وضاحت 394
قبروں کی طرف چہرہ کرکے نماز مت پڑھو 395
نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت 397
بڑی اور چھوٹی مسجد کی تحدید اور حکم 398
سامنے سے گزرنے والا گنہگار یا نمازی؟ 399
جماعت کھڑی ہوچکنے کے بعد مسجد ہی میں سنتیں یا نوافل پڑھنا مکروہ ہے 401
جمعہ کے دن خصوصیت سے روزہ رکھنا 403
اور شبِ جمعہ میں خصوصیت سے عبادت کرنا مکروہ ہے 403
آگے پیچھے ایک روزہ ملا لیا کرے 404
صومِ وصال کی حرمت کا بیان 406
میرا معاملہ تمہاری طرح نہیں ہے 407
قبر کے اوپر بیٹھنے کی ممانعت 409
قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر (قبہ، کمرہ وغیرہ) تعمیر کرنے کی ممانعت 411

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

غلام کا اپنے آقا کے یہاں سے بھاگ جانا سخت حرام ہے 412
کفر سے مراد کیا ہے؟ 412
شریعت کی مقرر کی ہوئی سزاؤں کے متعلق سفارش حرام ہے.................................. 414
حدودِ اربعہ.. 414
حدود کے سلسلہ میں سفارش کرنا جائز نہیں...................................... 415
ایک شکل میں سفارش کی اجازت ہے 416
قرآنی آیت.. 417
اس معاملہ میں تم سفارش کرتے ہو؟... 417
حضور ﷺ کے چہیتے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قصہ 420
مشہور قیافہ شناس کی گواہی 422
میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں 423
تحقیر؛ فتنہ میں مبتلا کرتی ہے 423
”قانون کی نگاہوں میں سب برابر ہیں“ کا مطلب 424

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لوگوں کے راستے میں یالوگ جہاں سایہ حاصل کرتے ہوں یاپانی کی جگہوں پر پیشاب پاخانہ کرنے کی ممانعت
426 ....

لعنت والے دوکام 427

ایک اورمسئلہ 428

ٹھہرے ہوئےپانی میں پیشاب وغیرہ کرنے کی ممانعت.. 429

باپ کااپنی اولادمیں سے کسی کوبخشش اورہدیے کے معاملہ میں ترجیح اورفضیلت دینا 430

واقعۂروایت کا پس منظر 432

روایت سے مستنبط مسئلہ اورحکم.. 434

ہمارےمعاشرہ کارواج 435

اولاد کویکساں نہ دینے کے نقصانات 435

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے والوں کے لیے ہدایات 437

مخصوص حالات میں کمی بیشی کی اجازت ہے۔۔فطری کمزوری.. 438

دینی مشغولیت.. 439

دلی چاہت اوررائے 440

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ سوچ بالکل ہی غلط ہے 441
سوچو؛کس کی ماننی چاہیے! 441
کون سی کمائی عمدہ ہے! 442
خلاصۂ کلام 443
کسی عورت کا کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا 444
(ترکِ زینت کرنا)حرام ہے،سوائے شوہر کے؛ 444
شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن (ترک زینت کرکے) سوگ منانے کی اجازت ہے 444
سوگ منانے میں ہمارے معاشرہ کا طرز 445
تعزیت بھی تین دن تک ہی ہوسکتی ہے 446
حضرات اُمہات المؤمنین کا طرزِ عمل 447
روایت کے اسباق 448
یہی جذبہ مطلوب ہے 450
شہر کے رہنے والے کا دیہاتی کے لیے فروختگی کا معاملہ کرنا اور 451
جو قافلے مال لے کر شہر میں بیچنے کے لیے آرہے ہوں ان سے شہر سے باہر بالاہی بالا سودا کرلینا 451

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اوراپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنا 451
اور کسی کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح دینااان سب باتوں کی ممانعت 451
”غُرَر“اور ”ضَرَر“ 454
پھر توحرج نہیں 455
ایجنٹ اور دلال نہ بنے 456
کسی بھی طرح نقصان پہنچانے سے منع فرمایا 457
”رِنگ (Ring) بنانا“کیساہے؟ 458
بھاؤبڑھانے کی دو شکلیں 460
اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے 460
اپنےبھائی کے بھاؤپر بھاؤ نہ کرے 461
ہاں !اس کی اجازت ہے 462
خریدنے پر خریدنا بھی ممنوع ہے 462
پیغامِ نکاح پر پیغام دینے کی شکلیں 463
طلاق کا مطالبہ نہ کرے 464

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کے لیے وہی ہے جو اس کی قسمت میں لکھا ہے 465
یہ بھی دھوکہ کی ایک شکل ہے 465
اگر وہ خود اجازت دے تو 466
شریعت نے جہاں مال خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے وہاں مال خرچ کر کے ضائع کرنے کی ممانعت 468
وضو کے پانی میں بھی اسراف کا گناہ ہے 469
تمام فقہاء نے بالاتفاق حرام لکھا ہے 469
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ 470
اپنی چیز بھی سلیقہ سے استعمال کریں 471
بائیک پر دو سے زیادہ سواری منع ہے 472
پسندیدہ اور ناپسندیدہ تین باتیں 473
حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) کا خط 474
کسی مسلمان کی طرف ہتھیار یا اس جیسی کسی چیز سے اشارہ کرنے کی ممانعت 476
چاہے وہ واقعۃً ہو یا مذاق میں ہی ہو، 476
اور کھلی ہوئی تلوار کسی کو دینے کی ممانعت 476

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چھڑوادے 477
کھلی ہوئی تلوار دینا منع ہے 478
اذان ہوجانے کے بعد مسجد سے نکلنا منع ہے؛ مگر یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو 480
کوئی خوشبودار چیز (پھول وغیرہ) کوئی آدمی دے تو بلا وجہ اس کو نہ لینا ممنوع ومکروہ ہے 482
کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنے کی کچھ شرائط کے ساتھ ممانعت 484
اس کی پشت ہی کاٹ دی 484
کسی کی تعریف کرنے کے متعلق معتدل تعلیمات 485
اس کے چہرہ پر مٹی ڈالو 487
علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) کا تجزیہ 488
دلال اور گھوڑا 490
معتدل بات 491
جن کو ہر دورازے سے پکارا جائے گا 491
شیطان بھی راستہ بدل لیتا ہے 493
تعریف کے مقاصد الگ ہوتے ہیں 495

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جہاں وبائی بیماری پھیلی ہوئی ہو وہاں سے نکل بھاگنا یا وہاں جانا مکروہ ہے.................................. 496

تم جہاں کہیں بھی ہوگے، موت تم کو پکڑلے گی 496

ایک عبرتناک واقعہ 497

اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو 499

دَورِ فاروقی کا ایک واقعہ 502

مہاجرین اولین 507

طاعون.. 508

مناقبِ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ) 509

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا الہامی جواب 510

تقدیر اور تدبیر 510

”اگر مگر“ شیطان کا دروازہ کھول دیتا ہے.. 512

طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے کی تین صورتیں 514

طاعون زدہ علاقہ کے متعلق حکم.. 515

جادو کے سخت حرام ہونے کا بیان 516

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جادو کی حقیقت 516
شیاطین سے زیادہ احمق دوسری کوئی قوم نہیں 519
جادو سیکھنا سکھانا کفر ہے 520
جادو کے متعلق اسلامی حکم 521
ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے بچو 522
جادو میں شعائر اللہ کی توہین کرنی پڑتی ہے 522
کیا قتل حلال بھی ہے؟ 523
پاک دامن پر تہمت لگانا 524
کفار کی سرزمین میں قرآنِ کریم لے کر جانے کا حکم 525
سونے چاندی کے برتن کو کھانے پینے 526
اور پاکی میں استعمال میں لینا حرام ہے 526
کافروں کے لیے دنیا میں اور ہمارے لیے آخرت میں 527
سر پھوٹ جاتا 528
برتن بدل دو 529

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زعفران سے رنگا ہوا کپڑا مرد کے لیے پہننا حرام ہے 530
یہ کافروں کا لباس ہے 530
دن بھر خاموش رہنے کی ممانعت.. 532
عبادت سمجھ کر خاموش رہنا جائز نہیں.. 533
آدمی کا خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا.. 535
اور غلام کا اپنے آزاد کرنے والے آقا کے علاوہ.. 535
کسی دوسرے کی طرف آزاد کرنے والا ہونے کی نسبت کرنا حرام ہے 535
حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کا واقعہ 536
موجودہ دَور کا غلط دستور 539
اس نے کفر کیا 540
اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت.. 540
حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس مخصوص علم تھا؟.. 542
کیا حرم مدینہ کا حکم حرم مکہ جیسا ہی ہے؟.. 543
جسے کسی کی طرف سے بھی امان دیا گیا 544

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ سراسر خیانت ہے 545
سخت وعید 545
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جن کاموں سے منع کیا ہے 547
ان کا ارتکاب کرنے سے ڈرانے کا بیان 547
ارشاداتِ ربّانی 547
اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے 548
قرآنی آیات 549
گناہ کی تلافی 551

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افتتاحیہ

کوئی بھی تربیتی کورس تب تک نامکمل ماناجاتاہے جب تک اس میں کی جانے والی اشیاء کے ساتھ ساتھ نہ کرنے کی چیزیں بھی نہ بتادی جائیں،ڈاکٹر جیسے مریض کو دوابتاتاہے،پرہیز بھی بتاتا ہے اور پرہیز کی اہمیت یہ ہے کہ وہ ہر دواکی جڑہے،الحمية رأس كل دواء۔

یہ ممکن ہے کہ انسان دوااستعمال نہ کرے لیکن پرہیز مکمل کرے اوروہ اچھاہو جائے، لیکن یہ (اسباب کے درجے میں) کبھی نہیں ہو سکتا کہ پرہیز ذرا بھی نہ کرے،دوااستعمال کرتا رہے اوروہ اچھاہو جائے۔

انسان کو ایک مکمل انسان بنانے کے لیے جہاں خالق ومالک تعالیٰ نے کرنے کے امور بتائے،وہیں نہ کرنے کی چیزوں کی بھی رہبری فرمادی۔اس جلد کے مضامین اسی موضوع پر ہیں،اس لیے اس جلد کو آپ ’’ممنوعات ومنہیات کا انسائیکلوپیڈیا‘‘ بھی کہہ سکتے ہیں ۔

امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ترتیب قائم فرماکر سرخیاں لگائی ہیں، آیات و روایات کا کیا حسین گل دستہ ہے، بعض ممنوعات ایسے ہیں کہ وہ خالص انسان ہی کی حفاظت یا اس کی سہولت وراحت کی خاطر ہیں۔مثلاً:رات کو گھر میں آگ جلتی چھوڑنے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا کہ یہی چیز گھر میں آگ لگنے کا سبب بن سکتی ہے۔ایک پیر میں چپل اورایک ننگا؛ایسے چلنے سے منع فرمایا،کیوں کہ اس میں جہاں بے وقاری ہے،وہیں بیلنس کھوکر گرنے کا بھی اندیشہ ہے۔کہانت کی ممانعت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرماکر مخلوق کے مال کے ایک بڑے حصہ کو ضائع ہونے سے بچالیا۔ بد شگونی: توہمات کا باب واکرنے والی چیز ہے، اس سے روک دیا۔

الفاظ کا استعمال بہت نپا تلا ہونا چاہیے، یہ نہیں کہ کچھ بھی بول دیا۔ جی برا ہو رہا ہو تو بجائے 'خَبُثَتْ نَفْسِيْ' کے 'لَقِسَتْ نَفْسِيْ' کہنا چاہیے۔ انگور کے لیے عربی میں لفظ 'کرم' کے استعمال سے منع فرمایا، ارشاد ہوا کہ انگور کہاں سے 'کرم' ہو گیا؟ 'کرم'۔ تو مؤمن کا قلب ہے۔

یہ جملہ لاابالی پن اور غفلت کی غمازی کرتا ہے کہ 'میں قرآن بھول گیا' ہمارے مؤدب و مہذب نبی ﷺ نے یہ تہذیب وادب سکھایا کہ یوں کہو 'قرآن بھلادیا گیا'

اس میں کتنے اعلیٰ درجے کی نفاست ہے کہ انسان کھاتے وقت وہ ہاتھ استعمال نہ کرے جس سے غلاظت ونجاست دور کرتا ہے، یا غلاظت ونجاست دور کرنے میں وہ ہاتھ استعمال نہ کرے جو کھانے پینے کے لیے ہے کہ عین کھانے اور پینے کے وقت اگر اس گندی حالت کا تصور آگیا تو انسان کا کھانا پینا مشکل ہو جائے گا۔

بعض ممنوعات ایسے ہیں جو دوسروں کی خاطر رکھے گئے ہیں، مثلاً: کسی ایک بچے کے ساتھ دادودہش میں ترجیحی معاملہ کرنا کہ یہ دوسرے بچوں کے لیے تکلیف وپریشانی کا باعث ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بعض چیزیں انسان کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کی خاطر منع کر دی گئیں، مثلاً: تصویر سازی۔ ذی روح کی تصویر سازی پر شدید وعیدیں اور اظہار ناراضگی فرمایا گیا کہ یہ چیز انجام کار شرک وبت پرستی کی راہ ہموار کرتی ہے۔

غرضیکہ جتنے بھی ممنوعات ہیں؛ اگر عقل سلیم کی روشنی میں ذرا سا غور وفکر کیا جائے گا تو وہاں انسانوں ہی کا کوئی نہ کوئی بہت بڑا (دینی یا دنیوی) فائدہ، یا ان کی کسی بہت بڑے (دینی یا دنیوی) نقصان سے حفاظت کا پہلو کسی نہ کسی زاویے سے نظر آئے گا۔ اور کیوں نہ ہو کہ آخر آنحضور سرورِ دوعالم ﷺ کی ذات والاصفات کو ربُّ العالمین نے رحمۃ للعالمین بنا کر جو بھیجا تھا۔ اب تو یہ ہے کہ "مَنْ عَمِلَ صَالِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ أَسَآءَ فَعَلَيْهَا" جو عمل کرے گا وہ نفع میں رہے گا، اور جو عمل نہ کرے گا وہ نقصان اُٹھائے گا۔

اس سب کے باوجود ہم آخر ہیں تو بندے ہی، لہٰذا کسی حکم کی کوئی حکمت ومصلحت ہمیں معلوم نہ بھی ہو تب بھی ہم اس پر عمل تو جی جان سے ہی کریں گے کہ اگر حکمت ومصلحت ہی تلاش کرتے رہے تو وہ بندگی ہی کیا ہوئی؟

ابوزاہر

۱۱/۱۱/۱۴۳۶ھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تحریم النظر إلَی المَرأۃ الأجنبیۃ

والأمرد الحسن لغیر حاجۃ شرعیۃ

اجنبی اور پرائی عورتوں کو دیکھنے

اور بے ریش لڑکوں کی طرف نظر کرنے کی حرمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

"**نگاہ وشرمگاہ کی حفاظت** "والا مضمون آج سے تقریباً دس سال قبل درسِ ریاض الصالحین میں حضرت اقدس دام مجدہم نے بیان فرمایا تھا، اس کی افادیت کے شدید احساس کے پیشِ نظر اسے اسی وقت رسالہ کی شکل میں شائع کر دیا گیا تھا، اسی موقعہ پر اس کے لیے ایک افتتاحیہ بھی لکھا تھا۔ اب یہ مضمون جب ترتیب کے مطابق "حدیث کے اصلاحی مضامین "(جلد:۱۴) کی زینت بننے جارہا ہے؛ تو اس افتتاحیہ کا اعادہ بھی کچھ مضر نہیں، ان شاء اللہ۔ ھوٰذا... (ابوزاہر)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قرآنی اور نبوی تعلیمات سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا شخص بھی اس بات سے ناواقف نہیں ہو گا کہ خالق کائنات اور محسن انسانیت ﷺ کی نگاہ میں نگاہوں کی پاکیزگی اور شرم گاہ کی حفاظت کی کتنی زیادہ اہمیت ہے، اور نگاہوں کی پاکیزگی بھی دراصل شرم گاہ کی حفاظت کے لیے ہی مطلوب ہے، تو اصل مقصد تو حفاظتِ فرج ہی ہے۔ سورۂ مومنون میں فلاح یاب مؤمنین کی صفات کے منجملہ فرمایا:﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ ﴾"اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں " سورۂ احزاب میں ان حضرات کی فہرست میں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کیا ہے ان مردوں اور عورتوں کو بھی نمبر دیا گیا ہے جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا اہتمام کرتے ہیں ۔ سورۂ معارج میں ارشادِ ربانی ہے:﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝۲۰ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝۲۱ ﴾" اس میں شک نہیں کہ انسان بڑا بے صبرا واقع ہوا ہے، اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو دھم پچھاڑے کرتا ہے، اور اگر حالات سازگار ہو جائیں تو کنجوس بن جاتا ہے۔" البتہ وہ لوگ اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں جن میں یہ صفات ہیں، یہاں بھی منجملہ اور صفات کے حفاظتِ فرج کو شمار کیا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں مواقع میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ تینوں جگہ جملہ اسمیہ استعمال ہوا ہے جس میں عربیت کے قواعد کی رو سے استمرار اور دوام ہوتا ہے، حاصل یہ نکلا کہ یہ صفت ان کی وقتی نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے؛ بلکہ دوامی ہے، یعنی اِکّا دُکّا کبھی کبھار کوئی شخص شرم گاہ کے گناہ سے بچ جائے تو یہ کوئی بات نہیں ہوئی، بات تو تب ہے جبکہ آدمی ہمیشہ بچے۔

اوپر جن تین آیتوں کا ترجمہ یا مفہوم پیش کیا گیا، ان میں سے اول و آخر آیت میں اپنی بیویوں اور باندیوں کا استثناء کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بیویوں اور باندیوں کے معاملہ میں کوئی پابندی اور روک ٹوک نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ بھی در حقیقت حفاظتِ فروج میں معین و مددگار بننے والی ہیں۔ گھر میں بھوک مٹ جائے تو باہر مارا مارا کیوں پھرے؟

حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے: اگر کسی اجنبیہ پر اچانک نظر پڑ جانے سے دل میں داعیہ پیدا ہو جائے تو گھر آکر اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہو جائے، چاہے وہ تنور پر ہو (باورچی خانہ میں کتنے ہی اہم کام میں مشغول ہو) کیوں کہ اُس کے پاس وہی ہے جو اِس کے پاس تھا۔ یہ بھی تاکید فرمائی گئی کہ لڑکا لڑکی جب شادی کے لائق ہو جائیں تو پھر شادی میں بلا کسی معقول عذر کے تاخیر نہیں کرنی چاہیے، اگر دیر کی اور وہ گناہ میں مبتلا ہوئے تو ماں باپ بھی گنہگار ہوں گے۔ اگر کوئی شخص تصحیحِ نیت کے اہتمام کے ساتھ صحبت کرے تو اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس پر حیرت کا اظہار کیا تو ارشاد فرمایا کہ: اچھا بتاؤ! اگر یہ شہوت غلط جگہ پوری کرتا تو گناہ ہوتا یا نہیں؟ بلکہ محبت کے ساتھ بیوی کے منہ میں لقمہ دینے پر بھی ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نکاح کا تحفہ امت کے نوجوانوں کو کس مصلحت کے پیشِ نظر دیا گیا؟ دو ہی بڑی مصالح بتائیں: (۱) نگاہوں کی حفاظت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(۲) شرم گاہ کی پاکی۔ اس کے بعد بھی اگر کسی کی نگاہ میں پاکیزگی نہ آئے اور شرم گاہ محفوظ نہ ہو؛ تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے؟ گھر میں کھانا موجود ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی بھوکا پیاسا مارا مارا پھرتا ہو؛ تو اس میں بھول کس کی ہے؟ کسی کی تشفی ایک سے نہ ہوتی ہو؛ تو چار تک کی اجازت دی گئی۔

ایک موقع پر حضورِ اکرم ﷺ نے دعا مانگی: اے اللہ! تو میری شرم گاہ کو محفوظ کر دے۔ ایک اور موقع پر فرمایا: اے اللہ! میں اپنی منی کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کی تاکید کی گئی، علاوہ ازیں عورتوں کو بلا ضرورتِ شدیدہ گھر سے نکلنے سے منع کر دیا گیا۔ وقتِ ضرورت نکلنے پر شرعی پردہ کی پابندی عائد کر دی، خوشبو لگا کر نہ نکلے، میلے کچیلے کپڑوں میں نکلے، بجتا زیور پہن کر نہ نکلے، اجنبیوں سے بلا ضرورت بات نہ کرے، اگر بات کرنے کی نوبت آہی جائے تو ناز و ادا سے بات نہ کرے؛ بلکہ کڑک لہجے میں بات کرے۔ فون ریسیو کرنے والی خواتین توجہ دیں۔ اولاً تو مردوں کی گھر میں موجودگی کی صورت میں انہیں فون ریسیو کرنا ہی نہیں چاہیے۔ اور گھر میں کوئی بھی مرد موجود نہ ہو تو لہجہ اور آواز کو بہ تکلف سخت بنا کر مختصر سی بات کر لینی چاہیے۔ عموماً ہمارے معاشرہ میں مرد فون ریسیو کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ گھر میں ان کے موجود ہوتے ہوئے عورتوں کا فون ریسیو کرنا؛ مردوں کی غیرت کے خلاف ہے۔ اگر اس بات کے آثار و قرائن غالب ہوں کہ کال (Call) کسی خاتون ہی کا ہے؛ تو بات اور ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الحاصل! ان تمام احکامات کے جاری کرنے کے پیچھے آخر کون سے مقاصد کار فرما ہیں؟ ظاہر یہی ہے کہ ایک پاکیزہ مثالی معاشرہ وجود میں آئے۔"یک در گیر: محکم گیر"۔ آج تو ماحول اتنا آلودہ ہے، مادی اعتبار سے بھی اور معنوی اعتبار سے بھی؛ مگر مادی آلودگی (Polution) کا احساس بھی ہے اور علاج کا فکر بھی ہوتا ہے، مگر معنوی اور روحانی کثافت کا کسی کو احساس ہی نہیں ہے، اس کی پاکیزگی اور نورانیت کا تصور بھی جلدی سے قائم نہیں ہوتا۔ خالقِ کائنات نے جتنی شدت اور تاکید سے ماحول کو روحانی، نورانی اور پاکیزہ بنانے کی طرف توجہ دلائی، آج کے شیاطین الانس اس کو اتنا ہی غلیظ، کثیف اور آلودہ بنانے کے لیے بے قرار ہو رہے ہیں، عورتوں کو یہ پٹی پڑھائی کہ پردہ ان کی آزادی پر حملہ ہے، ان کو اجنبیوں کے سامنے نچوایا، آزادی اور تہذیب کے نام پر عورتوں کے ساتھ ایسی دھوکہ بازی؛ کہ اتنا بڑا دھوکہ شاید انسانیت کی تاریخ میں کسی کے ساتھ نہیں ہوا ہوگا۔ مرد نے اپنی ہوس کی تسکین کی خاطر یا پیسہ بٹورنے کے لیے ایک باعزت صنف کی ساری عزت و عصمت کو تار تار کر دیا۔ اس کو یہ سبق پڑھا دیا کہ تمھیں خوب آراستہ پیراستہ ہو کر گھر سے نکلنا چاہیے۔ گھر میں نہیں بیٹھے رہنا چاہیے۔ تم ملازمت کیوں نہیں کرتی؟ تم بزنس کیوں نہیں کر سکتی؟ کون کہتا ہے تم شاپنگ کرنے نہیں جا سکتی؟ تمھیں ناچنے گانے سے کس نے روک دیا؟ خوب ناچو، گاؤ:

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں نے میدان میں اتر کر ہر میدان مارنے کی کوشش کی، خوب بن سنور کر بازاروں میں آئیں، دکانوں پر بیٹھیں؛ تاکہ جو ہوس خور مرد چاہے اُسے دیکھ کر تسکین حاصل کرلے۔ اب ظاہر ہے کہ صرف دیکھ کر تو تسکین ہونے سے رہی؛ اس کا جو بھی نتیجہ ہونا چاہیے وہ ہوا، اور آج حالت یہ ہوگئی کہ جس عورت کو اسلام نے عزت کی چوٹیوں پر پہنچا کر اُسے تقدُّس عطا کیا تھا، آج وہ دو بارہ زمانۂ جاہلیت کی طرح قعرِ مذلت میں جا گری ہے، نہ اس کا کوئی وقار ہے، نہ تقدُّس۔ آج پھر اس کی حیثیت ایک کھلونے کی گڑیا جیسی ہوگئی، یا زَر خرید باندی جیسی۔ لیکن اسلام کی زندہ تعلیمات کا دامن آج بھی پھیلا ہوا ہے کہ خواتین اپنے آپ کو اس سے وابستہ کرکے کھویا ہوا مقام واپس لے لیں۔ دل میں تقویٰ ہو، اور جسم پر شرعی پردہ ہو؛ پھر دیکھو! تمہیں کیا مقام و مرتبہ ملتا ہے؟

دوسری طرف ہمارے نوجوانوں کا حال یہ ہے کہ عورتوں کے پیچھے لٹو بنے پھرتے ہیں، جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب ہیں، دلوں میں آگ لگ گئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب تک کسی بھی جائز وناجائز طریقہ سے بجھا نہ لو؛ سکون کہاں ملنے والا ہے؟ اگر ناجائز طریقہ سے بجھائی تو حالت اور نازک ہوجاتی ہے، سکون واطمینان غارت ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ غیر فطری طریقہ میں سکون کہاں؟ آج عموماً یہ حالت ہے کہ مرد کی نگاہ کہیں لڑی ہوئی ہے، بیوی کا کھیلہ کہیں چل رہا ہے، خاندان اور معاشرت کی حالت تباہ وبرباد ہے۔ خمیازہ معصوم ونابالغ بچوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خلاصہ یہ ہے کہ جس ڈھٹائی اور بے ہودگی کے ساتھ کھلم کھلا ہمارے مرد اور عورتیں خدا کو ناراض کرنے پر تلے ہوئے ہیں؛ اس کو دیکھ کر آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسے میں آخر سکون ملے تو کیسے ملے، اور کہاں ملے؟ شہر میں پچاسوں تھیٹر اور سینما ہیں جس میں جو فلم چاہو دیکھ لو، گھروں میں ٹی وی ہے، کیبل ہے، جب چاہو، جو تماشہ چاہو؛ دیکھ لو۔ مختلف اخبارات اور ان کے اضافے (पुतियाi) عریاں اور ننگی تصویروں والے موجود۔ رہی سہی کمی انٹرنیٹ نے پوری کر دی۔ بالکل صحیح فرمایا شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے: ”آنکھوں کو پناہ ملنی مشکل ہے“۔

یہ ہمارے معاشرے کی افسوسناک صورتِ حال کی ایک جھلک ہے، کچھ لوگ اس سے بھی زیادہ میں مبتلا ہوں گے، انہیں اپنی حالتِ زار پر نظر ثانی کرنے اور اپنے آپ پر اور اپنے بیوی بچوں پر اور انسانی سماج پر رحم کھانے کی ضرورت ہے کہ جس راہ پر آپ نے دَوڑ لگائی ہوئی ہے؛ یہ راستہ ایک بہت گہری اور خطرناک کھائی پر پورا ہوتا ہے، جس میں ایک بار گر جانے کے بعد وہاں سے باہر نکلتے ناک میں دم آجائے گا۔ یقیناً بہت سے لوگ ان گندگیوں سے پاک بھی ہوں گے ایسے لوگ قابلِ صد مبارک باد ہیں۔

اور ہاں! آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ انسانیت کے خود ساختہ علمبرداروں نے انسانیت کو جس راستہ پر ڈالا تھا، اور تعلیماتِ اسلامی سے بے زار کیا تھا، آج وہ خود سر پکڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں، اور جن سعید روحوں کی قسمت اچھی تھی؛ وہ اسلام اور اس کی تعلیمات کے دامن میں آ آ کر پناہ لے رہی ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم اپنے ایک سفر نامہ میں لندن ٹائمز کے حوالہ سے رقم طراز ہیں: -

”اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان برطانوی نومسلموں میں بھاری اکثریت خواتین کی ہے۔اخبار کی اطلاع کے مطابق امریکی نومسلموں میں بھی خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں چار گنا زیادہ ہے... مغرب کے لوگ خود اپنی سوسائٹی سے مایوس ہو رہے ہیں جس میں بڑھتے ہوئے جرائم، خاندانی نظام کی تباہی، منشیات اور شراب نوشی کا دَور دورہ ہے، بالآخر وہ اسلام کے دیئے ہوئے نظم وضبط اور تحفظ کی تعریف کرتے ہیں۔

ایک اٹھائیس (۲۸) سالہ برطانوی خاتون جو ”ہدیٰ خطوب“ کے اسلامی نام سے مشہور ہے، اس نے مسلم خواتین کے لیے ایک کتاب لکھی ہے۔ اسلام اور عیسائیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتی ہے: ”عیسائیت ہر وقت بدلتی رہتی ہے، مثلاً اب بعض عیسائیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ شادی سے پہلے جنسی تعلقات قائم کرنے میں کچھ حرج نہیں؛ بشرطیکہ یہ اس شخص کے ساتھ ہوں جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہو۔ یہ بڑا ڈھیلا ڈھالا مذہب ہے۔ اس کے برعکس جنسی تعلقات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات یکساں رہی ہیں۔“

حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:- ”اگرچہ عام تاثر یہ ہے کہ مغربی خواتین مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کو پسند کرتی ہیں، اور اپنی اس خواہش سے دستبردار ہونا ان کے لیے بہت مشکل ہے؛ لیکن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

برطانیہ کی جن نو مسلم خواتین سے لندن ٹائمز نے گفتگو کی، اس میں ان خواتین نے بتایا کہ: ہمارے لیے اسلام میں کشش کا سبب ہی یہ ہوا کہ اسلام مرد اور عورت دونوں کے لیے الگ الگ دائرۂ کار تجویز کرتا ہے، جو دونوں کی جسمانی اور حیاتیاتی سانچوں کے عین مطابق ہے۔ ان کے نزدیک مغرب کی تحریکِ نسائیت (Feminism) درحقیقت عورت کے ساتھ بغاوت تھی۔

تحریکِ آزادئ نسواں پر تبصرہ کرتے ہوئے ان خواتین نے کہا: ”اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ عورتیں مردوں کی نقالی کریں، اور یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں نسوانیت کی اپنی کوئی قدروقیمت باقی نہیں رہتی“۔

اسکاٹ لینڈ کی نو مسلم ”نوریہ“ کا کہنا ہے: ”اس ملک میں بیشتر خواتین اپنی صنف کے خلاف بغاوت کررہی ہیں، اور یہ طرزِ عمل تقریباً ایسا ہے جیسے ہم سے ہماری نسوانیت چھین لی گئی ہے“۔

”نوریہ“ کی ایک سہیلی ”حسانہ“ کے مطابق ”پردہ سے ہمیں تحفظ کا احساس ہوتا ہے، اور ہماری خوداعتمادی میں اضافہ ہوتا ہے“۔

لندن ٹائمز لکھتا ہے کہ: بہت سی نو مسلم خواتین نے اسلام اور مغرب کا تقابل کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ ”اسلامی تعلیمات میں عورت کو زیادہ تقدس اور عظمت حاصل ہے، جو مغرب میں عورت کو حاصل نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور ان کے نزدیک مغرب کی تحریکِ آزادیٔ نسواں کا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلا کہ عورت دوہرے بوجھ تلے دب گئی"۔ (دنیا میرے آگے، ص:از ۹۲ تا ۹۷)

آج ہمارے نوجوانوں کو اس راہ سے بہکانے کے لیے جتنے ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں، وہ ان سے چوکنا ہونے اور بچنے کے بجائے؛ بڑھ بڑھ کر ان کا استقبال کر رہے ہیں، اور اس طرح اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کی سبیل پیدا کر رہے ہیں۔ بادِ مخالف اس تیزی سے چل رہی ہے کہ اس میں اپنی آواز سنائی دینے کی کوئی امید ہی نہیں۔ ماحول کچھ ایسا مسموم بنادیا گیا ہے کہ قلم ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے، اور زبان لڑکھڑاتی ہے؛ مگر بولنا اور لکھنا تو ہے ہی، کیوں کہ وہ نفع سے خالی نہیں ہے۔

نوجوانو! بیدار ہو جاؤ، سنبھل جاؤ، شُترِ بے مہار مت بنو۔ ہوشیار وہ نہیں جو زیادہ سے زیادہ آنکھیں لڑائے، شکار کھیلے، کھانچے مارے، جو اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے ڈال دے، وقتی اور نقد فائدہ کو دیکھ کر ہمیشہ کا اور بعد کا نقصان نظر انداز کر دے؛ بلکہ ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے، اور مابعد الموت کے لیے تیاری کرے، اور ہمیشہ کے نفع کے پیشِ نظر وقتی اور عارضی لذت کو چھوڑنا گوارا کرلے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جو مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دیدے، مَیں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

تو آؤ! نفس وشیطان اور مغربی تہذیب کے علمبرداروں کی تعلیمات پر پھٹکار بھیجیں، اور قرآنی اور نبوی تعلیمات کا بڑھ کر استقبال کریں، انہیں سینہ سے لگائیں، نفس کی غلامی چھوڑ کر خدا اور رسول کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

غلامی اختیار کریں۔ نفسانی خواہشات کے مزے تو خوب اڑائے؛ آیئے! اب ذرا نفس کی مخالفت کا ذائقہ چکھیں، جس پر محبوبِ خدا ﷺ نے حلاوتِ ایمانی کا وعدہ فرمایا ہے۔ نفس کے پیچھے دَوڑ دَوڑ کر بہت تھک گئے؛ آؤ! اب رحمانی سائے میں پناہ لے کر بھی دیکھیں کہ کتنا سکون ملتا ہے!

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اسی موضوع پر روشنی ڈال رہی ہے قرآنی اور نبوی حقائق ہیں، واقعات سے سبق ہے۔ دلوں کے قفل کھول لیجیے، پھر عقیدت مندی سے سنئے اور پڑھیے؛ کوئی وجہ نہیں ہے کہ فائدہ نہ ہو۔

مضمون کی اہمیت کے پیش نظر کتاب کو اردو اور گجراتی دونوں زبانوں میں شائع کیا جارہا ہے، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ آئندہ مزید دَر مزید کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں ایک حدیثِ پاک کا یہ حصہ ضرور درج کردینے کو جی چاہتا ہے، نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات انسان ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ عنایت فرمائیں گے، جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، منجملہ ان کے وہ نوجوان بھی ہے جسے کوئی خوبصورت شریف اور خاندانی خاتون بدکاری کی آفر (Offer) کرے، اور وہ یہ کہہ دے: مجھے تو خدا سے ڈر لگتا ہے۔

(ابوزاہر)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً. أما بعد:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ. (النور:۳۰)

وقال تَعَالٰى: إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولاً. (الإسراء:۳۶)

وقال تَعَالٰى: يَعْلَمُ خَائِنَةَ الأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (غافر:۱۹)

وقال تَعَالٰى: إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ. (الفجر:۱۴)

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے عنوان قائم کیا ہے: ”شرعی ضرورت کے بغیر کسی پرائی عورت کو دیکھنا، یا حسین بے ریش لڑکے کی طرف نظر کرنا حرام ہے“۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گناہ کے اسباب سے بچنا بھی ضروری ہے

اسلام نے جہاں اچھے اور عمدہ صفات اختیار کرنے اور کمالات سے مُتّصِف ہونے کی تعلیم دی ہے، وہیں برائیوں اور بری صفات سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کرنے کی بھی تعلیم دی ہے۔ فواحش، منکرات، بدکاری اور زنا سے اسلام نے منع فرمایا۔ زناکاری اور اس کے جو مقدمات ہیں -یعنی زنا کو انجام دینے کے لیے جو کام کئے جاتے ہیں، جیسے: نگاہوں کی بے احتیاطی، کان، زبان ہاتھ وغیرہ کا غلط استعمال؛ ان سب کو "فواحش" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے- ان سے بھی اسلام نے منع کیا ہے۔

ویسے ان کاموں کی برائی تو ایسی ہے کہ اس کے ناپسندیدہ ہونے پر تقریباً دنیا کے تمام مذاہب کا اتفاق ہے، لیکن اسلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ سدِّ ذرائع کا اہتمام کرتا ہے، یعنی برائیوں تک پہنچنے کے جو راستے اور اسباب، ذرائع اور وسائل ہیں؛ ان پر بھی پابندی لگاتا ہے۔ مثلاً: اسلام نے جہاں شراب پینے سے منع کیا، تو صرف اتنا نہیں کہا کہ شراب پینا منع ہے؛ بلکہ شراب پینے کی ممانعت کو پختہ کرنے کے لیے شراب کے متعلق بہت سارے احکام دیئے، جیسے: شراب کا بنانا، شراب کا بیچنا، کسی کو لے جاکر شراب دینا، کسی کے لیے شراب کا خریدنا، کسی کے سامنے شراب کا پیش کرنا؛ یہ ساری چیزیں اسباب ووسائل بن سکتے ہیں، لہٰذا ان تمام کو بھی حرام قرار دیا۔ جس طرح شراب کا پینا حرام ہے، اسی طرح ان تمام کاموں کا کرنا بھی حرام ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گنہگاروں کے ساتھ مشابہت بھی منع ہے

یا مثلاً: بت پرستی کو اگر حرام قرار دیا، تو بت پرستی کے اسباب و وسائل پر بھی پابندی لگادی گئی۔ بت تراشی یا تصویر سازی (بتوں کو بنانا، تصویریں بنانا) چاہے وہ ایک مجسمہ (Statue) کی شکل میں ہو، یا کاغذ اور دیوار کے اوپر ہو؛ ان سب کو ممنوع قرار دیا گیا۔

اسی طرح جو چیزیں اس کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں، جسے دیکھ کر یہ شبہ ہو کہ آدمی اس برائی تک پہنچ جائے گا؛ اس کو بھی ممنوع قرار دیا۔ جیسے: لوگ آفتاب کی پوجا کیا کرتے تھے، اور آفتاب کی پوجا کے لیے ان کے یہاں خاص خاص اوقات مقرر تھے کہ صبح جب آفتاب طلوع ہو رہا ہو اس وقت اس کی پوجا کی جاتی تھی، دوپہر کو جب سر کے اوپر ہو اس وقت، اور شام کو غروب ہونے کے قریب ہو اس وقت اس کی عبادت کی جاتی تھی۔ لہٰذا اسلام نے ان اوقات میں سجدہ کرنے اور نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ حالاں کہ نماز پڑھنے والا اور سجدہ کرنے والا آفتاب کی پوجا نہیں کرتا؛ لیکن اس لیے منع کر دیا تاکہ ان کے ساتھ مشابہت بھی لازم نہ آئے۔ گویا اس طرح بت پرستی کے دروازے کو بند کر دیا گیا۔

ایک بہترین مثال

ہمارے یہاں حکومتی سطح پر کوئی ابھیان اور تحریک چلائی جاتی ہے، جیسے: ملیریا (Malaria) نابودی اَبھیان اور تحریک چلائی جاتی ہے، تو اس میں صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ جنہیں ملیریا کا بخار ہو،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان کا ہی علاج کر دیا جائے؛بلکہ ملیریا کی بیماری پیدا ہونے کے جو اسباب اور عوامل ہیں، اور جن راستوں سے یہ بیماری آتی ہے؛ان سب سے بھی لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے، اور ان اسباب سے بھی بچانے کا اہتمام کرایا جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ حضرات جگہ جگہ دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے سائن بورڈ لگے ہوئے ہیں جن پر مچھروں کی تصویریں دکھائی گئی ہیں، اور ان کی حقیقتوں سے آگاہ کیا گیا ہے کہ: دیکھو! یہ مچھر ہے، اور یہ مچھر کہاں پیدا ہوتے ہیں؟ کس جگہ بنتے ہیں؟ آپ اگر اپنے گھر میں نالیوں کو گندا رکھیں گے، پانی بہنے کے راستوں کو کھلا رکھا جائے گا، تو وہاں ان کے پیدا ہونے کا زیادہ امکان رہتا ہے۔ اگر آپ کے گھر کے کسی کونہ میں اندھیرا رہتا ہے تو وہاں بھی ان مچھروں کو پنپنے کا موقعہ ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جن جن راستوں سے یہ بیماری آسکتی تھی ان تمام کو ختم کرنے کے لیے دور دور تک کی تدبیریں اختیار کی گئیں، تب ہی آدمی کامیابی کے ساتھ اس سے بچ سکتا ہے۔

اسی طرح جتنی بھی مہلک بیماریاں ہیں ان سے بچنے کے لیے اور ان کی جڑ ختم کرنے کے لیے، ان کا قلع قمع کرنے کے لیے حکومتی سطح پر، یا دوسرے طریقوں سے جتنی بھی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں ان میں یہی طریقہ کار ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح اسلام نے تمام گناہ اور برائیوں کو ختم کرنے کے لیے جہاں ان گناہوں سے منع کیا؛ وہیں ان کے عوامل اور اسباب سے بھی منع کیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اسبابِ زنا پر پابندی

”زنا“ ایک مہلک بیماری اور بہت خطرناک گناہ ہے، جس کے متعلق قرآن پاک میں کہہ دیا گیا: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی﴾ (بنی اسرائیل:۳۲) زنا کرنا تو در کنار؛ اس کے قریب بھی مت جاؤ۔ تو اب جہاں زنا سے منع کیا گیا، وہیں زنا کے اسباب اور عوامل پر بھی اسلام نے پابندی لگادی۔ جیسے عورتوں اور مردوں کے آپس میں ملنے جلنے اور عورتوں کے بے پردہ نکلنے سے بھی روکا گیا۔ بلکہ عورتوں کو تاکید کردی گئی: ﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ﴾ (سورۂ احزاب:۳۳) اپنے گھروں کے اندر جم کرکے رہو، اور ان کے نکلنے کے معاملہ میں بھی خاص تاکید کردی گئی کہ اگر فلاں فلاں شرعی اسباب اور اعذار ہیں تب تو نکلنے کی اجازت ہے، اس کے بغیر گھر سے نہ نکلو۔ اور اگر نکلو تو برقعہ کے اندر پردے کے اہتمام کے ساتھ، اپنے آپ کو اور اپنی زینت کو چھپاتے ہوئے نکلو؛ یہاں تک کہ بجنے والا زیور پہننے سے بھی منع کیا، اس لیے کہ عورت اگر کہیں سے گزر رہی ہو، اور بجتے ہوئے زیور کی آواز کسی کے کان میں پہنچ گئی؛ تو یہ چیز بھی شہوت کو ابھارنے والی ہے۔

اسی طرح خوشبو لگا کر نکلنے سے بھی منع کیا گیا، حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ: جو عورت خوشبو لگا کر نکلتی ہے، اور مردوں کے پاس سے گزرتی ہے، وہ ایسی ہے، ایسی ہے۔ یعنی اس کو زانیہ قرار دیا گیا (ترمذی ۲/۱۰۶)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور مردوں کو تعلیم دی گئی کہ کہیں کوئی اجنبی عورت سے کوئی چیز لینے دینے کی ضرورت پیش آجائے تو دیوار اور پردے کی آڑ سے لینے دینے کا سلسلہ ہونا چاہیے۔ اجنبی عورت کو نہ دیکھنا، آنکھوں کی حفاظت کرنا، نگاہوں کو نیچا رکھنا، شرم گاہوں کی حفاظت کرنا؛ یہ سارے احکام صرف زنا سے بچانے کے لیے ہیں۔

تو اسلام کی بنیادی تعلیمات میں خصوصی اہتمام اس بات کا بھی کیا گیا ہے کہ زنا اور اسبابِ زنا سے تاکید کے ساتھ روکا گیا۔

عفت (پاک دامنی) نبی کریم ﷺ کی ایک بنیادی تعلیم

ایک طرف زنا کے بارے میں یہ تعلیمات ہیں۔ اس کے بالمقابل اپنے آپ کو زناکاری، حرام کاری اور بے حیائی کے کاموں اور فواحش سے بچانا؛ عفاف، عفت اور پاک دامنی کہلاتا ہے۔ اس کی بھی بڑی تاکید ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی بنیادی تعلیمات میں اس کو جگہ دی گئی ہے۔

بخاری شریف میں امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے پہلے ہی باب میں ہرقل والی حدیث ذکر کی ہے، اور دوسری جگہوں پر بھی اس روایت کو پیش کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ نے شاہِ روم ہرقل کے نام دعوتِ اسلام کا خط (نامۂ مبارک) بھیجا اس زمانہ میں وہ اپنی ایک نذر پوری کرنے کے لیے بیت المقدس کی زیارت کے لیے آیا ہوا تھا، اور وہ خط شام کے ایک شہر ”بُصریٰ“ کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حاکم کے ذریعہ وہیں پہنچایا گیا، جب اس کے پاس نبیٔ کریم ﷺ کا نامۂ مبارک پہنچا تو حضورِ اکرم ﷺ کے متعلق اس نے تحقیقات کیں، چوں کہ وہ خود بھی آسمانی کتابوں اور اپنے مذہب کا بہت بڑا عالم تھا اور نبیٔ آخر الزماں کی علامتوں سے بخوبی واقف تھا، اور اس زمانہ میں عیسائیوں کے اندر دو ہی بڑے عالم تھے، ایک تو اس زمانے کا بڑا لاٹ پادری (یعنی تمام پادریوں کا رئیس اعلیٰ) اور دوسرا یہی ہر قل۔

نبیٔ کریم ﷺ کا نامۂ مبارک جب اس کے پاس پہنچا تو اس کے مضمون سے واقف ہونے سے پہلے اس نے ضروری سمجھا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی شخصیت اور آپ کی ذاتِ اقدس کے متعلق معلومات حاصل کی جائیں، اور یہ معلوم کیا جائے کہ یہ خط بھیجنے والی شخصیت کون ہے؟ کیوں کہ اسی کے ذریعہ خط کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چناں چہ اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ جن کی طرف سے یہ خط بھیجا گیا ہے ان کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں؛ کیا اس علاقہ کے کچھ لوگ مل جائیں گے؟ لوگوں نے بتلایا کہ: جی ہاں! وہاں کے لوگ تجارت کی غرض سے ملکِ شام آتے رہتے ہیں، آپ اجازت دیں تو تلاش کیا جائے گا۔ چناں چہ معلوم ہوا کہ ایک قافلہ آیا ہوا ہے، اور اتفاق کی بات کہ اس قافلہ کے امیر اور رئیس ابوسفیان تھے۔ جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ اور حزبِ مخالف ۔یعنی کفار اور مشرکینِ مکہ ۔کے سردار اور لیڈر بھی وہی تھے۔ چناں چہ ان کو قافلہ والوں کے ساتھ بلایا گیا، اور حضورِ اکرم ﷺ کے متعلق ان سے سوالات کئے گئے۔ اور یہ بھی کہا کہ: دیکھو! مَیں ان کے متعلق

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سوالات کروں گا، تم ان کا صحیح صحیح جواب دینا۔ اور ساتھیوں کو بھی بتلادیا کہ: اگر یہ غلط جواب دیں تو تم نشان دہی کر دیجیو۔

آپ ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ

مَیں خاص طور پر جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان سوالات میں آخری سوال ہرقل نے یہ پوچھا: ''وَمَا یَأْمُرُکُمْ'' یہ نبی تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہمیں اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ ہم ایک اللہ ہی کی عبادت کریں، اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت اور پوجا نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور آگے فرمایا کہ: یہ نبی ہم کو چار کاموں کا حکم دیتے ہیں: نماز کا، سچائی کا، عفاف کا (یعنی پاک دامنی اختیار کرنے کا، اپنے آپ کو فواحش اور برائی کے کاموں سے بچانے کا) اور صلہ رحمی (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ اچھائی اور بھلائی کا سلوک کرنے) کا حکم دیتے ہیں ۔ (بخاری شریف ۱/۴)

گویا نبی کریم ﷺ کی جو بنیادی تعلیمات تھیں، ابوسفیان نے وہی بتلائیں۔ اور ایسے موقعوں پر ساری تفصیلات پیش نہیں کی جاتیں، بلکہ خلاصہ اور نچوڑ ہی پیش کیا جاتا ہے۔ اورانہوں نے ہرقل کے سامنے وہی پیش کیا۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ جن چار خوبیوں کا تذکرہ کیا ان میں ایکعفاف (یعنی پاک دامنی) بھی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سورۂ یوسف کا اہم سبق

عفت کا مطلب ہے کہ اپنے آپ کو بے حیائی کے کاموں سے، بدکاری اور زنا سے بچانا۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جس کو اختیار کرنے کا قرآنِ کریم کے اندر بھی حکم دیا گیا ہے، اور اس کے متعلق حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ پیش کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں جو واقعات پیش کئے جاتے ہیں وہ ایک مخصوص مقصد کے پیشِ نظر ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ان واقعات کے ذریعہ اس کے پڑھنے والوں اور جن تک یہ قرآن پہنچ رہا ہے ان سب کو تعلیم دینا اور عبرت دلانا مقصود ہوا کرتا ہے۔

تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھی عفت اور پاک دامنی کا سبق دینے کا بڑا اہتمام تھا۔ چناں چہ ایک روایت میں ہے: "عِفُّوا، تَعِفُّ نِسَآؤُكُمْ. وَبَرُّوا آبَائَكُمْ، تَبَرُّكُمْ أَبْنَآؤُكُمْ" (مجمع الزوائد:۸/۶۱) تم پاک دامنی اختیار کرو؛ تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔ گویا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں تو تمہیں خود اس وصف اور خوبی کو اختیار کرنا پڑے گا۔ اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ فرماں برداری، اطاعت شعاری، حسنِ سلوک اور اچھائی کا معاملہ کرو؛ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قدرت کسی کی رعایت نہیں کرتی

قدرت کا ایک نظام ہے جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں چلایا ہے کہ یہاں جیسا کروگے؛ ویسا بھروگے:

ع یہ ہے گنبد کی صدا؛ جیسی کہے ویسی سنی

اور قدرت اپنے قانون کو جاری کرنے کے معاملے میں کسی کی رعایت نہیں کرتی۔ کسی کے نسب کی، کسی کے منصب کی، کسی کے مقام کی اور کسی کی شخصیت کی کوئی رعایت نہیں کی جاتی، جو بھی اس قانون کے ماتحت آئے گا اس پر قدرت اپنا قانون جاری کر کے رہے گی۔ یہاں بھی نبیٔ کریم ﷺ نے قدرت کا ایک قانون بتلایا کہ تم پاک دامن رہوگے تو تمھاری بیویاں اور تمھاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر ہماری طرف سے پاک دامنی کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کوتاہی برتی جائے گی، تو اس کا اثر لازمی طور پر ہماری عورتوں پر پڑے گا۔ چناں چہ واقعات بھی اسی کی شہادت دیتے ہیں۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ہمارے ایک قریبی شخص نے سنایا کہ: ایک صاحب با قاعدہ عالِم دین تھے، ان کا نکاح نہیں ہوا تھا، اور ایک بستی کے اندر خدمت انجام دے رہے تھے۔ وہاں کسی نوجوان لڑکی سے آنکھ لڑ گئی اور بڑھتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بڑھتے یہ سلسلہ بدکاری تک پہنچا، اور پھر یہ سلسلہ برابر جاری رہا، اور ایسی چیز چھپتی نہیں ہے۔ چناں چہ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا، گاؤں اور بستی کے سمجھ دار لوگوں نے سوچا کہ نوجوان ہے، شادی نہیں ہوئی ہے، اس لیے ایسا کریں کہ ان کا نکاح کرا دیں، تاکہ وہ اس معصیت سے باز آجائیں۔ پرانے زمانہ کے لوگ عجلت سے کام نہیں لیتے تھے۔ ان لوگوں نے بھی ایسا نہیں کیا کہ اولِ وہلہ میں ان کے خلاف کوئی اقدام کرلیا ہو، بلکہ یہ ان کی سمجھداری کی بات تھی کہ ان کو موقعہ دیا۔ اور قدرت کی طرف سے بھی موقعہ دیا جاتا ہے، اور دنیا میں جہاں بھی سنجیدہ قوانین ہیں وہاں انسان کو سدھرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔

بہر حال! ان لوگوں نے مولوی صاحب کے مناسب بڑی خوبصورت لڑکی کے ساتھ نکاح کرا دیا۔ لیکن ان کا تو ایک مزاج بن چکا تھا، جیسا کہ کہا جاتا ہے نا کہ: "بازار کا کھانے کی عادت ہو جائے؛ تو گھر کا کھانا اچھا نہیں لگتا" ایسا ہی ان کا بھی مزاج بنا ہوا تھا کہ گھر میں بیوی کے ہونے کے باوجود اس کی طرف دھیان نہیں تھا، اور پرائی عورت میں لگے ہوئے تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ اپنی بیوی کو دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیتے تھے اور بیوی کی موجودگی میں پرائی عورت اور محبوبہ کے ساتھ بدکاری میں ملوث رہتے تھے۔ جب بستی والوں نے دیکھا کہ ان کا معاملہ نہیں سدھرتا، تو ان کو اپنی بستی سے علاحدہ کر دیا۔ بعد میں ایک وقت آیا کہ ان کی بیوی خود اس برائی میں مبتلا ہوئی، اور جب یہ اپنی عمر کی کمزوری کی منزل میں پہنچے تو بیوی ان کو دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیا کرتی تھی اور خود دوسرے مرد کے ساتھ ملوث ہوتی تھی، اور اسی حالت میں ان کا آخری وقت آیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ " تم اگر پاک دامنی اختیار کروگے؛ تو تمہاری عورتیں بھی پاک دامنی اختیار کریں گی" یہ اس کا ایک نمونہ ہے۔ اور قدرت کا ایک نظام ہے، اس معاملہ میں اگر ہماری طرف سے کوتاہی ہوگی تو قدرت کی طرف سے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ اس سلسلے کے اور بھی بہت سے واقعات ہمارے علم میں ہیں۔

دوسرا واقعہ

کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے، مولانا ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم نے بھی یہ واقعہ سنایا تھا۔ ایک سنار تھا جس کی بیوی بڑی حسین و جمیل تھی، نیک سیرت بھی تھی اور نیک صورت بھی تھی۔ ایک مرتبہ جب وہ اپنی دوکان سے واپس آیا تو دیکھا کہ بیوی بہت پھوٹ پھوٹ کر رو رہی ہے۔ اس نے پوچھا: کیا بات ہے؟ بیوی نے بتلایا کہ: ہمارا یہ نوکر؛ جس کو ہم نے بچپن سے پالا ہے، ہمارے سامنے بچہ تھا، ہم نے پال کر بڑا کیا، اب یہ اتنا نمک حرام بن گیا ہے کہ آج جب سبزی لے کر آیا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر دبا دیا، میں نے محسوس کیا کہ اس کے دل کے اندر شہوت کے جذبات ہیں۔ شوہر نے جب یہ سنا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ بھی رونے لگا۔ بیوی نے پوچھا: آپ کیوں روتے ہیں؟ اس نے کہا: یہ میری بد عملی کی سزا ہے۔ آج دکان پر ایک عورت زیور خریدنے آئی تھی، اس نے مجھ سے کنگن چوڑیاں خریدیں، اور کہا: مجھے پہنا دو۔ جب میں پہنانے لگا تو اس کے ہاتھ بڑے حسین نظر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آئے،تو میں نے پکڑ کر اس کو شہوت کے ساتھ دبایا،اسی کا یہ نتیجہ ہے:"کَمَاتَدِیْنُ تُدَانُ" (کشف الخفاء:۲/۱۶۵) اسی لیے حضوراکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: تم پاکدامن رہو؛ تمہاری بیویاں بھی پاکدامن رہیں گی،اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کریں گی۔

ماں باپ کی نافرمانی کا وبال ایک عبرت ناک واقعہ

"بَرُّوْا اٰبَآئَکُمْ ،تَبَرُّکُمْ أَبْنَآؤُکُمْ" اپنے ماں باپ کے ساتھ تم اگر حسنِ سلوک، احسان اور بھلائی کا معاملہ کروگے؛ تو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے گی۔ کئی صدیوں پہلے کے ایک عالم قاضی ابو علی تنّوخی کی لکھی ہوئی ایک کتاب "نُشْوَارُ الْمُحَاضَرَۃِ" ہے،اس میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ:-

ایک مرتبہ ایک بیٹے نے اپنے باپ کے پاؤں میں رسی ڈالی اور کھینچ کر گھر سے باہر لے گیا،جب ایک مخصوص جگہ تک پہنچا تو باپ کہنے لگا: بیٹا! بس؛ اب آگے نہ لے جائیو۔ بیٹے نے پوچھا: کیوں اباجان؟ تو باپ نے کہا: میں نے بھی اپنے باپ کے پاؤں میں رسی باندھی تھی اور ان کو کھینچ کر یہیں تک لایا تھا؛ آج تو بھی میرے ساتھ وہی معاملہ کر رہا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور نالے کے اندر پھینکا

حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے ایک واقعہ سنایا کہ: دیوبند میں ایک مٹھائی والے نے ان کو بتلایا کہ: فلاں دکان دار جب جوان تھا، تو ایک مرتبہ اس کا باپ دکان پر بیٹھا ہوا تھا، یہ آیا اور اپنے باپ کو پکڑ کر دکان کے پاس نیچے نالی کے اندر گرایا۔ اس کے بعد باپ کا تو انتقال ہو گیا، اِس کی اولاد میں لڑکے نہیں تھے، چار لڑکیاں ہی تھی، میں سوچتا رہتا تھا کہ علماء اور بزرگوں سے سنا ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کے ساتھ جیسا معاملہ کرتا ہے، اس کی اولاد بھی اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتی ہے، اور اِس کے لڑکے تو ہیں نہیں، اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ اس نے اپنے باپ کو گرا کر نالی کے اندر پھینکا ہے؛ اب پتہ نہیں اس کا معاملہ کیا ہو گا؟ پھر ایک روز میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کی ایک لڑکی برقعہ پہنے ہوئے آئی اور اس بوڑھے کو اسی طرح گرا کر نالے کے اندر پھینکا؛ جس طرح اس نے اپنے باپ کو گرا کر نالی کے اندر پھینکا تھا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ قدرت کا ایک نظام ہے کہ جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے بھی برائیوں سے روکنے کے لیے تعلیم دینے کا جو طریقہ اختیار کیا اس میں اس پہلو کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ اور اسی کا اثر ہے کہ آدمی برائی کرنے سے رُک جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک نوجوان کا قصہ اور حضور اکرم ﷺ کی شفقت

ایک مرتبہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ ہمارے پاس آکر کوئی آدمی اگر ایسا کہے تو ہم لوگ اس کی مارپٹائی شروع کردیں گے۔ نبی کریم ﷺ کی شفقت اور محبت پر قربان جایئے کہ آپ نے اس کو اپنے قریب بلا کر بٹھایا اور پوچھا: اچھا یہ بتلاؤ! تم زنا کا جو مطالبہ کر رہے ہو؛ تو وہ کسی عورت کے ساتھ ہی کروگے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا! ایسا ہی معاملہ کوئی آدمی تمہاری بہن کے ساتھ کرے؛ تو یہ چیز تمہیں گوارا ہوگی؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے پھر کہا: اچھا! ایسا ہی معاملہ کوئی آدمی تمہاری ماں کے ساتھ کرے؛ تو یہ چیز تمہیں گوارا ہوگی؟ اس نے کہا: نہیں۔ تمہاری پھوپھی کے ساتھ کرے؛ تو گوارا ہوگی؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جس کے ساتھ بھی ایسا کرنا چاہو گے؛ وہ بھی تو آخر کسی کی بہن، کسی کی ماں، کسی کی خالہ، کسی کی پھوپھی ہوگی؟ فوراً اس نے کہا: ”میں نہیں کروں گا۔“ پھر حضور اکرم ﷺ نے اس کے سینہ پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور کہا: یااللہ! اس کے گناہ معاف فرما، اس کے قلب سے میل کچیل دور فرما، اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما۔ اس واقعہ کو نقل کرنے والے صحابی فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ کبھی اس نوجوان کی نظر نیچے سے اوپر نہیں اُٹھتی تھی۔ یہ حضورِ اکرم ﷺ کی دعا کا اثر تھا۔ (مسند احمد: ۵/۲۵۶)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صحبت کی لذت سے محروم کر دئے جاؤ گے

ایک اور روایت ہے، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:"لَا تَزْنُوا،فَتَذْهَبَ لَذَّةُ نِسَآئِكُمْ. وَعَفُّوا،تَعِفَّ نِسَآئُكُمْ. إِنَّ بَنِيْ فُلَانٍ زَنُوا، فَزَنَتْ نِسَآءُهُمْ" (کشف الخفاء: ۲/۷۹) تم زنا کا ارتکاب نہ کرو؛ ورنہ تم اپنی عورتوں کے ساتھ صحبت کی لذت سے محروم کر دیئے جاؤ گے۔ عام طور پر جو آدمی زنا کا ارتکاب کرتا ہے اس کو اپنی بیوی کے ساتھ جو پاکیزہ لطف آنا چاہیے اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اور آگے فرماتے ہیں: تم پاک دامنی اختیار کرو؛ تو تمہاری عورتیں بھی پاکدامنی اختیار کریں گی۔ پھر فرمایا: فلاں قبیلے والے زنا کے اندر مبتلا ہوئے تو ان کی عورتیں بھی زناکار بن گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے کِفل کی مغفرت فرمادی

خلاصہ یہ ہے کہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عفت اور پاک دامنی کی بڑی تاکید فرمائی ہے، احادیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی طرف خاص متوجہ کیا ہے۔ ترمذی شریف میں ایک واقعہ ہے جو نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اگلی امت کا بیان کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میں نے حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ نہیں، تین مرتبہ نہیں، سات مرتبہ نہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا۔ یعنی سات مرتبہ سنا ہوتا تب بھی میں بیان نہ کرتا، اس سے زیادہ مرتبہ سنا ہے اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی امت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کو، صحابہ کو اور اپنے مخاطبین کو اچھے اخلاق سے آراستہ کرنے کے لیے واقعات وغیرہ کی مثالیں دے کر سمجھانے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ہم اور آپ جو بیان کرنے والے ہوتے ہیں وہ ایک دو مرتبہ کوئی واقعہ بیان کر دیتے ہیں تو اس کے بعد یوں سمجھتے ہیں کہ تیسری مرتبہ بیان کروں گا تو لوگوں کو شاید میری صلاحیت کے اوپر شبہ ہو گا کہ کیا اس کو اس کے علاوہ اور کچھ آتا ہی نہیں؟

خیر! نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بنو اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس کا نام "کِفْل" تھا، ایک مرتبہ ایک عورت اس کے پاس آئی- جس کے بچے فاقہ کا شکار تھے، اور بھوکے مر رہے تھے- عورت نے آکر کفل سے کہا: میرے بچے بھوکے مر رہے ہیں؛ میری کچھ مدد کر۔ اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ تو مجھے بدکاری کرنے کی اجازت دے۔ عورت نے وہ ساٹھ دینار لے لیے، اس کے بعد شرط کے مطابق بدکاری کی تیاری کر کے اس کے سامنے بیٹھنے لگا، تو اس عورت کے اوپر لرزہ طاری ہو گیا اور کپکپی آگئی۔ جب بہت کپکپانے لگی تو کفل نے اس عورت سے کہا: میں نے تیرے ساتھ کوئی زیادتی اور زبردستی تو نہیں کی، تو اس کے لیے خوشی سے تیار ہوئی تھی؛ پھر تیری یہ کیفیت کیوں ہے؟ اس عورت نے کہا: میری یہ کیفیت اس لیے ہے کہ ایسا کام میں نے زندگی میں کبھی نہیں کیا؛ لیکن آج بچوں کی وجہ سے میں مجبور ہوئی ہوں، اس لیے میری طبیعت اس کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہ کہہ کر وہ بے اختیار رو پڑی، اس آدمی نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اس کو بھی آج تک کی اپنی زندگی پر افسوس ہوا، اور اس نے فوراً توبہ کی اور ساٹھ دینار جو دیئے تھے، وہ بھی معاف کر دیئے، پھر اسی رات اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کا انتقال ہو گیا۔ بنو اسرائیل کے ساتھ قدرت کا دستور یہ تھا کہ کوئی آدمی جب گناہ کرتا تھا تو صبح کو اس کے دروازے کی چوکھٹ پر وہ گناہ بھی لکھا ہوا ہوتا تھا کہ آج اس نے یہ سیاہ و سفید کئے ہیں، اور اگر کوئی آدمی توبہ کرتا اور اس کی توبہ قبول ہو جاتی تو وہ بھی قدرت کی طرف سے لکھا جاتا، اب لوگوں کو اس واقعہ کا پتہ نہیں تھا، لوگ تو سمجھتے تھے کہ یہ بڑا بدکار آدمی ہے، جب اسی رات اس کا انتقال ہو گیا تو صبح کو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کی مغفرت فرمادی، لوگ تعجب کرنے لگے کہ اس کی مغفرت کیسے ہو گئی؟ وہ تو بڑا برا آدمی تھا لیکن ان کو اس کا یہ معاملہ معلوم نہیں تھا۔(ترمذی شریف:۲/۷۶)

یہ پیغمبرانہ صفت ہے

یہ صفت یعنی اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا؛ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے، اور خاص کر جب گناہوں کے اسباب اور وسائل سامنے آجائیں تو ایسے موقعہ پر اپنے آپ کو بچالینا پیغمبرانہ صفت ہے۔

حضرت سلیمان بن یسار (رحمۃ اللہ علیہ) کا عجیب واقعہ

امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ”احیاء العلوم“ میں حضرت سلیمان بن یسار (رحمۃ اللہ علیہ) کا واقعہ لکھا ہے جو تابعین میں سے ہیں، بڑے حسین اور جمیل تھے، مدینہ منورہ میں رہتے تھے، فقہائے مدینہ میں ان کا شمار ہے۔ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مدینہ منورہ سے حج کے ارادہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، راستے میں مقام ابواء پر ٹھہرے ان کا ساتھی کھانا خریدنے کے لیے بازار گیا، وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جہاں ٹھہرے ہوئے تھے وہیں ایک پہاڑی تھی اور اس پہاڑی کی چوٹی کے اوپر بدو کا مکان تھا، ایک بدوی عورت نے -جو بڑی حسین و جمیل تھی- ان کو دیکھا تو ان پر فریفتہ ہو گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ ان کا ساتھی کہیں گیا ہوا ہے اور یہ اکیلے ہیں تو وہ پہاڑ سے نیچے اتر آئی اور ان کے سامنے آکر اس نے اپنا چہرہ کھول دیا- "كَأَنَّهَا قِطعَةُ قَمَرٍ" گویا بالکل چاند کا ٹکڑا تھی - اور کچھ کہنے لگی، یہ تو اس کو دیکھ کر ہی گھبرا گئے تھے۔ جب وہ کچھ بولی تو یہ سمجھے کہ کھانا لینے آئی ہے، انہوں نے کھانا تلاش کر کے اس کو دینے کی کوشش کی تو اس نے کہا: مجھے کھانا نہیں چاہیے، بلکہ مجھے تو آپ سے وہ چیز چاہیے جو ایک عورت مرد سے چاہتی ہے۔ انہوں نے کہا: تجھے شیطان نے میرے پاس بھیجا ہے، اور اسی وقت اپنا سر اپنے گھٹنوں پر رکھ کر زور زور سے بے تحاشا رونے لگے۔ جب انہوں نے زور زور سے رونا شروع کیا تو وہ عورت گھبرا گئی کہ کہیں رسوائی نہ ہو جائے، لہٰذا بھاگ گئی۔ ان کے ساتھی جو کھانا خریدنے بازار گئے ہوئے تھے جب آئے تو دیکھا کہ ان کا چہرہ پھولا ہوا ہے، آنکھیں سرخ ہیں، اور رو رہے ہیں۔ پوچھا: کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: بال بچے یاد آ گئے۔ ساتھی نے کہا: نہیں ہو سکتا! دوسری کوئی بات ہے؛ سچ سچ بتاؤ۔ بال بچے یاد آنے پر کوئی آدمی اتنا نہیں روتا۔ تمہاری کیفیت کچھ اور ہی بتلا رہی ہے۔ جب ساتھی نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے بتلا دیا کہ ایسی صورتِ حال ہوئی۔ یہ سن کر ساتھی بھی رونے لگا۔ انہوں نے پوچھا: بھائی! تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کا شکر و احسان ہے کہ میں نہیں تھا، ورنہ مَیں تو مبتلا ہو ہی جاتا۔ میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری حفاظت کر لی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خیر! پھر جب مکہ مکرمہ پہنچے تو طواف سے فارغ ہونے کے بعد حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے بیچ چادر میں لپٹے ہوئے بیٹھے تھے، چوں کہ تھکے ہوئے تھے اس لیے آنکھ لگ گئی، تو خواب میں ایک حسین نوجوان کو دیکھا۔ سلیمان بن یسار نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یوسف۔ پوچھا: کون؟ یوسف صدیق؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ سلیمان بن یسار نے کہا: آپ کا معاملہ زلیخا کے ساتھ بڑا عجیب وغریب ہے۔ اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا: وہ ابواء والی عورت کے ساتھ تمہارا معاملہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔

ایک نوجوان کا سبق آموز واقعہ

آدمی کی زندگی میں ایسے مواقع آتے ہیں جہاں عفت اور پاک دامنی کی اس صفت میں قدرت کی طرف سے آدمی کو آزمایا جاتا ہے۔ بعض آدمی تو وہ ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو برائی میں مبتلا کرنے کے لیے ایسے مواقع کی تلاش ہی میں رہتے ہیں؛ لیکن اللہ کے بعض بندے ایسے ہمت والے ہوتے ہیں کہ جب انہیں ایسے حالات سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بچا لے جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی ان کی بہت ہی قدر و قیمت ہوتی ہے۔ ایک کتاب "الترغیب والترھیب" ہے۔ اس نام کی دو کتابیں ہیں، ایک فنِ حدیث میں ہے جو علامہ منذری (رحمۃ اللہ علیہ) کی ہے، اور دوسری سلوک و تصوف میں ہے جو علامہ عبد اللہ بن اسعد یافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ہے۔ علامہ یافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کتاب میں دو واقعات لکھے ہیں:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک نوجوان تھا، جس کے لباس اور جسم میں سے ہمیشہ مُشک و عنبر کی خوشبو آیا کرتی تھی، جب بھی دیکھو مہک رہا ہے۔ کسی نے کہا: تم بھی عجیب آدمی ہو، خوشبو کے لیے اتنی فضول خرچی کرتے ہو، ہمیشہ خوشبو کا اتنا اہتمام کرتے ہو اور اس کے لیے اتنے پیسے فضول خرچ کرتے ہو؟ اس نوجوان نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے آج تک ایک پائی بھی خوشبو کے لیے استعمال نہیں کی۔ اس نے کہا: پھر یہ خوشبو کیسی؟ نوجوان نے کہا: اس کا ایک راز ہے، اور وہ میں نہیں بتاؤں گا۔ اس نے کہا: ضرور بتاؤ۔ آدمی کا مزاج ہے: ”اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ فِیْمَا مُنِعَ“ آپ کسی سے کہہ دو کہ نہیں بتاؤں گا، تو وہ پیچھے پڑ جاتا ہے کہ بتانا ہی پڑے گا۔ اس نے بھی جب اصرار کیا تو جوان نے کہا: بات دراصل یہ ہے کہ میرے والد کی گھریلو سامان بیچنے کی ایک دکان تھی، ایک مرتبہ ایک بڑھیا آئی اور اس نے بہت سارا سامان خریدا، میں بھی دکان پر تھا، حسین و جمیل تھا، جب وہ سامان خرید چکی تو اس نے میرے ابا سے کہا کہ: اس سامان کی قیمت لینے کے لیے تمہارے بیٹے کو میرے ساتھ گھر بھیج دو۔ چناں چہ میں اس کے ساتھ چلا گیا۔ جب گھر دیکھا تو بہت خوبصورت بڑا شاندار تھا۔ ہم اس گھر میں ایک عالیشان اور خوبصورت کمرے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں تخت پر ایک حسین و جمیل نوجوان عورت بیٹھی ہوئی تھی، وہ مجھے دیکھتے ہی میری طرف مائل ہوئی اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگی، میں تو گھبرا گیا اور میں نے اپنے آپ کو بچانا چاہا؛ لیکن وہ مجھے اپنی طرف کھینچتی اور مائل کرتی رہی۔ مجھے اس وقت کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آئی سوائے اس کے کہ میں نے اس سے کہا: مجھے بیت الخلاء کی ضرورت ہے؛ صاف کروادو۔ اس زمانہ کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جو بیت الخلاء ہوتے تھے وہ آج کل کے فلش کی طرح نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ صفائی کر دی گئی اور اس عورت نے کہا: تم ضرورت سے فارغ ہو جاؤ۔ مَیں اندر گیا اور حاجت پوری کی، پھر اپنا پائخانہ خود ہی اپنے ہاتھ سے لے کر اپنے جسم اور کپڑوں پر مَل لیا۔ جب باہر نکلا تو مجھے دیکھ کر وہ عورت ایک دم غصہ ہو گئی اور اس نے اپنی باندیوں سے کہا: یہ پاگل کہاں سے آ گیا؟ اس کو یہاں سے نکال دو، چناں چہ مجھے نکال دیا گیا۔ اس وقت میرے پاس ایک درہم تھا، میں نے اس سے ایک صابن خریدا، نہر پر گیا اور غسل کر کے کپڑے دھوئے اور سُکھا کر پہن لیے۔ رات کو جب سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ انسانی شکل کے اندر آیا اور مجھ سے کہا: میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں، اور جس طرح آج تو نے اپنے آپ کو گناہ سے بچایا؛ اس پر تمھیں جنت کی بشارت دی جاتی ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک خوشبو تھی جو اس نے یہ کہتے ہوئے میرے کپڑوں اور جسم پر مل دی کہ: جس طرح تم نے اس گناہ سے بچانے کے لیے اپنے آپ کو نجاست کے اندر ملوث کیا؛ قدرت کی طرف سے اس کا بدلہ یہ دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جب صبح اُٹھا ہوں تو مجھ میں سے یہ خوشبو آ رہی تھی، اور اس دن سے لے کر آج تک اسی طرح آ رہی ہے۔

ایک اور نوجوان کا قصہ

علامہ یافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک اور قصہ ذکر کیا ہے:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک نوجوان بڑا مالدار تھا، برائیوں اور بدکاریوں میں پیسہ خرچ کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایک عورت کے بچے فاقہ کا شکار ہونے کی وجہ سے پریشان تھے، ان کے یہاں تین دن سے فاقہ تھا، جب اس عورت سے اپنے بچوں کی تکلیف اور بھوک دیکھی نہیں گئی تو اس نے اپنی پڑوسن سے اچھا لباس لے کر پہنا اور گھر سے باہر نکلی، اس کو اس حالت میں دیکھ کر اس نوجوان نے اس کو اپنے پاس بلایا اور بدکاری کی خواہش کا اظہار کیا، اس عورت نے رونا شروع کیا اور کہا: جب تو نے مجھے بلایا تو میں سمجھی کہ میرے ساتھ کوئی بھلائی کا سلوک کرے گا، لیکن تو میرے ساتھ بدکاری کرنے کی بات کرتا ہے؟ میں ایسی عورت نہیں ہوں، دراصل میرے بچے تین دن سے بھوکے ہیں، ان کی بھوک مجھ سے دیکھی نہیں گئی، اس لیے مجبور ہو کر مانگنے کے واسطے میں گھر سے باہر نکلی ہوں۔ اس نوجوان نے اس کو کچھ پیسے دیدیئے، اور اس کو آج تک کی اپنی حرکتوں پر ندامت ہوئی اور اس نے توبہ کی۔

اس کی یہ عادت تھی کہ جو بھی گناہ کرتا تھا، اپنی ایک کاپی میں اس کو لکھ لیا کرتا تھا آج جب اپنے گھر آیا اور اپنی ماں کو یہ واقعہ بیان کیا، تو اس کی ماں بہت خوش ہوئی کہ آج تک تو میں تجھے روکتی تھی، لیکن تو باز نہیں آتا تھا، آج تو نے ایک اچھا کام کیا ہے؛ اس کو بھی اپنی کاپی میں لکھ لے۔ اس نے کہا: کاپی گناہوں سے بھر چکی ہے، اور کاپی میں جگہ نہیں ہے۔ اس کی ماں نے کہا: حاشیہ میں ہی لکھ لے۔ ماں کا اصرار تھا اس لیے حاشیہ میں لکھ لیا، اور جب رات کو سویا تو اپنی حالت پر ندامت کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے سویا۔ صبح کو جب اٹھا تو پوری کاپی سفید تھی، اور صرف وہی ایک واقعہ – جو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حاشیہ پر لکھا ہوا تھا۔ موجود تھا، اور اس کے اندر آیت لکھی ہوئی تھی: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ (سورۂ ہود: ۱۱۴) نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک دامنی

بہر حال! یہ عفت اور پاک دامنی ایک ایسا وصف ہے جو اسلامی تعلیمات میں بہت اہم مقام رکھتا ہے، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ ہمارے دورِ اول میں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم جب ملکوں کو فتح کرنے کے لیے نکلے، تو ان کو باز رکھنے کے لیے دشمنوں کی طرف سے جو مختلف تدابیر اور سازشیں کی گئیں، ان میں ایک تدبیر یہ بھی تھی کہ نوجوان حسین لڑکیوں کو ان کے سامنے پیش کیا گیا؛ لیکن وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنی نگاہوں کو نیچا رکھتے ہوئے وہاں سے گزر گئے اور اپنی حفاظت کرلی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پچھلی مجلس میں بتلایا تھا کہ اسلام نے جہاں زنا، بدکاری اور فواحش سے منع کیا ہے، وہیں اس کے اسباب سے بھی روکا ہے، اور اسی کے ذیل میں یہ عنوان ہے: پرائی عورت اور بے ریش (بے داڑھی) حسین لڑکے کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

محرم اور نامحرم عورتیں

عورتوں کی دو قسمیں ہیں: ایک نامحرم ہوتی ہے، اور دوسری محرم ہوتی ہے۔ محرم: وہ عورت کہلاتی ہے جس کے ساتھ زندگی کے کسی بھی مرحلے میں نکاح درست نہ ہو، ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو۔ جیسے: ماں، دادی، نانی، بیٹی، بہن، پوتی، نواسی، بھتیجی، بھانجی، وغیرہ؛ یہ سب عورتیں "محرم" کہلاتی ہیں، اور ان سے پردہ بھی نہیں ہے۔ اور جس عورت کے ساتھ زندگی کے کسی بھی مرحلے میں نکاح حلال ہو- چاہے ابھی کسی وجہ سے حلال نہ ہو- اسے "نامحرم" کہتے ہیں۔ جیسے: ایک عورت کسی دوسرے مرد کے نکاح میں ہے، تو ایک آدمی کے نکاح میں ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ دوسرے کا نکاح درست نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ طلاق دیدے اور عدت گزر جائے، اور کوئی دوسرا رشتہ نہیں ہے تو اس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زندگی کے کسی بھی مرحلے میں جس عورت کے ساتھ نکاح درست ہو، ایسی عورت کو "نامحرم" کہتے ہیں اور اس کو بلاضرورتِ شرعیہ دیکھنا حرام ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

معاشرہ میں پھیلا ہوا ایک بڑا گناہ

عورتوں میں چند رشتے ایسے ہیں جن کو ہمارے معاشرہ میں نا محرم ہونے کے باوجود محرم سمجھا جاتا ہے، جیسے: چچی اور ممانی۔ چچی، یعنی چچا کی بیوی، اور ممانی، یعنی ماموں کی بیوی۔ تو چچی اور ممانی نا محرم ہیں ۔اس وقت وہ چچا کے نکاح میں ہے؛ لیکن چچا اگر طلاق دیدیں اور ان کی عدت گزر جائے اور دوسرا کوئی رشتہ نہ ہو؛ تو اس صورت میں چچی کے ساتھ نکاح درست ہوگا۔ یہی حال ممانی کا بھی ہے۔ اسی طرح چچا کی لڑکیاں (چچا زاد بہنیں) ماموں کی لڑکیاں (ماموں زاد بہنیں) پھوپھی کی لڑکیاں (پھوپھی زاد بہنیں) خالہ کی لڑکیاں (خالہ زاد بہنیں) ان چاروں قسم سے بھی ہمارے سماج اور معاشرہ اور ہماری سوسائٹی میں پردے کا اہتمام کیا نہیں جاتا؛ حالاں کہ یہ بھی نا محرم ہیں اور ان سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے؛ بلکہ ان سے تو ملنے جلنے کی نوبت زیادہ آتی ہے، اس لیے ان سے تو پردہ کرنا اور زیادہ ضروری ہے۔ ہاں! پھوپھی اور خالہ محرم ہیں۔

جن کے شوہر سفر میں ہوں

حدیثِ پاک میں آتاہے، نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”وَ لَاتَلِجُوْاعَلَی الْمُغِیْبَاتِ“ (مشکوۃ شریف:۲۶۹) ایسی عورتیں جن کے شوہر غیر حاضر ہوں، سفر میں ہوں؛ ان کے پاس مت جایا کرو؛ کیوں کہ ان کے شوہروں کی غیر حاضری کی وجہ سے ان کی طبیعتوں کے اندر بھی کشش اور طبعی میلان پیدا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوتا ہے، ایسی عورتوں کے پاس آدمی جب تنہائی میں جاتا ہے تو نفس اور شیطان بھی آدمی کو گناہ کے لیے اُبھارنے کا کام کرتے ہیں، اور وہاں اسباب زیادہ ہیں اور کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔

کسی نے پوچھا: ''یَارسولَ الله! (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) أَرَأَیْتَ الْحَمْوَ؟ قال: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ'' (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۳۹۳۴)

اے اللہ کے رسول! دیور (شوہر کے بھائی) کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: دیور تو موت ہے۔ یعنی جیسے موت سے بھاگا جاتا ہے، ایسے ہی دیور سے بھاگنا چاہیے۔ اس لیے کہ پرائے آدمی کو برائی کے اندر مبتلا ہونے کے لیے تدبیریں بھی کرنی پڑیں گی، اور یہ تو گھر کا فرد ہے ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے''۔ خدا نہ کرے اگر آنکھ لڑ گئی اور برائی میں مبتلا ہو گئے تو زندگی بھر برائیاں ہوتی رہیں گی اور پتہ بھی نہ چلے گا، اور بقول اکبر الٰہ آبادی:-

پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا
جسے سمجھتے تھے بیٹا؛ وہ بھتیجا نکلا

جیسا معاملہ ہو جائے گا۔

یہ چیز پاکیزگی کا ذریعہ ہے

بہر حال! شریعت نے پردہ اور ''غَضِّ بَصَر'' کا بھی حکم دیا۔ اسی سلسلہ میں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے پہلی آیت پیش کی ہے: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ، ذٰلِكَ اَزْكٰى

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لَهُمْ﴾(النور:۳۰) ”اے نبی! آپ ایمان والے مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا کریں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ چیز ان کے لیے پاکیزگی کا ذریعہ ہے“ اور آگے فرمایا:﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (النور:۳۱)”اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں“۔

دیکھئے! قرآنِ پاک کا عام مزاج اور دستور یہ ہے کہ جب کوئی حکم دیا جاتا ہے تو اس میں سب کو ایک ساتھ خطاب کیا جاتا ہے، مردوں کو الگ اور عورتوں کو الگ خطاب نہیں کیا جاتا، جیسے:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾”اے ایمان والو“ کہہ دیا،اس میں مرد بھی آگئے اور عورتیں بھی آگئیں۔ لیکن یہ ایک حکم ایسا ہے جس میں مردوں کو الگ مخاطب کیا گیا اور عورتوں کے لیے الگ آیت نازل فرمائی ہے۔ اس سے اس حکم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نگاہوں کو نیچا رکھنے کا حکم کتنا اہم ہے۔

بد نظری کی وجہ سے چہرے کا نور ختم ہو جاتا ہے

نبی کریم ﷺ یہاں فرماتے ہیں:”لَتَغُضُّنَّ أَبْصَارَكُمْ وَلَتَحْفَظُنَّ فُرُوْجَكُمْ أَوْ لَيَكْسِفَنَّ اللهُ وُجُوْهَكُمْ “(الترغیب:۳/۲۵)”اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو؛ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کا نور ختم کردے گا“۔”کسوف“ سورج گرہن کو کہتے ہیں، جیسے سورج کو گرہن لگ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جاتا ہے تو اس کا نور ختم ہو جاتا ہے اسی طرح جو آدمی بد نظری میں مبتلا ہوتا ہے وہ چاہے کیسا ہی حسین ہو، لیکن اس کے چہرے پر رونق نہیں ہوتی۔

بد نگاہی سے بچنا ہی پڑے گا

آج بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بد نظری کا گناہ ایسا عام ہو چکا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ،اور مصیبت یہ ہے کہ دورِ حاضر کی جو تہذیب ہے -عام بے حیائی فحاشی، عریانی، عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنا-اس کے نتیجے میں بقول مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم ”آنکھوں کو پناہ ملنی مشکل ہے“ یعنی آدمی باہر جائے تو آنکھوں کا بچانا مشکل ہو گیا ہے؛لیکن جس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنی ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے دل میں بٹھانا ہو، اپنے دل کی اصلاح مقصود ہو اور اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنا مطلوب ہو؛تو اس کو بد نگاہی سے بچنا ہی پڑے گا۔

بد نظری کے ساتھ قلب کی اصلاح نہیں ہو سکتی

بزرگوں نے لکھا ہے کہ: تمام صوفیاء کا اتفاق ہے کہ بد نظری کے ساتھ قلب کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔حالاں کہ اس سے بھی بڑے بڑے دوسرے گناہ ہیں، لیکن یہ گناہ ایسا ہے کہ اس کی نحوست کی وجہ سے جب تک وہ بد نظری کے اندر مبتلا رہتا ہے اس کا قلب کبھی سدھر نہیں سکتا، آدمی کے دل کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم اور استوار ہو ہی نہیں سکتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی کے اندر لکھا ہے کہ: بہت سے ذاکرین ایسے ہیں کہ ذکر کرنے کے نتیجے میں ان کے دلوں میں نور پیدا ہوا؛ لیکن بدنظری کا شکار ہوئے اور اس سے محروم کردیئے گئے۔

عبادت کی لذت کیوں حاصل نہیں ہوتی؟

آج کل ہم لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں، تسبیحات کا اہتمام کرتے ہیں، دیگر ساری چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں؛ لیکن نماز، تسبیحات اور تلاوت کی جو لذت ہمیں حاصل ہونی چاہیے؛ وہ نہیں ہوتی۔ اس کی جو مختلف وجوہات ہیں ان میں سے ایک بڑی وجہ یہی "بدنظری" ہے۔

بڑا خطرناک روگ

گویا بدنظری ایک بڑا خطرناک روگ ہے، اور ایسا روگ ہے کہ لگنے کے بعد آسانی سے جانا بھی مشکل ہے۔ ایک آدمی زناکاری کرے تو زناکاری کے لیے کچھ اسباب بھی ہونے چاہیے، مثلاً: جسم میں قوت چاہیے، لیکن بقول حکیم الامت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ): بدنظری ایسی بیماری ہے کہ قبر میں پاؤں لٹکے ہوئے ہیں، آدمی بوڑھا ہوچکا ہے؛ پھر بھی نہیں جاتی۔ بوڑھے بوڑھے بھی بھانپو (نظرباز) بنے ہوئے ہیں، ذرہ برابر حیا اور مروت نہیں رہی، اور اس کو گناہ بھی نہیں سمجھتے، اس گناہ کی شناعت وقباحت اور برائی دلوں سے نکل چکی ہے۔ کسی جگہ بیٹھے ہیں اور ماں بیٹیاں گزر رہی ہیں تب بھی دیکھنے میں ذرا باک نہیں سمجھا جاتا۔ اور یہ گناہ ایسا ہے کہ آدمی چپکے سے کرلے تو کسی کو پتہ بھی نہ چلے بقول حضرت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حکیم الامت (رحمۃ اللہ علیہ): ”مولوی صاحب؛ مولوی صاحب رہے۔ قاری صاحب؛ قاری صاحب رہے“ مطلب یہ ہے کہ اس گناہ کو کرتے ہوئے عام طور پر کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

بہر حال! یہ بڑا خطرناک روگ ہے، اسی لیے اس گناہ سے خاص طور پر روکنے کے لیے گویا باری تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے اندر علاج بتایا ہے:﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾(المؤمن:۱۹) اس علاج کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

اعضاءِ بدن اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں

﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾(بنی اسرائیل:۳۶) بے شک کان اور آنکھ اور دل؛ یہ سب کے سب وہ اعضاء ہیں جن کی کارگزاری کے متعلق اللہ تعالیٰ کے یہاں سوال کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا، جسم عطا فرمایا اور جسم میں مختلف صلاحیتوں والے مختلف اعضاء ہمیں نصیب کیے۔ دیکھنے کے واسطے آنکھ دی، سننے کے واسطے کان دیئے، بولنے کے لیے زبان دی، پکڑنے کے لیے ہاتھ دیئے، چلنے کے واسطے پاؤں عطا کیے، کھال کے اندر احساس کا مادہ رکھا کہ گرمی سردی وغیرہ کو ہم محسوس کرسکتے ہیں، سوچنے کے لیے دماغ دیا، دل کے اندر جذبات پیدا فرمائے، جسم کے اندر مختلف قسم کی یہ مشینیں قدرت کی طرف سے فِٹ (Fit) کی گئی ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانتیں ہیں، انسان ان چیزوں کا مالک نہیں ہے؛ بلکہ یہ سب کچھ اللہ کی مِلک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں، ہمیں ایک وقتِ مقررہ تک ان کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے،اور یہ ہمارے پاس عاریت اور مانگے کی چیزیں ہیں ، ہم ان کو مالک کی ہدایتوں کے مطابق ہی استعمال کریں، جہاں جہاں استعمال کرنے کا حکم دیا ہے وہاں ان چیزوں کو ہمیں استعمال کرنا ہے،اور جہاں استعمال کرنے سے منع کیا ہے ان سے ہمیں اپنے آپ کو باز رکھنا ہے۔

بدنظری کیوں منع ہے؟

"آنکھ" اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے،اس کے ذریعہ جو مناظر دیکھے جاتے ہیں اس کی وجہ سے آدمی کے دل کے اندر مختلف قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، انہیں آنکھوں کے ذریعہ اگر ہم نے کعبۃ اللہ کو دیکھا تو اس وقت ہمارے دل کے جذبات اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت ہوتی ہے،اور ایسے عمدہ اور اعلیٰ جذبات پیدا ہوتے ہیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے،اور آدمی خواہش مند ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ چیزیں نصیب کرے۔ جب ماں باپ کو،اپنے بڑوں کو،اساتذہ کو اور اہل اللہ کو ہم دیکھتے ہیں ؛ اس وقت دل کی کیفیت کچھ الگ ہوتی ہے۔ بیماروں ، دکھیوں اور پریشان لوگوں کو جب ہم دیکھتے ہیں،اور یہ مناظر اور تصویریں آنکھ کے ذریعہ ہمارے دل و دماغ تک پہنچتی ہیں تو ہمارے جذبات کے اندر رحم کا مادّہ اُبھر آتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کریں،ہماری طرف سے کوشش ہوتی ہے کہ ان کو ہم اپنی طرف سے جیسی بھی راحت پہنچا سکتے ہوں؛ پہنچائیں۔ جب ہم کسی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کو دیکھتے ہیں کہ وہ کسی کے ساتھ ظلم کر رہا ہے، ظالمانہ طور پر بے جا پٹائی کر رہا ہے، جب ہم اس منظر کو دیکھتے ہیں اور یہ تصویر آنکھ کے ذریعہ سے دل ودماغ میں پہنچتی ہے تو جس کے ساتھ ظلم کیا جارہا ہے اس کے ساتھ جذبۂ ترحم (رحم کھانے کا جذبہ) اور ظلم کرنے والے کے ساتھ جذبۂ تنفر (نفرت کرنے کا جذبہ) ہمارے نفس کی کیفیت ہوتی ہے۔ اسی طرح اجنبی عورتوں اور حسین چہروں کے اوپر جب نظر پڑتی ہے اور یہ مناظر دل ودماغ میں پہنچتے ہیں تو شہوت کے جذبات بھڑک اُٹھتے ہیں جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اُبھارتے ہیں اور اپنی شہوت کو پورا کرنے کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سارے مناظر اور تصویریں جب آنکھ کے ذریعہ سے دل ودماغ کے اندر پہنچ گئیں تو ایسا نہیں ہے کہ اس کا کوئی اثر نہیں ہوا، بلکہ ان مناظر اور تصویروں کے دل ودماغ پر مختلف اثرات ہوتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ ہماری یہ آنکھیں ایسا کیمرہ ہیں جس کے ذریعہ منتقل ہونے والے مناظر اور تصویریں اندر جاکر اپنا اثر دکھلاتی ہیں، اور انہی اثرات کے مطابق شریعت کی طرف سے ہمیں دیکھنے اور نہ دیکھنے کے متعلق ہدایتیں دی گئی ہیں۔ بعض چیزوں کے دیکھنے کی ترغیب دی گئی، اور بعض چیزوں کے دیکھنے سے روکا گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آنکھ عجیب وغریب نعمت

آنکھ اللہ تعالیٰ کی ایسی عجیب وغریب نعمت ہے کہ جس کے پاس یہ نعمت نہیں ہے اس سے ہم پوچھیں کہ بھائی! یہ کیسی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے؟ حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: سائنس دانوں کی تحقیق ہے کہ آنکھ کے اندر اللہ تعالیٰ نے اعصاب اور سنایو(Snayu) رکھے ہیں، آدمی جب اندھیرے سے روشنی میں آتا ہے اور روشنی سے اندھیرے میں جاتا ہے تو آنکھیں پھیلتی ہیں اور سکڑتی ہیں، اس پھیلنے اور سکڑنے میں ایک لمحہ کے اندر وہ نو میل کی مسافت طے کرلیتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔

نگاہِ محبت سے دیکھنے کی فضیلت

بہرحال! ان مناظر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف وعدے اور وعیدیں ہمیں دئے گئے ہیں۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے: شوہر اگر اپنی بیوی کو نگاہِ محبت سے دیکھتا ہے، بیوی اپنے شوہر کو نگاہ محبت سے دیکھتی ہے؛ تو اللہ تعالیٰ دونوں کو نگاہ رحمت سے دیکھتے ہیں۔ (التدوین للرافعی: ۲/ ۴۷)

نگاہِ محبت سے منع نہیں کیا گیا؛ لیکن ہر جگہ نہیں، بلکہ جہاں کرنی چاہیے؛ وہاں کرو۔ آج کل تو معاملہ اُلٹا ہو گیا، بیوی سامنے آرہی ہے تو اس سے نفرت کررہے ہیں اور اجنبی عورت آرہی ہے تو اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے متعلق دل میں رحمت اور محبت کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔ جس سے روکا گیا ہے وہ ہو رہا ہے، اور جو کرنا ہے اس سے اپنے آپ کو بچا رہے ہیں۔

گھر بیٹھے حج مبرور کا ثواب

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مطیع اور فرمانبردار بیٹا (ماں باپ کی بات ماننے والا، ان کو راحت پہنچانے والا، جس کے دیکھنے سے ماں باپ بھی خوش ہوتے ہوں) جب ماں باپ کو نظرِ رحمت اور مہربانی کے جذبات سے دیکھتا ہے؛ تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر ایک نظر پر حجِ مبرور کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ جب کبھی کوئی ایسا انعام ظاہر ہوتا ہے جو بہت معمولی کام پر کیا گیا ہو، اور یہ اندیشہ ہو کہ یہ کام تو بہت سب لوگ کریں گے؛ تو انسانوں کا حال تو یہ ہے کہ انعام کو گھٹا دیتے ہیں، مثلاً: پہلے کو ملے گا، دوسرے کو نہیں ملے گا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "وَلَوْفِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ" اللہ کے رسول! اگر کوئی آدمی ایک دن میں سو مرتبہ اپنے ماں باپ کو نظرِ رحمت سے دیکھے؟ (تب بھی یہی انعام ہے؟) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "نَعَمْ! اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ" (مکارم الاخلاق للخرائطی، حدیث نمبر: ۲۱۵) جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی اور پاکیزہ ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ گھر بیٹھے بیٹھے بھی حجِ مبرور کا ثواب لے سکتے ہیں، کوئی آدمی دن میں سو مرتبہ دیکھے گا تو سو حج مبرور کا ثواب ملے گا۔ ہمیں کہیں عمرہ کرنے کے لیے جانے کی ضرورت نہیں، گھر بیٹھے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بدنظری کے حرام ہونے کی ایک مثال سے وضاحت

مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ ان مختلف مناظر کے اپنے اثرات ہیں، اور انہی اثرات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کو دیکھنے اور نہ دیکھنے کے احکام دیئے ہیں کہ فلاں چیز آپ دیکھ سکتے ہیں، فلاں چیز آپ نہیں دیکھ سکتے۔ بیمار آدمی جس کو ہارٹ (Heart) کا حملہ ہوا ہو، اور وہ اسپتال میں ہو، جب لوگ اس کو ملنے کے لیے جائیں گے تو ڈاکٹر پہلے سے ہدایت کر دیں گے کہ دیکھو! کوئی اس کے سامنے آنسو مت نکالیو، اگر کسی نے اس کے سامنے اپنی آنکھیں ڈبڈبائیں تو اس کے دل پر اثر ہوگا، پھر کہیں اٹیک (Attack) نہ آجائے۔ اور ایسا آدمی جس کے متعلق یہ خطرہ ہو کہ وہاں جاکر آہ وواویلا کرے گا اس کو جانے ہی نہیں دیا جاتا۔ اسی طرح جو چیزیں تمہارے دین اور ایمان کے لیے خطرہ بن سکتی ہیں ان تمام چیزوں سے منع کر دیا گیا۔ نامحرم عورتوں اور بے ریش لڑکوں کو دیکھنے سے بھی اسی وجہ سے منع کیا گیا ہے۔

مردوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ

عام طور پر شیطان دنیا کے اندر جو فتنہ وفساد پھیلاتا ہے اس کا ایک بڑا ہتھیار آوارہ اور بدکار عورتیں ہیں۔ شیطان ان کو اپنے جال کے طور پر استعمال کرتا ہے، بخاری شریف کی روایت ہے، نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ“ (بخاری شریف)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

”میرے بعد میں نے مردوں کے حق میں سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ عورتوں سے بڑھ کر نہیں چھوڑا“ یہ ایک ایسا فتنہ ہے کہ اس کی وجہ سے اچھے اچھے لوگ پھنس جاتے ہیں۔

اسی لیے حضور اکرم ﷺ ایک مرتبہ عورتوں کو نصیحت فرمارہے تھے، تو آپ نے فرمایا: ”مَارَأَیْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِیْنٍ أَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاکُنَّ“ (بخاری شریف: ۱/۴۴) دین اور عقل کے اعتبار سے ناقص شخصیت کو سمجھ دار اور تجربہ کار آدمی کی عقل اُٹھالے جانے والا تم سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ عقل کے اعتبار سے مرد کے مقابلہ میں کم؛ لیکن بڑے بڑے دانا اور تجربہ کاروں کی عقلوں کو اُڑا کر لے جاتی ہیں۔

بہر حال! ان فتنوں سے بچانے کے لیے ہمیں شریعت نے حکم دیا ہے کہ نگاہوں کو نیچا رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آنکھ دی، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے ہم ہر چیز دیکھتے رہیں؛ بلکہ جن چیزوں کو دیکھنے سے منع کیا گیا ہے (یعنی نامحرم عورتیں) اس سے بچنا چاہیے۔ حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ حسین چہروں کو دیکھ لیا، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی حسین عمارت دیکھ لی؛ حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو کیا حال ہو ...

بعض روایتوں میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ نَظَرَ إِلٰى مَحَاسِنِ إِمْرَأَةٍ يُلْقَ الْآنُكُ فِيْ عَيْنَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (نصب الرایۃ) جس نے کسی عورت کے حسن کو دیکھا تو قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ آج اگر ایک چھوٹا سا تنکا یا ڈھول کا ایک چھوٹا سا ذرہ ہماری آنکھ میں جاتا ہے، تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں۔ یا ذرا سا پانی چلا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے کیسی حالت ہو جاتی ہے، اور گرم پانی گر جائے تو پھر کیا حال ہو؟ لیکن بد نظری کی سزا میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا (اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے)

گناہوں سے بچنے کا نسخہ

اس لیے نگاہوں کے غلط استعمال پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کو یاد کر لینا چاہیے اور ان کا استحضار ہونا چاہیے۔ جرائم کے اوپر جو سزائیں وارد ہوئی ہیں اگر آدمی ان کو سامنے رکھے تو اس کے لیے جرائم سے رُکنا آسان ہو جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زہریلا تیر

حدیثِ پاک میں آتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَلنَّظْرُ سَھْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْس، مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ أَبْدَلْتُہٗ اِیْمَاناً یَجِدُ حلاوۃً فِیْ قَلْبِہٖ" (المعجم الکبیر للطبرانی:۱۰/۱۷۳) نگاہ؛ شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔ پہلے زمانے میں تیر چلائے جاتے تھے تو پہلے سے اس کو زہر میں ڈبویا جاتا تھا، اس لیے کہ زہر میں بجھایا ہوا نہ ہو، اور خراش لگ جائے تو وہ خراش اچھی ہو سکتی ہے؛ لیکن زہر میں بجھائے ہوئے تیر کی خراش بھی اگر لگ جائے تو وہ جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ شیطان جن تیروں سے انسانوں کا شکار کرتا ہے ان میں ایک آدمی کی اپنی نگاہیں بھی ہیں۔

یہ ایسا تیر ہے جو خود کو پہلے زخمی کرتا ہے

علامہ ابن قیم (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: آدمی جب نامحرموں کو دیکھتا ہے تو اس کی یہ نگاہ دوسرے پر کوئی اثر ڈالے اس سے پہلے خود اس کے لیے مہلک ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایسا تیر ہے جو دیکھنے والے ہی کو پہلے لگتا ہے، اسی لیے نگاہ کی حفاظت کا ہمارے اکابر نے بڑا اہتمام کیا۔ نگاہ کی حفاظت کے سلسلہ میں ہمارے اکابر کتنا اہتمام کرتے تھے اس کو مَیں ابھی بتلاتا ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کتنا بڑا وعدہ ہے

پھر آگے کتنا عظیم وعدہ کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا: جو آدمی بد نظری کو میرے ڈر کی وجہ سے چھوڑ دے گا، یہ سوچ گا کہ میری اس بد نظری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے، تو مَیں اس کے اس عمل پر معاوضہ کے طور پر ایمان کی وہ کیفیت عطا کروں گا جس کی مٹھاس اور شیرینی وہ اپنے دل کے اندر محسوس کرے گا۔ بھائی! اگر یہ شیرینی لینی ہے تو اس کے لیے تھوڑا مجاہدہ تو کرنا ہی پڑے گا، محنت تو برداشت کرنی ہی پڑے گی۔ کتنا بڑا وعدہ ہے!

طاعت کی لذت سے محروم

اس سے ہم استدلال کرسکتے ہیں کہ جو لوگ اس بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں وہ ایمان کی مٹھاس سے محروم ہو جاتے ہیں، ان کو عبادت اور طاعت کی لذت نصیب نہیں ہوتی۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا: جو آدمی بد نظری میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ طاعت کی لذت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ دوسرے بہت گناہ ہیں لیکن ان پر ایسی سخت وعید نہیں آئی ہے۔ حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: لوگ اس گناہ کو ایسا ہلکا سمجھ بیٹھے ہیں کہ کرنے کے بعد اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گناہ ایک آگ ہے

پھر دوسرے گناہ تو ایسے ہیں کہ آدمی اگر ان کو کئی مرتبہ کرلے تو ان سے دل اُچاٹ ہو جاتا ہے۔ مثلاً: شراب نوشی ہے، دو بوتل، تین بوتل، چار بوتل پئے گا؛ اور کتنی پئے گا؟ آخر تو رُکے گا؟ اسی طرح زنا کا ارتکاب ہے؛ تو زنا کب تک کرے گا؟ جب تک اس کی قوت ساتھ دے گی، آخر کار تو اس کی ٹانگیں ڈھیلی ہو جائیں گی۔ ہر گناہ کا یہی حال ہے کہ ایک حد پر اس کی انتہاء ہو جاتی ہے؛ لیکن بد نظری ایسا گناہ ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں، یہ تو مسلسل چلتی رہتی ہے، ایک گھنٹہ تو ایک گھنٹہ، دو گھنٹے تو دو گھنٹے تک بیٹھے ہوئے ہیں اور گزرنے والی عورتوں پر نظر پڑ رہی ہے اور اپنے زعم میں لطف اور لذت اُٹھا رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! یہ لذت نہیں ہے؛ بلکہ آگ ہے آگ۔ یہ مناظر جو اندر محفوظ ہو رہے ہیں ؛ بعد میں پھر وہی یاد آتے ہیں اور ستاتے ہیں۔ نماز کے لیے جب کھڑے ہوتے ہیں، یا دوسرے کام میں لگے ہوتے ہیں؛ تو یہ ساری چیزیں سامنے آتی ہیں اور آدمی کو پریشان کرتی ہیں۔

بے چینی سے بچنے کا سستا سودا

حضرت اقدس تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) سے کسی نے پوچھا: بد نظری کے لیے آنکھیں بہت کوشش کرتی ہیں، جب کوئی عورت سامنے سے گزر رہی ہوتی ہے تو دل یوں کہتا ہے کہ ذرا دیکھ لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ بغیر تمہارے دیکھے وہ گزر جائے اور پتہ نہیں کیسی حسین ہو گی، ذرا ایک نظر دیکھ لو تاکہ افسوس نہ رہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائے، اور اسے دیکھے بغیر دل مانتا ہی نہیں۔ دل میں ایک طرح کی بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت نے پوچھا: یہ بے چینی کتنی دیر رہتی ہے؟ کہا: تھوڑی دیر؛ تین چار منٹ رہتی ہے، جب وہ عورت گزر جاتی ہے تو وہ بے چینی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت نے پوچھا: اچھا! اگر اس کو دیکھ لیا اور اس کی تصویر دل کی میمری (Memory) میں اتر گئی، تو اس کے بعد اس کا خیال بار بار آتا ہے نا؛ وہ کتنا رہتا ہے؟ اس نے کہا: تین چار دن تک تو وہ جاتا ہی نہیں۔ اس پر حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: اگر تین چار دن کی اس بے چینی کے بدلہ میں تین چار منٹ کی بے چینی برداشت کرلی جائے؛ تو یہ سودا سستا ہے۔

سالکین کو خاص ہدایت

بہر حال! اس کی طرف خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے، یہ بڑا خطرناک گناہ ہے۔ مَیں نے پہلے بتلایا تھا کہ حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ”آپ بیتی“ میں لکھا ہے کہ جو ذاکرین ہیں، خاص کر راہِ سلوک میں لگے ہوئے ہیں، وہ اللہ کے ذکر کا سلسلہ شروع کرتے ہیں تو طبیعت میں ایک لذت اور جوش کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، لیکن بد نظری میں مبتلا ہوتے ہیں؛ تو وہ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔

نسبت کی تعریف اور ایک مثال سے اس کی وضاحت

نسبت؛ صوفیاء کی ایک اصطلاح ہے، یعنی آدمی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے ہر لمحہ اللہ کی یاد ہو، اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا تصور ہو، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وفرمانبرداری کا اہتمام ہو؛ اسی کو نسبت کہتے ہیں۔ پھر حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کو ایک مثال سے سمجھایا ہے۔ جیسے: دیہاتوں میں عورتوں کو دیکھا ہو گا کہ کنویں کے اوپر دو دو، تین تین، چار چار اور جماعت کی شکل میں سر کے اوپر گھڑے اور برتن لے کر پانی بھرنے جاتی ہیں اور آپس میں باتیں بھی کر رہی ہوتی ہیں، ہنسی مذاق بھی کر رہی ہوتی ہیں؛ لیکن ان کا دھیان ایک منٹ کے لیے بھی اپنے برتن سے نہیں ہٹتا۔ یا جیسے کوئی ڈرائیونگ کر رہا ہو تو ڈرائیونگ کرنے والا باتیں بھی کرتا ہے، ہنسی مذاق بھی کرتا ہے؛ لیکن اس کا دھیان ڈرائیونگ سے چوکتا نہیں۔

نسبت کے ختم ہونے کا ایک سبب

بزرگوں نے لکھا ہے کہ بہت ریاضتیں اور مجاہدے کرنے کے بعد آدمی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا ہوتا ہے اسی کو نسبت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ساری ریاضتیں وسارے مجاہدات اسی لیے کرواتے ہیں کہ نسبت پیدا ہو جائے، جیسے: کہا جاتا ہے کہ یہ صاحبِ نسبت بزرگ ہیں، یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا ہو چکا ہے۔ تو جو نسبت ریاضت اور مجاہدہ کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے وہ نسبت جن چیزوں سے ختم ہو جاتی ہے، اس کے کئی اسباب ہیں، ان میں ایک بڑا سبب "بدنگاہی" بھی ہے۔ گویا حاصل شدہ نسبت بھی بدنگاہی سے ختم ہو جاتی ہے۔ اسی لیے راہِ سلوک کی جو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رکاوٹیں اور موانع ہیں ان میں ایک بڑا مانع ”بدنگاہی“ ہے۔ دوسرا مانع ”حرام لقمہ“ ہے۔ اور تیسرا مانع ”غلط صحبت“ ہے۔ معلوم ہوا کہ بدنگاہی بڑی خطرناک چیز ہے اور اس کے بڑے نقصانات ہیں۔

بدنگاہی سے دونوں پر لعنت ہوتی ہے

اور یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا حقدار بناتی ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوۃ:۲۷۰) جو نامحرم کو غلط اور ناجائز نگاہ سے دیکھتا ہے، تو اس پر اور جس کو دیکھا جارہا ہے؛ دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔ اب سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ دیکھنے والے کے اوپر تو لعنت سمجھ میں آنے والی بات ہے؛ لیکن جس کو دیکھا جارہا ہے اس پر لعنت آخر کیوں کی گئی؟ تو اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضراتِ علماء نے لکھا ہے کہ جس کو دیکھا گیا ہے اس نے بھی تو اس بات کا اہتمام کیا تھا، اپنے آپ کو سنوارا تھا اور زیب وزینت اختیار کی تھی؛ تاکہ لوگ مجھے دیکھیں۔ جیسے: مرد جب لباس پہنتا ہے تو اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ عورتیں مجھے دیکھیں اور پسند کریں۔ اور عورتیں بھی جب زیب وزینت کرتی ہیں تو وہ یوں سوچتی ہیں کہ مرد ہمیں دیکھیں اور پسند کریں۔ گویا اس نے بھی اپنے آپ کو اس کے لیے پیش کیا تھا تو ظاہر ہے کہ اس کے دل میں بھی گناہ ہے، اس لیے اس پر بھی لعنت ہوئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لعنت کتنی خطرناک چیز ہے؟

اللہ تعالیٰ کی لعنت کتنی خطرناک چیز ہے! اس کا تو وجود بھی مصیبت بنتا ہے، اور آپ ﷺ نے لعنت سے بچنے کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے، ایک آدمی نے اپنے اونٹ پر کسی وجہ سے لعنت بھیجی۔ صرف اس کی زبان سے لعنت کا لفظ نکلا تو حضور ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا کہ اس اونٹ کو قافلہ سے الگ کر دو، لعنت والی چیز ہمارے ساتھ نہیں رہنی چاہیے۔ (مسلم شریف، حدیث نمبر:۲۵۹۵)

انسان کو دھوکہ دے سکتے ہیں؛ لیکن...

تو مَیں یہ عرض کر رہا تھا کہ قرآنِ پاک کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں متنبہ کر دیا کہ اپنی نگاہوں کے متعلق یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے متعلق سوال ہوگا۔ اب کوئی آدمی سوچے کہ سوال تو تب ہو جب اس کا پتہ بھی چلے، جیسا کہ باپ کی طرف سے بچے کو سوال تو اس وقت ہو جب کہ باپ کو پتہ بھی چلے کہ اس نے گڑبڑ کی ہے، تب ہی تو باپ گرفت اور مواخذہ کرے گا، اگر پتہ ہی نہ چلے تو پھر پکڑ کیسے کرے گا؟ تو آگے آیت لائے ہیں: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ (المؤمن:۱۹) آنکھوں کی خیانت کو وہ جانتا ہے۔ آنکھوں کی خیانت یہ ہے کہ کسی جگہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور اجنبی عورت آئی تو ایسا چپکے سے دیکھ لیا کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلا، جس کو کہتے ہیں کہ کھانچا مار دیا، گویا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سب کو دھوکہ دیدیا۔ تو کھانچامار کر تم انسانوں کو دھوکہ دے سکتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا ہے، کیوں کہ وہ تو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔

کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے؟

بدنگاہی سے بچنے کی تدبیر بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بتلائی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس تصور کو تازہ کرلو کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ: اگر آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہاں سے کوئی حسین عورت گزر رہی ہے؛ لیکن آپ کے ابّا موجود ہیں جو ٹکٹکی لگائے ہوئے آپ کو دیکھ رہے ہیں تو آپ اس کو نہیں دیکھیں گے، اس لیے کہ ابا دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح استاذ موجود ہیں جو آپ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کی نگرانی کر رہے ہیں، آپ ان کی نگاہوں کے سامنے ہیں، اور وہاں سے کیسی ہی حسین عورت گزر جائے تو اگرچہ جی بہت چاہ رہا ہو گا تب بھی استاذ کے موجود ہونے کا خیال کرتے ہوئے آپ اپنی نگاہیں نہیں اُٹھائیں گے۔ یوں سوچیں گے کہ اگر یہ دیکھ لیں گے تو وہ میرے متعلق کیا گمان کریں گے! ایسے ہی اگر پیر اور شیخ دیکھ رہے ہیں، تو ان کی موجودگی کا خیال کرتے ہوئے مرید بدنگاہی نہیں کرے گا۔ یہ تو بڑوں کی بات تھی، اگر اپنے سے چھوٹے وہاں موجود ہوں، جیسے: شاگرد استاد کو دیکھ رہے ہیں، یا مرید پیر کو دیکھ رہے ہیں یا بیٹا باپ کو دیکھ رہا ہے، تو استاذ، پیر اور باپ بدنگاہی نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کریں گے، وہ شرمائیں گے کہ شاگرد، مرید اور بیٹا میرے متعلق کیا سوچیں گے کہ عمر کی اس منزل میں پہنچ کر بھی یہ ایسی حرکتیں کرتے ہیں!

تو دیکھئے آدمی ان لوگوں سے شرم محسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو بد نگاہی سے بچاتا ہے، حالاں کہ اگر انہوں نے دیکھ لیا تو اس کی وجہ سے کیا نقصان ہوگا؟ کیا ان کے ہاتھوں میں ہماری دنیا اور آخرت کا کوئی اختیار ہے؟ ہماری عمر ان کے ہاتھ میں ہے؟ ہماری روزی ان کے ہاتھ میں ہے؟ بس اتنا ہے کہ وہ ہمیں برا سمجھیں گے، اس کے سوا اور کوئی نقصان ہونے والا نہیں ہے۔ نہ تو وہ ہماری تنخواہ کاٹ لیں گے، نہ ہماری روزی گھٹائیں گے، ہمارا کوئی معاملہ ان کے اختیار میں نہیں ہے، اس کے باوجود آدمی ان لوگوں کی موجودگی میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا ہے، اور جب کسی گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ تمام دروازے-جہاں سے کوئی اس کو دیکھ سکتا ہو-بند کرلیتا ہے؛ بلکہ چھوٹا بچہ بھی وہاں موجود ہو تب بھی گناہ نہیں کرتا ہے کہ بچہ دیکھ رہا ہے۔ حالاں کہ ہمارا تو عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں: ﴿اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی﴾ (اقراء:۱۴) ”کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے“ بزرگوں نے باقاعدہ اس آیت کا مراقبہ بتایا ہے۔ مراقبہ یعنی آدمی ہر وقت یہ سوچے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں ہوں۔ آج کل جگہ جگہ بورڈ لگائے جارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے، مَیں اللہ کی نگاہوں میں ہوں؛ تاکہ یہ تصور ہمارے دل ودماغ میں جم جائے اور ہر وقت یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک عمدہ مثال

اس بات کو ایک مثال سے سمجھئے کہ: اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ یہاں مسجد میں ہم اکیلے ہیں، لیکن یہاں کیمرے لگے ہوئے ہیں اور جہاں ان کیمیروں کی اسکرین ہے وہاں نگران بیٹھے ہوئے ہماری نگرانی کررہے ہیں، اور اس درمیان کوئی اجنبی عورت یہاں آجائے تو مسجد میں کسی کے موجود نہ ہونے کے باوجود ہم اپنے آپ کو بچائیں گے کہ ہماری (Watch) نگرانی ہورہی ہے، اسی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدنگاہی سے بچنے کی تدبیر بتلائی ہے: ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ (المؤمن:١٩) یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ تو نگاہوں اور آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے، اور جس وقت تم کسی کو دیکھ رہے ہوتے ہو اس وقت تمہارے دل میں کیا کیا خیالات آتے ہیں، اور تم کیا کیا سوچ رہے ہوتے ہو؛ اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے تو اس کا محاسبہ بھی کرے گا اور اس کی سزا بھی دے گا۔

تیرا رب گھات میں ہے

ہم لوگ انسانوں کو اسی وقت دھوکہ دیتے ہیں جب ان کی توجہ ہماری طرف نہ ہو، جب وہ اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہوں، تب ہم کھانچا مار دیتے ہیں، لیکن اگر کوئی ہمیں ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا ہو تو ہم سوچتے ہیں کہ یہ برابر ہماری طرف دھیان لگائے ہوئے ہے، ابھی موقعہ نہیں ہے۔ اسی بات کو اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آیت میں بیان فرمایا گیا ہے:﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (الفجر:۱۴) تیرا رب تیری گھات میں ہے۔ گھات کا مطلب یہ ہے کہ شکاری جس وقت شکار کرنے کے لیے شکار کی طرف بندوق تاکتا ہے اور نشانہ لیتا ہے، تو بندوق کی گولی چھوڑنے سے کچھ پہلے شکار کی طرف جو نگاہ ہوتی ہے؛ اس کو ''مرصاد'' کہتے ہیں۔ اس وقت ساری چیزوں سے بے حس و بے حرکت ہو کر اور سب چیزوں سے توجہ ہٹا کر شکار کی طرف پورا دھیان ہوتا ہے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتے ہیں لیکن یہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ گھات میں ہیں ،یعنی ہماری طرف پورے طور پر دھیان دیئے ہوئے اور متوجہ ہیں۔ اگر ہمارے دل و دماغ میں یہ تصور جم جائے؛ تو پھر کیا ہم بد نگاہی کریں گے؟ یہی وہ چیز تھی جس نے ہمارے اکابر واسلاف کو ان چیزوں کے معاملہ میں اتنا محتاط بنا دیا تھا کہ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حضورِ اکرم ﷺ کا عمل

خود نبی کریم ﷺ ان احکام پر کیسا عمل فرماتے تھے؟ علامہ یافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب قبیلہ عبد القیس (جو بحرین کا ایک قبیلہ تھا) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اس میں ایک بے ریش لڑکا تھا، نبی کریم ﷺ نے اس کو اپنے پیچھے بیٹھنے کا حکم دیا (کشف الخفاء:۲/۲۳۱) حالاں کہ حضور اکرم ﷺ تو معصوم اور پاک تھے؛ لیکن اپنے اس عمل سے اپنی امت کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سبق دینا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت داوٗد علیہ السلام کی قوم اس فتنے میں مبتلا ہو گئی۔(الترغیب والترہیب للیافعی)

اکابر و اسلاف کے واقعات وارشادات

امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس ایک "اَمرد" آیا۔(اَمرد کی تعریف یہ کی ہے کہ مونچھ کے کچھ ڈورے تو پھوٹ چکے ہوں، لیکن ابھی ڈاڑھی نہ آئی ہو، بہت چھوٹے بچے کو "اَمرد" میں شامل نہیں کیا ہے؛ بلکہ ایسا لڑکا کہ جس کی طرف عورتیں بھی رغبت رکھتی ہیں، جو لڑکا مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے فتنہ ہو؛ اس کو "اَمرد" سے تعبیر کیا ہے۔) تو ایک آدمی اپنے بے ریش لڑکے کو لے کر امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوا، امام صاحب نے کہا: آئندہ اس کو مت لانا۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! آپ اس کی اتنی تاکید کیوں فرمارہے ہیں؟ فرمایا: میرے اکابر نے مجھے یہی تاکید کی ہے کہ کبھی بھی بے ریش کو اپنے پاس نہ آنے دینا، اس سے اپنے آپ کو بچانا۔

حضرت سفیان ثوری (رحمۃ اللہ علیہ) بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ ایک مرتبہ حمام تشریف لے گئے تو حمام کے مالک نے پانی پہنچانے کی خدمت کے لیے کسی بے ریش کو بھیج دیا، انہوں نے کہا: جلدی سے اس کو یہاں سے نکالو، میں دیکھ رہا ہوں کہ عورت کے ساتھ تو ایک شیطان ہوتا ہے؛ لیکن اس کے ساتھ بارہ، تیرہ شیطان لگے ہوئے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حکم بن ذکوان (رحمۃ اللہ علیہ) بڑے بزرگوں میں گزرے ہیں، وہ فرماتے ہیں: بے ریش لڑکوں کی شکلوں اور صورتوں میں ایسی کشش ہوتی ہے جیسی کنواری لڑکیوں کے چہروں میں ہوتی ہے؛ بلکہ ان کے مقابلہ میں زیادہ ہی ہوتی ہے، اس سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ امام موصلی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: ایسے چالیس بزرگوں کو-جو قطب وابدال کے درجے پر تھے-مَیں نے دیکھا کہ وہ اس سے بہت بچنے کی تاکید کرتے تھے۔ **بہرحال! اپنے آپ کو بدنگاہی سے بچانے کا بہت اہتمام ہونا چاہیے۔**

آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہوتا ہے

حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ: آدمی جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے سامنے اللہ تعالیٰ سب احوال کھول دیتے ہیں؛ لیکن ایسے بندوں کا ظرف بھی اللہ تعالیٰ بڑا وسیع بنا دیتے ہیں، ان کے اندر اللہ کی شانِ ستاری کی جھلک آجاتی ہے، اس لیے وہ بندوں کی ان برائیوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی مجلس میں ایک آدمی حاضر ہوا جو بدنظری کرکے آیا تھا، حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے چہرہ دیکھ کر پہچان لیا؛ لیکن تنبیہ اس انداز سے فرمائی کہ لوگوں کو پتہ بھی نہ چلے، فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے کہ مجلس میں ایسی حالت میں آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اعلیٰ حضرت رائے پوری (رحمۃ اللہ علیہ) کا واقعہ

ہمارے حضرت مفتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) (۱) نے حضرت رائے پوری (رحمۃ اللہ علیہ) (۲) کا واقعہ سنایا تھا، حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت مفتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ہی کے حوالہ سے آپ بیتی میں بھی نقل کیا ہے کہ: ایک مرتبہ بڑے حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری (رحمۃ اللہ علیہ) وضو فرما رہے تھے، دو آدمی آئے، ایک تو آپ کا مرید تھا، دوسرا اس کے ساتھ آیا تھا، مرید کو دیکھ کر فرمایا: تمہارا تو کچھ بگڑا نہیں؛ سُستی چُستی آدمی کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ دراصل وہ مرید معمولات کی پابندی میں کوتاہی کرتا تھا۔ اور دوسرے کے متعلق فرمایا: ایک روگ اس کے دل کے اندر ہے، اور ایک آنکھ کے اندر ہے۔ دراصل وہ دوسرا آدمی بد نگاہی کا شکار تھا اور عقیدہ بھی بگڑا ہوا تھا۔

اور اس پر نگاہ پڑ جائے

ہمارے بزرگ اپنے آپ کو بد نگاہی سے بچانے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: جب دو گاڑیوں کا میل (Crossisng) ہوتا ہے (مثلاً: ایک گاڑی بمبئی جانے والی

(۱) فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی (رحمۃ اللہ علیہ) مراد ہیں۔

(۲) حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری (رحمۃ اللہ علیہ) مراد ہیں۔ مرتب۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور دوسری گاڑی احمد آباد جانے والی؛ دونوں سورت اسٹیشن کے ایک ایک پلیٹ فارم پر کھڑی ہوں) تو اگر مَیں کھڑکی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہوں تو سامنے کھڑی ہوئی دوسری گاڑی پر نظر نہیں کرتا؛ اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ دوسری گاڑی کی کھڑکی پر کوئی عورت بیٹھی ہوئی ہو، اور وہ یہ سمجھ کر کہ مجھے کوئی دیکھ نہیں رہا ہے، اپنا چہرہ کھلا ہوا رکھے اور اس پر میری نگاہ پڑ جائے۔

آج ہمارے اس زمانہ میں عورتوں کی بے حیائی اور راستوں پر ان کا بے پردہ چلنا اور آوارہ گردی عام ہو چکی ہے، اُس زمانہ میں اس طرح کھلے چہرے کے ساتھ ان کے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، بلکہ اُس زمانے میں عورتیں باہر نکلتی ہی نہیں تھیں۔

عورت چھپانے کی چیز ہے

حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے وعظ میں لکھا ہے کہ: بعض لوگ اپنی لڑکیوں سے ایسا پردہ کرواتے تھے کہ ان کے پڑوسیوں تک کو پتہ نہیں ہوتا تھا کہ اس کے گھر میں لڑکی ہے، جب شادی ہوتی تھی تو محلے والے کہتے تھے: اچھا! اس کے گھر لڑکی تھی؟ یعنی اس لڑکی کے وجود تک کا پتہ نہیں چلتا تھا، اس کو چھپا کر پردے میں رکھنے کا اتنا زیادہ اہتمام کیا جاتا تھا۔ اور آج کل تو بقول حضرت قاری صدیق صاحب باندوی (رحمۃ اللہ علیہ): یہ حال ہے کہ لڑکی صبح سے گھر سے غائب ہے، شام کو واپس آتی ہے لیکن گھر والوں کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں گئی تھی اور کیوں گئی تھی۔ لیکن اگر گھر کی مرغی تھوڑی دیر کے لیے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اِدھر اُدھر ہو گئی ہو تو سارے گھر والے - بوڑھے بھی، مرد بھی، عورتیں بھی - اس کی تلاش کرنے کے لیے نکلیں گے کہ مرغی غائب ہے، مرغی غائب ہے، مرغی غائب ہے، دیکھو کہاں چلی گئی۔ (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ حضرت کا جملہ نقل کر رہا ہوں) تو یہ ایک مزاج بن چکا ہے۔ آج ہمارے سماج میں اس کا کوئی اہتمام ہی نہیں رہا، حالاں کہ ہمارے بزرگوں کے یہاں اتنا زیادہ اہتمام تھا۔

حضور ﷺ کی حیاء

حدیثِ پاک میں حضورِ اکرم ﷺ کی شرم وحیاء کو بتلایا گیا ہے کہ حضور کے اندر شرم ایسی تھی جیسے کنواری لڑکی اپنے گھر کے اندر کوٹھری میں بیٹھی ہوئی ہو، اور اس پر شرم غالب ہو (شمائل ترمذی، ص:۲۴) اس حدیث کی شرح کرنے والے علماء نے لکھا ہے کہ: عام طور پر کنواری بچیوں کو گھر کے اگلے حصے میں بھی نہیں، بلکہ اندر کے چھوٹے کمرے میں رکھتے ہیں، جیسے: تجوری ہوتی ہے اور اس تجوری میں بھی چور خانہ ہوتا ہے، تو گھر اور گھر کے اندر بھی چھوٹا حجرہ ہوتا ہے۔ اُس زمانہ میں اتنا اہتمام ہوتا تھا کہ اندر کے کمرہ میں رکھا جاتا تھا۔ لیکن آج یہ بات نہیں رہی۔ آج تو جوان بچیوں کو اپنے ساتھ ہی لے کر نکلتے ہیں، اور وہ جوان لڑکی بے پردہ ہوتی ہیں، ان کے ماں باپ کے سامنے اجنبی لوگ اس کو دیکھ رہے ہوتے ہیں؛ لیکن اس پر ان کو غیرت بھی نہیں آتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہماری غیرت کہاں چلی گئی؟

علامہ ابن الحاج مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ”المدخل“ میں اپنے زمانہ کی مصری عورتوں کا حال لکھا ہے، حالاں کہ وہ تو آج سے پانچ چھ صدی پہلے کے عالم ہیں؛ لیکن عجیب بات ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہمارے اِس زمانہ کی عورتوں ہی کا حال لکھا ہے کہ: وہ اجنبیوں کے ساتھ دکانوں پر خریدی کرنے کے لیے جاتی ہیں، دکاندار سے باتیں کرتی ہیں۔ اور وہ چلتی ہیں تو اپنی لچک دکھلا کر اور کمر مٹکا کر چلتی ہیں، اور ان کے گھر والے، شوہر، ماں باپ ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، تب بھی انہیں کوئی غیرت نہیں آتی۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیزیں بڑی احتیاط کی ہیں۔ اور آج کا ماحول یہ ہے کہ آدمی کے لیے بچنا مشکل ہو گیا ہے۔

ہر آدمی کے لیے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کے لیے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جس میں وہ لا محالہ مبتلا ہو گا۔ آنکھ کا زنا نا محرم کو دیکھنا ہے، اس کی تشریح میں مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری زید مجدہٗ نے جو لکھا ہے وہ مجھے تو بہت پسند آیا کہ: ہر آدمی کی زندگی میں ایسے مواقع آتے ہیں جس میں ہو سکتا ہے کہ آنکھ کی بے احتیاطی ہو جائے، کان کی بے احتیاطی ہو جائے، زبان کی بے احتیاطی ہو جائے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کیسے زنا میں مبتلا ہوں گے؛ لیکن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہر آدمی کی زندگی میں ایسے مواقع آتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں مبتلا ہو جائے، اور آج کا جو ماحول ہے اس میں آنکھ کی بے احتیاطی سے کون بچ سکتا ہے؟ آپ چوراہوں پر دیکھئے، محلے میں دیکھئے، بازار میں دیکھئے، گھروں کے اندر اوٹوں کے اوپر دیکھئے، اور کمال تو یہ ہے کہ گھر کی دیواروں کے اوپر اور گھر کے اندر جو اخبار آتے ہیں اس پر دیکھئے، اور اگر کوئی اخبار نہ پڑھے تو استعمال کی چیزوں پر دیکھئے، مثلاً: سرمہ کی چھوٹی بوتل لے آئیں تو اس پر بھی عورت کی تصویر بنی ہوئی ہوتی ہے، اور نا محرم عورت کی تصویر کو دیکھنا بھی ایسا ہی گناہ ہے جیسا کہ زندہ عورت کو دیکھنا تو جب اس پر نگاہ پڑے گی تو اس میں مبتلا ہو ہی گیا۔ اب آدمی کتنا بچے گا؟ پھر بھی اللہ تعالیٰ جس کو توفیق دے اور وہ اپنی عفت اور پاک دامنی کی حفاظت کرتے ہوئے ان چیزوں سے بچنے کا اہتمام کرلے اور پھر بھی کوئی فروگذاشت (کوتاہی) ہوگئی تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلے، اپنے آپ کو آگے بڑھنے سے بچائے اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیدیتے ہیں۔

قابلِ تقلید طرزِ عمل

حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ: حضرت مولانا حافظ قمر الدین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے خلیفہ تھے، سہارنپور کی جامع مسجد کے امام تھے، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے تو ان کی جگہ پر امامت کے لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جایا کرتے تھے۔ اُس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زمانہ میں حضرت مولانا الیاس صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھاتے تھے۔ تو حضرت کا معمول یہ تھا کہ عصر کے لیے تشریف لے جاتے اور مغرب پڑھاکر واپس آتے، کبھی کبھی عصر کے وقت مَیں بھی ان کے ساتھ جاتا تھا اور مَیں نے بڑے اہتمام سے نوٹ کیا کہ حضرت جب گھر سے باہر نکلتے تو مسجد پہنچنے تک نگاہیں اپنے پاؤں کے اوپر ہی رہتیں، اور مسجد سے نکلتے تو مدرسہ کے دروازہ میں داخل ہونے تک نگاہیں پاؤں پر ہی رہتیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی جب باہر نکلتے تھے تو نگاہوں کو نیچا رکھنے کا پورا پورا اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا تقویٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب دامت برکاتہم کا ابھی جو دورہ ہوا تھا، تو ڈابھیل میں انہوں نے خود مجھے قصہ سنایا کہ: ان کے ایک ساتھی نے ان کو بتلایا کہ جب میں چھوٹا بے ریش اور اَمرد تھا، اس زمانہ میں ایک مرتبہ سہارنپور مدرسہ میں کسی کمرہ میں چوری ہوئی۔ اور جن پر شبہ ہوتا ہے ان لوگوں کی جیبوں کی بھی تلاشی ہوتی ہے تو جب جامہ تلاشی کی ضرورت پیش آئی، جب میری جامہ تلاشی کی نوبت آئی تو حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) (جو حضرت حکیم الامت (رحمۃ اللہ علیہ) کے اجلِ خلفاء میں تھے، اور حضرت قاری صدیق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جن کے خلیفہ تھے) نے اتنی زیادہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

احتیاط فرمائی کہ مجھ سے کہا: پہلے تم اپنی جیب جسم سے الگ کرلو، پھر میری جیب میں ہاتھ ڈالا، تاکہ جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے جسم کے ساتھ نہ لگے۔ یہ حضرات اپنے آپ کو بچانے کا اتنا اہتمام کرتے تھے۔

پہلی نظر معاف؛ مگر نقصان سے خالی نہیں

یہاں ایک مسئلہ اور ہے کہ اچانک کی نظر کو معاف رکھا گیا ہے۔ اور بہت سے لوگ پوچھتے ہیں کہ بلا قصد غیر اختیاری طور پر نظر پڑ جائے؛ تو ہم کیا کریں؟ بھائی! بلا قصد غیر اختیاری طور پر نظر پڑ گئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ فوراً نگاہیں نیچی کرلو؛ تب تو وہ معاف ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے، حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: "یَاعَلِیّ! لَاتُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الأُوْلىٰ وَلَيْسَتْ لَكَ الثَّانِيَة" (مشکوۃ شریف: ۲۶۹) اے علی! ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ مت ڈالو، اس لیے کہ پہلی میں تو کوئی نقصان (یعنی گناہ) نہیں ہے؛ لیکن دوسری میں گناہ ہے۔ اب ایسا تو نہیں ہے کہ ان حضرات کو یہ روایت معلوم نہیں تھی، یہ روایت تو ان لوگوں نے بھی پڑھی تھی؛ لیکن وہ حضرات اچانک نظر پڑنے کی بھی نوبت نہیں آنے دیتے تھے۔

اور بلا قصد کسی بھی عورت پر نظر نہ پڑے اس کا اہتمام اس لیے کرتے تھے کہ اچانک کی نظر اگرچہ گناہ کے اعتبار سے تو معاف ہے، لیکن اس کی وجہ سے اگر دل میں کوئی خیال بیٹھ گیا تو اس کے نقصان سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے: بھول سے زہر کھالیا تو گنہگار تو نہیں ہوگا؛ لیکن زہر اپنا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اثر تو کرے گا۔ وہاں مفتی صاحب سے مسئلہ پوچھیں گے کہ: مولوی صاحب! وہ تو یہ سمجھتا تھا کہ کوئی کھانے کی چیز ہے اور کھا گیا اور مر گیا؛ اس کو خودکشی کا گناہ ہوا، یا نہیں ؟ تو جواب ملے گا کہ گناہ تو نہیں ہو گا؛ لیکن جو نقصان پہنچنا تھا وہ تو پہنچ ہی گیا۔ اسی طرح بلا قصد کی نظر اگرچہ گناہ کے اعتبار سے معاف ہو؛ لیکن اس کے اثرات اپنا کام ضرور کریں گے، اس لیے اپنے آپ کو اس سے بچانے کا خصوصی اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔

مخلوط ملازمت کے بارے میں ایک سوال اور حضرت دامت برکاتہم کا تشفی بخش جواب

سوال:- سرکاری دفتروں میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی نوکریاں کرتی ہیں، ساتھ میں نوکری کرنے کی وجہ سے بات چیت بھی کرنی پڑتی ہے، اور چوں کہ وہ نامحرم ہیں، اس لیے گناہ میں شامل ہوں گے؟

جواب:-دیکھئے! آدمی اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کرلے اور ایک مرتبہ یہ طے کرلے کہ مجھے اپنے آپ کو بچانا ہے؛ تو پھر آسان ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی (رحمۃ اللہ علیہ)-جو حکیم الامت نوراللہ مرقدہٗ کے اجلِ خلفاء میں تھے- کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت پہلے وکیل تھے، وکالت کا پیشہ پسند نہیں کیا گیا تو اس کو چھوڑ کر ہومیو پیتھک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ڈاکٹر بنے۔ (ہومیوپیتھک ڈاکٹری ذرا آسان ہے) پھر ان کا یہی پیشہ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ڈاکٹر کے پاس عورتیں بھی آتی ہیں اور مرد بھی آتے ہیں۔ جب ڈاکٹر بنے تو یہ دوسرا مسئلہ پیش آیا تو ڈاکٹر صاحب خود فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے آپ کو اس بات کا عادی بنالیا کہ نگاہیں نیچی رہیں، کبھی اونچا دیکھنا ہی نہیں۔ پھر بعد میں تو اتنا آسان ہو گیا کہ کوئی دشواری ہی نہیں رہی۔ جب کوئی آیا اور اس نے اپنی ضرورت بیان کی، اس کے مطابق اس کو دوائی دیدی اور مریض کون ہے اس کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔

ایمان کے لیے ٹی بی

دیکھئے! ایک آدمی کو ٹی بی کی بیماری ہے اور اس کو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ بیڑی پیتے ہیں وہ چھوڑنی پڑے گی، ورنہ آپ کے لیے ہلاکت ہے، تو وہ اس کو چھوڑنے کے لیے تکلیف اٹھاتا ہے۔ اسی طرح بد نظری بھی ہمارے ایمان کے لیے ٹی بی سے کم نہیں ہے، اور اس سے اپنے آپ کو بچانا ہی ہے، اب اپنے آپ کو بچانے کے لیے کچھ نہ کچھ مشقت تو برداشت کرنی ہی پڑے گی! یہ کڑوا گھونٹ حلق سے نیچے اتارنا ہی پڑے گا۔

مزہ کی بنیاد عادت پر ہے

ہمارے نفس کی لذتوں کا حال ایسا ہے کہ اس کے لیے کوئی معیار نہیں ہے۔ جو لوگ پان کھاتے ہیں اور پان کے ساتھ تمباکو بھی کھاتے ہیں ان کو اس میں لذت آتی ہے؛ لیکن جو آدمی تمباکو نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کھاتا اس کے منہ میں آپ تمباکو رکھ دیجیے؛ تو کیا رکھتے ہی اسے میٹھا لگے گا اور اس کو مزہ آجائے گا؟ نہیں؛ بلکہ کڑوا لگے گا اور کھاتے ہی چکر آجائیں گے؛ لیکن جب وہ ذرا حلق سے نیچے اترے گا تو پھر اس کی وجہ سے ایک سرور کی کیفیت پیدا ہوگی۔ پہلی مرتبہ تھوڑا سا کھلایا تھا، اب دوسری اور تیسری مرتبہ کھایا، تو پھر وہ ایسا عادی ہوگیا کہ اس کے بغیر چلتا ہی نہیں۔ اب جو لوگ نہیں کھاتے وہ دیکھ کر یوں سمجھتے ہوں گے کہ شاید اس کا ذائقہ بڑا شاندار ہوگا۔ حالاں کہ جب وہ کھائیں گے تب پتہ چلے گا کہ ذائقہ شاندار ہے، یا نہیں؟ لیکن جو کھاتے ہیں ان کو پوچھو کہ کیسا مزہ آتا ہے۔

بہر حال! میں تو مزہ کی بات کر رہا ہوں کہ ہمارے نفس کے مزہ کا کوئی معیار نہیں ہے۔ اور مزہ کی بنیاد عادت پر ہے، جس نے بد نظری کو اپنے مزہ کا معیار بنالیا ہے وہ تو بد نظری کرکے مزہ اٹھاتا ہے؛ لیکن اس کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے، اور جو بے چینیاں اندر پیدا ہوتی ہیں وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کے برخلاف آدمی اپنے آپ کو بد نظری سے بچا کر مشقت اُٹھاتا ہے؛ تو پھر دھیرے دھیرے مشقت اُٹھانے میں اس کو مزہ آنے لگتا ہے۔

یہ بھی ایک مزہ ہے

حضرت ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) کا مقولہ آپ نے فضائل کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ: مجھے دنیا کی زندگی کی تمنا ہے، لیکن اس لیے نہیں کہ دولت کماؤں، بلکہ گرمی کے دنوں میں روزے رکھوں۔ اب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گرمی کے دنوں میں روزے رکھنا تو بڑا مشکل کام ہے؛ لیکن وہ رکھتے تھے اور ان کو اس میں مزہ آتا تھا، اس لیے اس کی تمنا کرتے تھے۔

بہر حال! نگاہوں کی حفاظت کر کے مشقت برداشت کرنا بھی ایک مزہ کی چیز ہے؛ لیکن اس کے لیے کچھ دنوں کڑواہٹ برداشت کرنی پڑے گی۔

تو زندگی بھر دودھ نہیں چھوٹے گا

علامہ بوصیری (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک قصیدہ "قصیدہ بردہ" ہے جو انہوں نے نبیٔ کریم ﷺ کی شان میں کہا ہے، اس میں ایک شعر ہے:

النَّفْسُ كَالطِّفْلِ إِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى
حُبِّ الرَّضَاعِ وَإِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ

نفس دودھ پیتے بچے کی طرح ہے، اور دودھ پیتے بچے کا جب دودھ چھڑانے کا وقت آتا ہے تو اس کی ماں کو بڑی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ جب دودھ چھڑانے کے دن آتے ہیں تو وہ بچہ رات کو نہ خود سوتا ہے، نہ ماں کو سونے دیتا ہے؛ بلکہ پورے گھر کو سونے نہیں دیتا، اور ایسا طوفان مچاتا ہے اور چلاتا ہے کہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ اب اس کے چلانے اور رونے کو دیکھ کر اس کی ماں یوں سوچے کہ: بیچارہ مر جائے گا اور اس پر رحم کھا کر دودھ پلا دے؛ تو پھر زندگی بھر اس کا دودھ نہیں چھوٹ سکے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نفس بھی بچہ کی طرح ہے

اب وہ بچہ کیوں چلاتا ہے؟ اس لیے کہ وہ یوں سمجھتا ہے کہ میری مرغوب چیز مجھ سے چھینی جارہی ہے، حالاں کہ اس کو معلوم نہیں ہے کہ دودھ چھڑا کر جب وہ غذا پر آئے گا تو دنیا میں ایسی غذائیں اور ایسی لذتیں اور ایسے ذائقے ہیں جن کا اس وقت اسے تصور بھی نہیں۔ ابھی تو صرف دودھ کا ذائقہ جانتا ہے، جب کھانا سیکھے گا تو ایسے ایسے ذائقے اس کو ملیں گے جن کا تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ اسی طرح بد نظری بھی جب چھوڑیں گے تو روحانی طور پر ایسے ایسے ذائقے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جائیں گے کہ آدمی ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

بہر حال! علامہ بوصیری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ نفس بچے کی طرح ہے، اگر تم اس کو مہلت اور ڈھیل دوگے تو وہ اسی دودھ میں جوان اور بڑا ہو جائے گا، اور ماں کا دودھ نہیں چھوڑے گا۔ لیکن اگر ہمت کرکے دودھ چھڑا دوگے تو چھوٹ جائے گا؛ البتہ کچھ دن ہمت اور ارادہ سے کام لینا پڑے گا اور اس میں تمہیں کچھ تکلیف برداشت کرنی پڑے گی۔

کنٹرول آسان ہو جائے گا

جیسے: خارش کا تقاضہ ہوتا ہے، تو آدمی یوں سمجھتا ہے کہ کھجالوں گا تو میرا معاملہ حل ہو جائے گا؛ لیکن ایسا نہیں ہے، اگر کھجالوگے تو یہ مسئلہ اور پیچیدہ ہو جائے گا، اب اور کھجلاؤ اور کھجلاؤ، یہاں تک کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خون نکل رہا ہے، لیکن چین نہیں پڑتا۔ پہلی مرتبہ جب کھجانے کا تقاضہ پیدا ہو، اور دل میں بہت بے چینی ہو، اسی وقت صبر و تحمل سے کام لیا جائے اور طے کرلیا جائے کہ کچھ بھی ہو جائے مجھے نہیں کھجلانا؛ تو تھوڑی دیر تک تو بے چینی رہتی ہے، پھر وہ بے چینی دور ہو جاتی ہے، اس کے بعد دوسری مرتبہ تقاضہ اتنا زوردار نہیں ہوتا۔ اسی طرح آپ ہمت سے کام لیں گے تو دھیرے دھیرے نفس کے یہ تقاضے ختم ہو جائیں گے اور آپ آسانی سے اس پر کنٹرول کرسکو گے۔

روزانہ صبح میں اُٹھنا کیا آسان کام ہے؟

اور ہم یہ چیزیں دنیا کے ہر کام میں کرتے ہیں لیکن جب دین کی بات آتی ہے تو اس میں ہم پیچھے رہ جاتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں ہم تکلیفیں برداشت کرتے ہیں، مثلاً: صبح میں جاکر دکان کھولنا، نوکری اور ملازمت کے لیے "گجرات کوین" میں احمد آباد جاتے ہیں، یا "فلائنگ رانی" میں بمبئی جاتے ہیں۔ اب روزانہ صبح میں اس طرح اُٹھنا کیا آسان کام ہے؟ انہیں لوگوں کو اتوار کو دیکھ لو، گیارہ بجے تک تکیہ سے سر بھی نہیں اٹھائیں گے؛ لیکن روزانہ کیوں جاتے ہیں؟ اس لیے کہ تنخواہ ملے گی، پیسے ملیں گے، لہٰذا ان پیسوں اور تنخواہ نے سردی کے زمانہ میں صبح کے وقت جلدی اُٹھنا ان کے لیے آسان کردیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مصیبت کیوں سر لیتی ہے؟

ماں کو بچوں سے محبت ہوتی ہے، سردی کے زمانہ میں بچہ پیشاب کر دیتا ہے تو ماں رات کو اُٹھ کر پیشاب صاف کرتی ہے، اس لیے کہ اگر پیشاب ہی میں رہے گا تو بیمار ہو جائے گا۔ ماں رات میں اُٹھتی ہے اور اس کے کپڑے بدلتی ہے، بستر صاف کرتی ہے۔ اگر کسی عورت کو بچہ پیدا نہیں ہوتا تو وہ بچے کے لیے کیسی کیسی تدبیریں کرتی ہے؟ اگر کوئی اس سے کہے کہ تو فلاں کو نہیں دیکھتی کہ اس کا بچہ سردی کی راتوں میں اس کو سونے نہیں دیتا؛ تو یہ مصیبت کیوں سر لیتی ہے؟ تو وہ کہے گی کہ: کوئی بات نہیں، بچے کی محبت کے اندر میں یہ سب برداشت کرلوں گی؛ لیکن مجھے بچہ چاہیے۔

آخر کوئی مزہ تو آتا ہوگا

میں نے بطورِ مثال یہ ساری چیزیں اس لیے سمجھائیں کہ بھائی! ان گناہوں سے بچنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعامات دیئے جائیں گے وہ بہت بڑے ہیں۔ اللہ والے رات رات بھر جاگ رہے ہیں اور عبادتیں کررہے ہیں؛ تو آخر ان کو کوئی تو مزہ آتا ہوگا تب ہی تو کرتے ہیں! مزہ کے بغیر تو کوئی نہیں کرتا۔ اور پھر یہ دنیا کا مزہ تو ایسا ہے کہ دیکھنے میں مزہ ہے لیکن اس کے اندر بے چینی ہے، دل میں کوئی چین اور قرار نہیں، اے سی (A.C) میں پڑے ہوئے ہیں، گولیوں پر گولیاں کھارہے ہیں، لیکن نیند نہیں آرہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ نے سکون رکھا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی نعمت ہے، اور اس کی وجہ سے قلب کو جو ٹھنڈک اور اطمینان حاصل ہوگا؛ اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت اور بڑے سے بڑا سرمایہ بھی نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس سے تو انکار نہیں کہ یہ تکلیف کی چیز ہے، تب ہی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لذت بھی ملتی ہے۔ لذت ایسے ہی تھوڑے ملتی ہے؟ ہم قربانی دیں گے تو کچھ ملے گا۔ اب آگے اس سلسلہ میں کچھ روایات کو پیش کر رہے ہیں۔

ہر انسان کے لیے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے

حدیث ۱۶۲۲:-

وعن أبي هريرة -رضی الله عنه-: أَنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ: ((كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذَالِكَ لا مَحَالَةَ: العَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِناهُ الكَلاَمُ، وَاليَدُ زِنَاهَا البَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الخُطا، والقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الفَرْجُ أَوْ يُكَذِّبُهُ)) (متفق عَلَيْهِ. هَذَا لفظ مسلمٍ، ورواية البخاري مختصرَةٌ).

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جس کو وہ یقیناً پائے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے، دل اس کی خواہش اور تمنا کرتا ہے، اور آدمی کی شرمگاہ ان سارے اعضاء کے اعمال کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:– اس روایت میں حضورِ اکرم ﷺ نے بتلایا ہے کہ زنا اس فعلِ مخصوص ہی کے لیے خاص نہیں کہ آدمی بدکاری کے طور پر وہی کام انجام دے، بلکہ زنا کے اور بھی درجات ہیں جو اس آخری درجہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنتے ہیں، اور یہ درجات ایسے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس کے لیے ان میں سے کسی ایک میں مبتلا ہونا اور پھنسنا مقدر فرمایا ہے وہ اس سے سرزد ہو کر رہتا ہے۔

چناں چہ اجنبی عورتوں اور بے ریش لڑکوں کو دیکھنا؛ یہ آنکھ کا زنا ہے۔ آج اِس زمانہ میں تو نگاہ کے زنا کے مواقع اتنے زیادہ پیش آتے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا متقی اور پرہیز گار آدمی بھی (ٹرین، بس، ہوائی جہاز کے سفر میں، یا سڑک پر چلتے ہوئے) اپنے آپ کو بچانا چاہے؛ تو کیسے بچائے گا ؟اِس وقت پوری دنیا کے جو حالات ہیں ان میں آدمی کتنی ہی احتیاط کیوں نہ کرلے، اس کے لیے اپنی نگاہوں کا بچانا مشکل ہو گیا ہے۔ اور چوں کہ انسان کے اعضاء میں سے ہر ایک عضو کا اس عمل میں اپنا اپنا حصہ ہے اس لیے اگر آدمی کی نظر کسی پر پڑ گئی تو وہ بد نظری کا شکار تو ہو ہی گیا، اب اگر آگے کے مراحل سے وہ بچ بھی گیا، تب بھی زنا کا اتنا حصہ تو اس کو مل ہی چکا ہے، اس لیے کہ اجنبی عورت کے دیکھنے کو نبیٔ کریم ﷺ نے آنکھ کے زنا سے تعبیر کیا ہے۔ گویا آنکھوں نے بد نظری کرکے اس نے اپنا حصہ تو حاصل کر ہی لیا۔

کانوں کا زنا نامحرم عورتوں کی باتیں اور گانے سننا ہے جو شہوات کو بھڑکانے والے ہوتے ہیں۔ گویا کان ان باتوں کو سن کر لذت اُٹھاتے ہیں، یہ بھی زنا ہی کا ایک حصہ ہوا۔ زبان کا زنا نامحرم عورتوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے ساتھ باتیں کرنا ہے۔ہاتھ کا زنا نامحرم عورتوں کو چھونا اور پکڑنا ہے۔پاؤں کا زنا نامحرم سے ملاقات کے لیے، اس کو دیکھنے کے لیے، اس سے بات چیت کرنے کے لیے، اس کو چھونے کے لیے اس کی طرف چلنا اور جانا ہے۔ اور دل اس چیز کی خواہش اور تمنا کرتا ہے۔ گویا اس عمل میں آدمی کا ہر ہر عضو اپنا کچھ نہ کچھ حصہ لگا ہی لیتا ہے۔

بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی، نہ آنکھ کا زنا ہوا، نہ ہاتھ کا، نہ پاؤں کا، نہ زبان کا؛ لیکن دل میں خواہش پیدا ہو جاتی ہے، اور اس سے تو بہت ہی کم لوگ بچ پائیں گے، عام طور پر انسان کا اس میں تو ابتلاء ہو ہی جاتا ہے اسی لیے حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: زنا کا جو حصہ لکھا ہوا ہے وہ تو انسان لا محالہ پا کر ہی رہتا ہے۔ یعنی آدمی کو ایسے حالات سے واسطہ پڑ ہی جاتا ہے جس میں کبھی آنکھ کا بچانا مشکل، کبھی ہاتھ کا بچانا مشکل، کبھی پاؤں کا بچانا مشکل، کبھی زبان کی حفاظت مشکل ہو جاتی ہے۔ سارے ہی اعضاء ان آزمائشوں سے گزرتے ہیں۔

موفَّق مِنَ اللہ ہی بچ سکتے ہیں

"مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ" کا خلاصہ صرف اتنا ہی ہے کہ ہر آدمی کو اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی تو ایسے حالات سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ کوئی کیسا ہی متقی اور پرہیز گار کیوں نہ ہو، اس کو بھی ایسے مواقع پیش آتے ہی ہیں کہ نگاہ کا بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی ایسا موقعہ آجاتا ہے کہ نگاہ پڑ جاتی ہے، کبھی نامحرم کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آواز کان میں پڑ جاتی ہے، کبھی اس سے بات کرنے یا سننے کی نوبت آجاتی ہے۔ اور کم سے کم دل میں خواہش اور تمنا تو پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تب ہی آدمی اپنے آپ کو بچا پاتا ہے۔ اللہ کے بہت کم بندے جو موَفَّق مِنَ اللہ ہوتے ہیں، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق شاملِ حال ہوتی ہے، وہی عفت و عصمت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنے آپ کو بچالے جاتے ہیں، ورنہ ہر آدمی کبھی نہ کبھی ایسے حالات سے گزر کر ان میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے۔

ان اعضاء کا زنا کب معاف ہوگا؟

البتہ ان سارے مراحل کا آخری درجہ شرمگاہ کا عمل ہے، وہ اس بات کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے کہ شروع کے مراحل زنا تھے یا نہیں۔ اولاً جب نگاہ پڑی تو اس کا حصہ آگیا، پھر بات چیت کرنے کی نوبت آئی تو زبان کا حصہ آگیا۔ اب اگر حالات نے ابتلاء فی الزنا کا موقعہ دیا پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس کے سامنے جواب دہی کے تصور سے اپنے آپ پر کنٹرول کر گیا اور اپنے آپ کو زنا سے بچالے گیا؛ تو شروع کے مراحل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کر دیا جائے گا؛ لیکن یہ اسی وقت جبکہ زنا پر پوری قدرت ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بچائے۔ اور جس کی قدرت میں سوائے دیکھنے کے اور کچھ بھی نہ ہو، اس کے لیے یہ حکم نہیں ہے، کیوں کہ اس کے لیے سوائے دیکھنے کے اور کوئی موقعہ ہی کہاں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سرِ راہ بیٹھنے کی اجازت نہیں

حدیث ۱۶۲۳:-

وعن أَبِي سعيد الخُدريِّ - رضى الله عنه - عن النبيِّ ﷺ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ والجُلُوس فِي الطُّرُقَاتِ!)) قالوا: يَا رسولَ الله، مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ، نَتَحَدَّثُ فِيهَا. فَقَالَ رسولُ الله -ﷺ-: ((فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلاَّ المَجْلِسَ، فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ)) قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رسولَ اللهِ؟ قَالَ: ((غَضُّ البَصَرِ، وَكَفُّ الأَذَى، وَرَدُّ السَّلاَمِ، والأمرُ بِالْمَعْرُوفِ، والنَّهيُ عنِ المُنْكَرِ)) (متفق عَلَيهِ)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سرِ راہ بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ (جہاں سے لوگوں کا گزر ہوتا ہے وہاں بیٹھنے کی جو جگہ بنائی جاتی ہے، جیسے: آج کل بینچیں رکھی جاتی ہیں، اوٹلے بنے ہوتے ہیں، یا جہاں سے عام طور پر مرد اور عورتیں گزرتی ہیں؛ ایسی جگہوں پر بیٹھنے سے بچو۔ اب حضراتِ صحابہ جن کے پاس گھروں کا معاملہ ایسا تھا جیسے آج کل جھونپڑپٹی میں ہوتا ہے، یعنی ان کے مکانات وسیع نہیں ہوا کرتے تھے، بلکہ لے دے کر ایک جھونپڑا سا ہوتا تھا جہاں گھر کے تمام افراد ساتھ ہی رہتے تھے، اور جب بھی آپس میں مل کر بیٹھنے کی ضرورت پیش آتی تھی تو ان کے گھر سے باہر صحن ہوتا تھا جو سرِ راہ ہی ہوتا تھا، اسی کو وہ حضرات اپنی بیٹھک اور مجلس کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ گویا ان کے بیٹھنے کے لیے یہی جگہیں ہوتی تھیں، جیسے: آج کل دو چار کمروں کے وسیع مکانات ہوتے ہیں، جس میں ایک بیٹھک روم (Sitting Room) بھی ہوتا ہے جہاں ہماری مجلسیں ہوا کرتی ہیں؛ ان کے گھروں میں اس کی گنجائش کہاں ہوتی تھی؟ اگر ان حضرات کو بیٹھنا پڑتا تو گھر کے صحن اور آنگن ہی کو استعمال کرتے تھے۔ لہٰذا) حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے اس ارشاد پر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہماری بیٹھنے کی جگہیں یہی ہیں جو سرِ راہ ہیں (اور آپ سرِ راہ بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں۔ اگر آپس میں اپنی ضروری گفتگو کرنے کے لیے بیٹھنا ہو تو ہمارے لیے اور جگہیں کہاں ہیں؟ گویا اپنی ضروری باتوں کو انجام دینے کے لیے وہیں بیٹھنا ضروری ہے) تو حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اگر سرِ راہ بیٹھنا تمہاری ضرورت میں داخل ہے، اور) جب تم بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستہ کا حق ادا کرو۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہ نے فوراً دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! راستہ کا حق کیا ہے؟ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو (ایسا نہیں کہ وہاں بیٹھے تو جو بھی گزر رہا ہے وہ آپ کی نگاہوں سے بچ کر نہیں جاسکتا، بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ تمہاری نگاہیں کسی نا محرم عورت پر پڑنے نہ پائیں۔ بد نگاہی سے بچو) اور ایذا رسانی سے بچو (بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ اوٹے پر بیٹھے ہیں اور کوئی گزر رہا ہے تو اس پر کوئی فقرہ چست کر دیا، ٹھٹھا اور مذاق کر دیا، کسی کی ہنسی کھیل کر دی، کسی کو چھیڑ دیا؛ اس طرح کی ایذا رسانیوں سے خوب بچو) اور اگر گزرنے والا سلام کر رہا ہے تو اس کے سلام کا جواب دو۔ اور (جہاں ضرورت محسوس ہو وہاں) بھلی بات کا حکم کرو، کوئی برائی ہو رہی ہو تو اس سے روکو (یہ سب راستے کے حقوق ہیں، اگر یہ حقوق ادا کرسکتے ہو تب تو سرِ راہ بیٹھنے کی گنجائش ہے؛ ورنہ نہیں۔)

ایک اشکال اور اس کا جواب

افادات:- اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے جب منع فرمادیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے یہ گذارش کیوں کی جارہی ہے؟ اس کا جواب بعض حضراتِ علماء اور شرّاح نے یہ دیا ہے کہ گویا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو امید تھی کہ ہماری طرف سے یہ گذارش کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ کچھ آسانی ہو جائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور بعض حضرات اس کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے یہ سمجھے کہ اصلاً سرِ راہ بیٹھنا گناہ نہیں، لیکن وہ گناہ کا ذریعہ بنتا ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ اس سے منع فرمارہے ہیں۔ اب وہ اپنی گذارش سے گویا یہ بتلانا چاہتے تھے کہ یارسول اللہ! یہ تو ہماری ضروریات کا ایک حصہ ہے، اگر یہاں نہیں بیٹھیں گے تو اس صورت میں ہماری ضرورتیں پوری ہی نہیں ہوں گی۔

راستہ کا حق ادا کرو

"**راستہ کا حق ادا کرو**" جیسا کہ آج کل بس اسٹینڈ پر جگہیں بنی ہوتی ہیں، مثلاً: ایک آدمی سفر کرنا چاہتا ہے تو اس کو بس کے انتظار میں لامحالہ وہاں بیٹھنا ہی پڑے گا، وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر تو بس کا انتظار نہیں کر سکتا۔ گویا یہ ایک ضرورت ہوئی۔ اب اگر وہاں کوئی آدمی یہ مسئلہ بتائے تو وہ کہے گا کہ: مولوی صاحب! بس میں جانے کے لیے بیٹھنا پڑے گا؛ تو اب کیا کریں؟ تو اس کا طریقہ بتلادیا کہ اس صورت میں آپ کو راستہ کا حق ادا کرنا ہے۔

اور جیسا کہ میں پہلے بھی بتلاچکا ہوں کہ شریعت جب کسی کام سے منع کرتی ہے اور کسی چیز کو گناہ و ممنوع ٹھہراتی ہے تو اس کے قریبی اسباب و ذرائع پر بھی پابندی عائد کی کرتی ہے تاکہ ان تک پہنچنے کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نوبت ہی نہ آئے؛اسی کو سدِ ذرائع کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی حضورِ اکرم ﷺ نے بد نگاہی سے بچنے کا جہاں حکم دیا وہیں بد نگاہی کے اسباب سے بھی روکا۔

ایسی بیٹھکوں کا حق یہ ہے

حدیث ۱۶۲۴:-

وعن أبي طلحة زيد بن سهل رضی الله عنه قَالَ: كُنَّا قُعوداً بالأفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ فِيهَا، فَجَاءَ رسولُ اللهِ ﷺ فَقَامَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: ((مَا لَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ؟ اجْتَنِبُوا مَجَالِسَ الصُّعُدَاتِ)) فَقُلْنَا: إنَّمَا قَعَدْنَا لِغَيْرِ مَا بَأْسٍ، قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ، وَنَتَحَدَّثُ. قَالَ: ((إمَّا لاَ، فَأَدُّوا حَقَّهَا: غَضُّ البَصَرِ، وَرَدُّ السَّلامِ، وَحُسْنُ الكَلاَمِ)). (رواہ مسلم)

((الصُّعُدات)) بضمِ الصادوالعين: أيْ الطُّرقَاتِ.

ترجمہ:- حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے گھر کے آنگن میں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کر رہے تھے، حضورِ اکرم ﷺ تشریف لائے اور کھڑے ہو گئے، پھر ارشاد فرمایا: تم لوگ اس طرح سرِ راہ بیٹھک جمائے ہوئے ہو؟ سرِ راہ کی ان بیٹھکوں سے بچو (یعنی راستہ کے کناروں پر اس طرح مت بیٹھو) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم لوگ کسی غلط کام کے لیے نہیں بیٹھے ہیں، بلکہ اپنی ضرورت کی باتیں کر رہے ہیں اور آپس میں مذاکرہ کر رہے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر بیٹھنا ہی ہے (یعنی اس کے بغیر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چارۂ کار نہیں ہے) تو پھر اس کا حق ادا کرو (اور ان مجلسوں کا حق) نگاہوں کا نیچا رکھنا ہے، سلام کا جواب دینا ہے، اور اچھی بات کرنا ہے۔

اچانک کی نظر کا حکم

حدیث ۱٦٢٥:-

وعن جرير-رضى الله عنه-قَالَ:سألت رسول الله-صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم-عن نَظَرِ الفَجْأَةِ فقَالَ:((إِصْرِفْ بَصَرَكَ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے اچانک کی نظر کے متعلق سوال کیا (یعنی اگر غیر اختیاری طور پر، بلا ارادہ اور بلا قصد کسی نا محرم عورت پر نظر پڑ جائے؛ تو کیا حکم ہے؟) نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: فوراً اپنی نظریں ہٹالو (اگر آپ نے جمائے رکھی؛ تو گناہ ہے)

افادات:- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کی نظر بلا قصد اور غیر اختیاری طور پر کسی نا محرم پڑ جاتی ہے، یعنی اسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس طرف کوئی نا محرم ہوگی، اور جیسے ہی اُدھر منھ کیا کہ کسی اجنبیہ پر نظر پڑ گئی؛ تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ اگر قصداً نظر ڈالی ہے تو اگرچہ نظر پڑتے ہی ہٹالو گے تب بھی گناہ ہے؛ لیکن اگر بلا قصد اور بلا ارادہ، غیر اختیاری طور پر نگاہ پڑ گئی؛ تو اس روایت کو لا کر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ فوراً نگاہ کو پھیر لو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ورنہ دل کا روگ بڑھتا ہی رہے گا

علامہ ابن قیم (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: اچانک کی نظر بھی اپنے اندر اثر رکھتی ہے، لیکن اگر آپ فوراً ہٹالیں گے اور اس سے پیدا شدہ اثر کو دور کرنے کی فوری تدبیر بھی کریں گے؛ تو ان شاء اللہ وہ اثر دور ہو جائے گا۔ اور اگر آپ نے نظر جمائے رکھی، یا بار بار دیکھا؛ تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی پودے کو پانی پلانا۔ یعنی کسی پودے کو اگر ہم بار بار پانی دیتے رہیں تو جیسے اس کا نشو و نما ہوتا رہتا ہے، اسی طرح اگر بد نگاہی کے ذریعہ سے آپ پانی دیتے رہیں گے تو دل کے اندر کا روگ بڑھتا ہی رہے گا۔ اس کا علاج یہی ہے کہ فوراً اُدھر سے نظر ہٹالی جائے، اور اس اثر کو دور کرنے کی تدبیر اختیار کی جائے۔

حلال طریقہ سے ضرورت پوری کیجیے

چناں چہ روایتوں میں آتا ہے، نبیِ کریم ﷺ نے اس کی تدبیر یہ بتلائی ہے کہ کسی آدمی کی نظر غیر اختیاری طور پر کسی اجنبیہ عورت پر پڑ گئی اور اس کے نتیجہ میں دل میں خواہش پیدا ہوئی، شہوت کا تقاضا اُبھر آیا؛ تو اسے چاہیے کہ فوراً اپنی بیوی کے پاس جا کر اپنی حاجت پوری کر لے۔ اس لیے کہ اس کے پاس بھی وہی ہے جو اس کے پاس ہے۔ چوں کہ دل میں شہوت کے جو تقاضے اُبھرے ہیں وہ اپنا اثر دکھلا کر ہی رہیں گے، ان کے نقصان سے بچنے کے لیے نبیِ کریم ﷺ نے اپنی امت کو ایک تدبیر بتلائی ہے کہ جب آپ کی بیوی موجود ہے تو آپ حلال طریقہ سے اپنی ضرورت پوری کر لیجیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آپ ﷺ کا عملی نمونہ

بلکہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہ ایک خوشبو بنا رہی تھیں، ان کے پاس کچھ عورتیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں، حضور اکرم ﷺ کو آتا ہوا دیکھ کر وہ عورتیں وہاں سے ہٹ گئیں اور آپ کو خلوت کا موقعہ دیدیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی ضرورت پوری فرمائی، اس کے بعد باہر تشریف لاکر آپ نے ارشاد فرمایا: عورت جب سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے، یعنی ورغلانے والا انداز ہوتا ہے، پس جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اس کو پسند آجائے تو چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس آئے یعنی اس سے صحبت کرلے، ایسا کرنے سے وہ خیال دل سے نکل جاوے گا۔ یعنی جب بیوی سے صحبت کرے گا اور منی کا برتن خالی ہو جائے گا تو ذہن اس عورت کی طرف سے ہٹ جائے گا (۱)۔ (مسلم شریف، کتاب النکاح، باب دوم)

(۱) **سوال:۔** نبی کریم ﷺ معصوم تھے، پھر نظر پڑنے سے یہ کیفیت کیوں پیدا ہوئی؟

جواب:۔ ایسا تشریع (قانون سازی) کے پیشِ نظر ہوا تھا، انبیاء جو قانون بناتے ہیں وہ ذوقی ہوتے ہیں، وہ فکری قانون نہیں بناتے، اور اسی وجہ سے فرشتوں کو رسول نہیں بنایا گیا، کیوں کہ اگر فرشتے رسول بن کر آتے تو وہ لوگوں کے لیے غور و فکر کی بنیاد پر قانون بناتے، وہ ذوق کی بنیاد پر قانون نہیں بنا سکتے تھے، کیوں کہ ان میں وہ جذبات نہیں جو انسان میں ہیں۔ اور جب نبی انسان ہوتا ہے تو اس پر تمام احوال گزرتے ہیں کیوں کہ وہ بشر ہوتا ہے، چناں چہ ایک بار آپ ﷺ کو بھی یہ کیفیت پیش آئی تاکہ اس کی اہمیت کا اندازہ ہو اور آپ ﷺ اس کا علاج تجویز فرما سکیں۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ انبیاء کبھی بیانِ جواز کے لیے خلافِ اَولیٰ کام بھی کرتے ہیں اور وہ نبی کے حق میں خلافِ اَولیٰ نہیں ہوتے، کیوں کہ وہ تشریع کے لیے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کیفیت کا آپ ﷺ پر گزرنا آپ ﷺ کے حق میں برا نہیں تھا بلکہ ضروری تھا کیوں کہ تشریع اس پر موقوف تھی۔ (تحفۃ الالمعی ۳/۵۹۹)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جسمانی وروحانی بربادی

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ یہ چیز ایسی نہیں کہ اس کی طرف سے غفلت برتی جائے آج کل تو قصداً دیکھ دیکھ کر اپنی شہوات اور جذبات کو اُبھارا جاتا ہے، جس کی وجہ سے حال یہ ہو جاتا ہے کہ وہ یا تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، یا شہوانی جذبات کو ٹھنڈا کرنے اور ان کی تسکین کے لیے حرام طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، جس کے نتیجہ میں آدمی اپنے آپ کو ہلاک اور برباد کر کے رہ جاتا ہے۔ گویا دینی اعتبار سے بھی بربادی ہوتی ہے اور جسمانی اور صحت کے اعتبار سے بھی اپنے آپ کو برباد کرلیتا ہے۔ لہٰذا ان تدبیروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

نظر کی حفاظت عورتوں کے لیے بھی ضروری

حدیث ۱۶۲۶:-

وعن أُمِ سَلَمَةَ رَضِیَ اللہُ عنہا قالت: كنتُ عِنْدَ رسول الله ﷺ ، وعندهُ مَيْمُونَة، فَأَقْبَلَ ابنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَذَلِكَ بَعْدَ أنْ أُمِرْنَا بِالحِجَابِ. فَقَالَ النبيُّ ﷺ : ((احْتَجِبَا مِنْهُ)) فَقُلْنَا: يَا رسولَ اللهِ! أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى، لاَ يُبْصِرُنَا وَلاَيَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أفَعَمْيَاوَانِ أنْتُمَا، أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ!؟. (رواه ابو داود، والترمذی، وقال: ((حديث حسن صحيح))

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس تھی، اس وقت آپ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں (دونوں ازواجِ مطہرات ہیں) اسی دوران حضرت عبد اللہ بن اُم مکتوم تشریف لائے (یہ ایک نابینا صحابی تھے، مہاجرین میں سے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے) پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبد اللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو آتا ہوا دیکھ کر ان دونوں سے کہا: تم دونوں پردے میں چلی جاؤ، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو اندھے ہیں، نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں، نہ ہمیں پہچان سکتے ہیں (پردہ کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؛ تم ان کو دیکھ نہیں سکتیں؟

افادات:–معلوم ہوا کہ جس طرح نظر کی حفاظت مردوں کے لیے ضروری ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے۔

ایک دوسرے کے ستر کو نہ دیکھو؛ اور ایک ہی چادر میں نہ لیٹو

حدیث ۱۶۲۷:-

وعن أبي سعيد - رضي الله عنه -: أَنَّ رسول الله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: لاَيَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلاَ الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلاَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

وَلاَ تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ. (رواه مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے، اور نہ کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو دیکھے۔ اور کوئی مرد ایک کپڑے میں دوسرے مرد کے ساتھ نہ لیٹے، اور کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ برہنہ حالت میں نہ لیٹے۔

افادات:–یعنی ایک چادر اوڑھ کر دونوں اس طرح لیٹیں کہ بدن برہنہ ہو، یہ چیز آدمی کو گناہ میں مبتلا کرنے والی ہے۔

دعا

سبحانك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا إله غيرك. اللّٰهم صلّ وسلّم وبارك على سيّدنا محمّد وعلىٰ آل سيدنا محمّد كما تحب وترضىٰ بعدد ما تحب وترضىٰ. ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين

اے اللہ! نگاہوں کی پاکیزگی ہمیں عطا فرما، اے اللہ! اس بدنگاہی نے ہمارے دین کا ستیاناس کر رکھا ہے، اے اللہ! اس بیماری سے ہم کو پورے طور پر پاک اور صاف فرمادے۔ نجات عطا فرمادے۔ اس سے بچنا ہمارے لیے آسان کر دے۔ اے اللہ! اس کے نقصان کو ہمارے سامنے ایسا واضح کر دے کہ اس سے ہمیں نفرت ہو جائے۔ اے اللہ! اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے ارشادات کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنانے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے بیماروں کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما۔ مقروضوں کے قرضوں کی ادائیگی کی شکلیں پیدا فرما۔ پریشان حالوں کی پریشانیوں کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دور فرما۔ قید و بند میں محبوسوں کو رہائی نصیب فرما۔ مقدمات میں ماخوذوں کو بری فرما۔ جو جس مصیبت میں گرفتار ہے اے اللہ! اس سے نجات عطا فرما۔ اے اللہ! اس مجلس میں تیرے جتنے بھی بندے موجود ہیں تمام کی جائز مرادوں کو پورا فرما۔ اے اللہ! حضورِ پاک ﷺ نے جتنی بھی خیر اور بھلائی آپ سے مانگی، ہمیں اور پوری امت کو عطا فرما۔ اور جن شرور و برائیوں سے پناہ چاہی، ان سے ہماری اور پوری امت کی حفاظت فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمّد وآله وأصحابه أجمعين برحمتك ياأرحم الراحمين

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم الخلوة بالأجنبية

اجنبیہ کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا حرام ہے

ایک مکان جہاں اجنبی عورت ہو، تو کوئی اجنبی مرد اس کے ساتھ تنہائی کے اندر نہ ملے، اس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے بھی بڑی تاکید سے منع فرمایا ہے۔

چناں چہ یہاں سورۂ احزاب کی وہ آیت پیش کی ہے جو پردہ کے سلسلے میں نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ جس میں حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے کوئی سامان لینے کی ضرورت ہو، تو سامنے جاکر نہ لیں؛ بلکہ پردے کی آڑ میں سے لیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گھر میں سے کوئی برتن لینا ہوتا ہے، یا ضرورت کی کوئی چیز مانگنی پڑتی ہے، جیسے: دودھ کے لیے برتن مانگنا پڑا، اور گھر میں مرد موجود نہیں ہوتا، اس لیے عورتوں سے یہ چیز حاصل کرنے کی نوبت آتی ہے، ایسے مواقع پر دونوں اس طرح آمنے سامنے ہوں کہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں؛ اس کی اجازت نہیں ہے۔

یہ چیز دلوں کو پاک رکھنے والی ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہاں حضراتِ مفسرین لکھتے ہیں کہ: یہ حکم اس جماعت کو دیا جارہا ہے جو امتِ محمدیہ میں سب سے زیادہ پاکباز جماعت (یعنی حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی) ہے، اور جن کے متعلق حکم دیا جارہا ہے وہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات ہیں جو امت کی مائیں ہیں، جن سے زیادہ پاکباز عورتیں اور کہیں نہیں مل سکتیں۔ اس سے اس حکم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آج کل لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح آمنا سامنا ہونے میں کیا اشکال ہے، جبکہ ہمارا دل تو پاک ہے، ہمارے دل میں کوئی میل نہیں ہے: تو نعوذ باللہ یہاں جو حکم دیا جارہا ہے؛ کیا وہ مہمل ہے؟ حالاں کہ اس حکم کا فائدہ اسی آیت میں بتلایا جارہا ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، باری تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ﴾ یہ چیز تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو پاک رکھنے والی ہے۔ کسی مرد کے سامنے کوئی اجنبی عورت آئے اور دل میں وسوسہ نہ آئے؛ یہ ناممکن ہے۔ کیسا ہی پاکباز آدمی کیوں نہ ہو، دل کے وسوسہ سے تو وہ بچ ہی نہیں سکتا۔ اس لیے یہاں اس کا خاص اہتمام کرایا گیا کہ اگر کوئی چیز لینے کی ضرورت پیش آئے تب بھی پردے کی آڑ میں سے لی جائے۔ جب اس کا حکم دیا گیا تو تنہائی میں ملنے کی اجازت کہاں دی جائے گی؟

دیور تو موت ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۱٦۲۸:-

وعن عقبة بن عامر رضی الله عنه: أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ!)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ: أَفَرَأَيْتَ الحَمْوَ؟ قَالَ: ((الحَمْوُ المَوْتُ!)). (متفق عَلَيْهِ)

((الحَمْو)): قَرِيبُ الزَّوْجِ كَأَخِيهِ، وابْنِ أَخِيهِ، وَابْنِ عَمِّهِ.

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اجنبی عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دیور (شوہر کے بھائی) کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ (اس سے بھی تنہائی میں ملنے سے بچنا ضروری ہے؟) حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیور تو موت ہے۔ (یعنی ان سے بچنا تو ایسا ضروری ہے جیسے موت سے بچا جاتا ہے)

"الحَمْو": یعنی شوہر کے رشتہ دار، شوہر کا بڑا یا چھوٹا بھائی، بھتیجا، یا چچازاد بھائی وغیرہ مراد ہے۔

افادات:- روایت میں ہے کہ اگر اس عورت کا محرم وہاں موجود ہو تو گھر میں داخل ہو سکتے ہیں، لیکن گھر میں محرم نہ ہو، وہ عورت گھر میں تنہا ہو؛ تو اس صورت میں شریعت اجازت نہیں دیتی کہ کوئی مرد اس گھر میں داخل ہو۔

جنید ورابعہ بھی تنہائی اختیار نہ کریں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت تھانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے وعظ میں ایک واقعہ ہے کہ ایک عمر رسیدہ بزرگ تھے اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کے پردہ کے سلسلہ میں احتیاط نہیں کرتے تھے، بلکہ بے پردہ عورتوں کو اپنے سامنے آنے کی اجازت دیتے تھے، اور یوں سمجھتے تھے کہ میں عمر کی جس منزل کے اندر رہوں وہاں بدکاری کے گناہ میں مبتلا ہونے کا سوال ہی نہیں دوسرے بزرگ نے ان کو منع کیا کہ شریعت کی طرف سے ہر حال میں پردے کا حکم ہے چاہے تمہاری طبیعت میں اس کا تقاضا باقی رہا ہو، یا نہ رہا ہو۔ یعنی کوئی بوڑھا آدمی یہ نہ سمجھے کہ میں تو عمر کی جس منزل میں پہنچ چکا ہوں وہاں اس کا کوئی امکان نہیں رہا، اس لیے حکم میں تبدیلی آگئی۔ ان بزرگ نے -جو احتیاط نہیں کرتے تھے- نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور حضور سے یہی مسئلہ دریافت کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں عمر کی جس منزل میں ہوں اس میں مجھے اپنے متعلق یہ اندیشہ نہیں ہے؛ لہٰذا عورتوں کو اپنے پاس بے پردہ آنے دینے میں کوئی حرج تو نہیں؟ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: مرد اگر اتنا بزرگ ہو جائے جیسے جنید بغدادی، اور عورت اگر اتنی بزرگ ہو جائے جیسے رابعہ بصریہ، اور وہ دونوں کسی مکان کے اندر تنہا ہوں گے؛ تو وہاں تیسرا شیطان ہوگا اور وہ ان دونوں سے کچھ نہ کچھ کروا ہی دے گا۔

اس لیے عورتوں کے ساتھ تنہائی سے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، اس سے اپنے آپ کو بچانا بہت ضروری ہے، ورنہ آدمی اپنے آپ کو گناہ سے نہیں بچا سکتا۔ ایسے اسباب ہی کیوں اختیار کئے جائیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

،اور آدمی اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ہی کیوں ڈالے؛ جس کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہونے کی نوبت آجائے؟

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

”دیور تو موت ہے“ یعنی دیور، اور شوہر کے دوسرے رشتہ دار، جیسے: شوہر کا بڑا یا چھوٹا بھائی، اس کے چچازاد بھائی یا بھتیجے وغیرہ کے ساتھ تنہائی کی نوبت آئے، اس سے بچنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے موت سے بچا جاتا ہے، اس لیے کہ یہ سب تو گھر کے لوگ ہیں۔ دوسرے لوگوں کے لیے تنہائی اختیار کرنا آسان کام نہیں ہوتا، اس لیے کہ جب لوگ دیکھیں گے تو پوچھیں گے کہ اس کے گھر میں کیوں گیا تھا ؟ لیکن یہ سب گھر کے افراد ہونے کی وجہ سے ان کے متعلق کوئی ایسا سوچے گا بھی نہیں۔ اور عام طور پر ان لوگوں کا گھر میں آنا جانا رہتا ہے، لہٰذا خدانہ کرے اگر کوئی ایسی ویسی بات پیش آگئی تو ”گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے“ جیسا مسئلہ ہو جائے گا۔ ان سے جتنا زیادہ خطرہ لاحق ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں جو برائی پیدا ہوگی وہ ایسی ہوگی جو رُکنے کا نام نہ لے گی۔ اور آج کل تو ایسی بے شمار شکایتیں آتی رہتی ہیں۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس سے بچنے کی بڑی تاکید فرمائی۔

ہماری جہالت، معاشرہ کی ہلاکت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آج کل ہمارا معاشرہ بے پردگی کا اتنا زیادہ شکار ہو چکا ہے کہ اگر کوئی بیچاری دیندار لڑکی کسی کے گھر میں بہو بن کر جاتی ہے، اور وہ اپنے شوہر کے بھائی سے پردہ کرتی ہے، تو ساس اس سے ناراض ہو جاتی ہے، اور اس کو طعن و تشنیع کرتی ہے، اور اس سے جھگڑتی ہے۔ ساس کہتی ہے کہ: اچھا! اب تو میرے ہی بیٹوں سے پردہ کرے گی؟! انہی سے تجھے خطرہ لگتا ہے؟ نعوذ باللہ۔! اللہ کے رسول ﷺ جس کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ دیور (شوہر کا بھائی) موت کا درجہ رکھتا ہے، اور اس سے بچنے کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور ایک عورت اسی ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اس سے بچنے کا اہتمام کرتی ہے؛ تو اُسے مطعون کیا جاتا ہے۔ پھر اس کی وجہ سے ساس اپنی بہو کی دشمن بن جاتی ہے اور اس کو مختلف طریقوں سے پریشان کرتی ہے۔ بلکہ بعض جگہوں کے متعلق تو یہاں تک سننے میں آیا کہ وہ اپنے بیٹے سے کہتی ہے کہ اس کو طلاق دے کر الگ کر دو۔ ہماری یہ جہالت معاشرے کو کہاں تک پہنچانے والی ہے! اس لیے ان چیزوں سے واقفیت اور اپنے گھر والوں کو ایسے مسائل سے واقف کرنا بے انتہاء ضروری ہے۔

کوئی کسی نامحرم سے تنہائی میں نہ ملے

حدیث ۱۶۲۹:-

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَخْلُوَنَّ أَحَدُكُمْ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ)). متفق عليه.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے؛ مگر یہ کہ اس کا محرم وہاں موجود ہو۔

افادات:–اگر اس کا شوہر ہی وہاں موجود ہے تب تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کا باپ، بھائی، بھتیجا وغیرہ کوئی نہ کوئی محرم وہاں موجود ہو؛ تب ہی اس سے ملے، اور بات چیت کرے۔ اس کے بغیر کوئی آدمی تنہائی میں کسی عورت کے ساتھ نہ رہے۔

اللہ کی راہ میں نکلنے والوں کی بیویوں کی حرمت

حدیث ۱۶۳۰:-

وعن بُرَيدَةَ - رضی الله عنه - قَالَ: قَالَ رسولُ الله - ﷺ -: ((حُرْمَةُ نِسَاءِ المُجَاهِدِينَ عَلَى القَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ. مَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ القَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلاً مِنَ المُجَاهِدِينَ فی أَهْلِهِ، فَيَخُونُهُ فِيهِمْ إِلاَّ وَقَفَ لَهُ يَوْمَ القِيَامَةِ، فَيَأْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شَاءَ حَتَّى يَرْضى)) ثُمَّ التَفَتَ إِلَيْنَا رسولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا ظَنُّكُمْ؟)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:–حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین کی عورتوں کی حرمت ان لوگوں پر جو گھروں میں ہیں؛ اپنی ماؤں کی حرمت کی طرح ہے۔ جو لوگ گھروں پر ہیں اور جہاد میں جانے والے کسی آدمی کے گھر والوں کی ضرورتیں پوری کرنے اس کے گھر پر جاتے ہیں، پھر اسی بنیاد پر (آنکھ لڑ گئی، اور غلط

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تعلق قائم کرکے) خیانت کے مرتکب ہوجاتے ہیں، ان کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا (اور جو اللہ کے راستہ میں گیا تھا اس سے) کہا جائے گا کہ: تو اس کی نیکیوں میں سے جتنی نیکیاں چاہے لے لے؛ یہاں تک کہ تیرا جی خوش ہوجائے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ ارشاد فرماکر حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے؟ (یعنی کیا وہ کسی طرح کی بھی کمی پر راضی ہوگا؟)۔

افادات:- جو لوگ دین کی نسبت پر کہیں سفر پر جاتے ہیں، جیسے: تبلیغی جماعت میں نکلتے ہیں، یا جہاد میں جاتے ہیں، اور عام طور پر اس زمانہ میں جہاد ہی کا سلسلہ جاری تھا، اس لیے کہ گھر میں مرد نہیں ہوتا، اور جانے والا- بھی یہ سمجھ کر کہ امانت داری سے دوستی کا حق ادا کرے گا- خود ہی کہہ جاتا ہے کہ میرے گھر کی ضرورتوں کا خیال رکھنا، اگر کچھ بازار لاکر دینا ہو، یا باہر سے کسی چیز کی ضرورت ہو تو پوری کردینا، اور اسی نسبت پر اس کے گھر کسی کا آنا جانا ہو؛ تو ایسے آدمی کو چاہیے کہ جس طرح اپنی ماں کی عزت و آبرو اور حرمت کا لحاظ کرتا ہے، اسی طرح سفر میں جانے والوں کی عورتوں کی حرمت کا لحاظ کرے۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟" کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارے سامنے بہت ساری دولت رکھی جائے اور وہ بھی ایسے موقعہ پر جبکہ ہمیں اس کی سخت احتیاج ہو، اور پھر کہا جائے کہ اس میں سے جتنا چاہو لے لو؛ تو ہم اس میں سے کچھ بھی چھوڑیں گے؟ کچھ بھی نہیں چھوڑیں گے، بلکہ سب ہی لے لیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی کوئی نیکی نہیں چھوڑے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم تشبہ الرجال بالنساء والنساء بالرجال

فی لباس وحرکۃ وغیر ذٰلك

مردوں کا عورتوں کے ساتھ اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ لباس، حرکت وسکون اور دوسری تمام چیزوں میں مشابہت اختیار کرنا حرام ہے

ایک نیا عنوان قائم کیا ہے کہ عورت اگر کوئی ایسا لباس پہننے لگ جائے جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، یاجو طور وطریق اور اندازووضع قطع مردوں کی ہے اسی کو اختیار کرنے لگ جائے۔ اسی طرح جو وضع قطع، لباس اور جو طور وطریق وانداز عورتوں کا ہے وہ مرد اختیار کرنے لگے؛تو شریعت اس کی کسی حال میں بھی اجازت نہیں دیتی،اور یہ حرام ہے۔

ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے،اور ایک باطن

در اصل ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتاہےاور ایک باطن ہوتاہے۔ اس کی ظاہری شکل و صورت اور ظاہری جسم ہوتاہے،اور ایک اس کی اندرونی حقیقت ہوتی ہے جو اس کی جان اور روح کی حیثیت رکھتی ہے۔اوران ہی دوچیزوں کے مجموعہ سے وہ چیز وجود میں آتی ہے۔صرف ظاہری جسم ہوتب بھی وہ بے کار ہے، جیسے:انسان میں اگر جسم ہی جسم ہو،اور روح نہ ہو؛تووہ بے کار ہے۔ہر چیز میں یہی فلسفہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے۔ مثلاً: آم کی ایک شکل و صورت ہے اور ایک اس کی حقیقت یعنی اس کا ذائقہ ہے جو مخفی ہوتا ہے جس کو ہم محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح خربوزہ کی بھی ایک ظاہری شکل و صورت ہوتی ہے، اور ایک اس کی مخفی حقیقت یعنی اس کا ذائقہ ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی آدمی خربوزہ کی حقیقت حاصل کرنا چاہے تو آم نہیں خریدے گا، بلکہ خربوزہ کی جو مخصوص شکل وصورت ہے اسی کو خریدے گا، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ میں جس حقیقت کا طلب گار ہوں وہ مجھے اسی میں ملے گی۔ اسی طرح جو آدمی آم کی حقیقت، اور آم کا ذائقہ و ٹیسٹ حاصل کرنا چاہتا ہے، تو وہ امرود نہیں خریدے گا، بلکہ آم کی شکل وصورت کو حاصل کرے گا، اس لیے کہ اسی کے ذریعہ سے اس کو یہ چیز حاصل ہوگی۔

ہر جنس کے مقاصد و فوائد الگ الگ

اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں کو بنایا، ان میں حضرت انسان بھی ہیں، اور انسانوں میں بھی جنس مختلف ہے۔ مرد الگ جنس ہے، اللہ تعالیٰ نے جن مقاصد کے لیے مردوں کو بنایا ہے وہ الگ ہیں اور اس کے فوائد بھی الگ ہیں۔ اور عورتوں کو جس مقصد کے لیے بنایا ہے وہ الگ ہے۔ لہٰذا مرد کی حقیقت مرد ہی کی شکل و صورت میں پائی جائے گی۔ اور عورتوں کی حقیقت عورت ہی کی شکل و صورت میں پائی جائے گی۔ عورت کی حقیقت کو اگر آپ مردانہ شکل وصورت میں ڈھونڈھیں گے تو نہیں ملے گی۔ اسی لیے شریعت یہ چاہتی ہے کہ ہر ایک کی شکل وصورت الگ ہو، اور اس کے امتیازات جن کے ذریعہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ دوسری جنس سے الگ پڑجاتی ہے وہ بھی جدا ہی رہیں ۔ جیسے: آم کی ایک شکل و صورت ہے جس کے ذریعہ وہ امرود سے الگ پڑجاتا ہے۔ امرود کو دیکھ کر آپ خود ہی کہہ دیں گے کہ یہ امرود ہے، کوئی آپ کو امرود بتا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ آم ہے، یا آم بتا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ امرود ہے۔ گویا آپ اس کی باتوں سے دھوکہ نہیں کھائیں گے۔اسی طرح ہر ہر چیز کے کچھ ظاہری امتیازات ہوتے ہیں، اور اس کی حقیقت اسی میں پائی جاتی ہے جس کو کسی بھی حال میں بدلا نہیں جاسکتا۔

شریعت نے بھی ان چیزوں کا لحاظ کیا ہے۔ایک مسلمان کے لیے نبی کریم ﷺ نے ظاہری شکل و صورت بھی بتلائی ہے کہ اس کو کس طرح کا لباس اختیار کرنا چاہیے، کس طرح کے بال رکھنے چاہیے، لباس کی تراش و خراش اور وضع قطع کس طرح کی اختیار کرنی چاہیے، اس کا اُٹھنا بیٹھنا کس انداز کا ہونا چاہیے؛ تاکہ وہ کفار و فساق سے ممتاز ہو جائے۔

اس کا لحاظ دنیوی چیزوں میں بھی کیا جاتا ہے

دنیوی اعتبار سے مکانوں تک میں اس چیز کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ ہوٹل کی شکل و صورت الگ ہوتی ہے۔ اسکول کی شکل و صورت الگ ہوتی ہے۔ آدمی دیکھ کر ہی کہہ دیتا ہے کہ یہ اسکول کی عمارت ہے، اس کے اندر کی حقیقت الگ ہے، اور اسکول والی حقیقت اسکول کی شکل و صورت والی عمارت ہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں پائی جائے گی۔ اگر کوئی آدمی اسکول کو ہوٹل جیسی بنادے تو لوگ کہیں گے کہ یہ کیا کیا؟ ہوٹل بنایاہے، یااسکول؟ اور اس کا یہ طرز اعتراض کا نشانہ بن جاتا ہے۔

مسجد کی شکل وصورت الگ ہوتی ہے اور مندر کی الگ ہوتی ہے، اگر کوئی آدمی مسجد کی شکل وصورت ایسی بنائے جو مندر کی ہوتی ہے، یا مندر کی شکل وصورت مسجد جیسی بنادے؛ تو اس کو قابلِ اعتراض سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی شرعی اعتبار سے کچھ احکام ایسے دیے ہیں جن میں اس طرح کے اختلاط کو ممنوع قرار دیاہے، اور ہر ایک کو اپنی خصوصیتوں کو ممتاز رکھنے کا حکم دیاہے۔ چناں چہ روایت لائے ہیں:

مشابہت اختیار کرنے والے مردو عورت پر لعنت

حدیث ۱۶۳۱:-

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قَالَ: لَعَنَ رسُولُ اللهِ ﷺ المُخَنَّثِینَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ۔

وفی روایة: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ المُتَشَبِّهِینَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔ اوران عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- یعنی مرد ہوکر عورتوں جیسا لباس پہنیں، مرد ہوکر عورتوں جیسے بال رکھیں، مرد ہوکر عورتوں جیسی چال ڈھال بنائیں، مرد ہوکر بولنے کا انداز ایسا بنائیں جیسا کہ عورتوں کا ہوتا ہے۔ اور عورت ہوتے ہوئے مردوں جیسا لباس پہنیں، عورت ہوتے ہوئے مردوں جیسی چال ڈھال بنائیں، عورت ہوتے ہوئے ان کا بولنا مردوں کے انداز کا ہو۔ وہی سارے طور طریقے اختیار کریں جو مردوں کے ہوتے ہیں؛ ان سب پر لعنت ہے۔

عجیب وغریب دھوکہ

آج کل لباس کے معاملہ میں ایک وبا چل پڑی ہے کہ مرد اور عورت کا کوئی امتیاز ہی باقی نہ رہے۔ بعض مرتبہ آدمی عجیب وغریب دھوکہ کھاجاتا ہے۔

ہمارے ایک ساتھی امریکہ سے آئے تھے، انہوں نے اپنا ایک قصہ سنایا کہ: ایک مرتبہ وہ دعوت وتبلیغ کے ساتھیوں کے ساتھ ملاقات کے لیے ایک مکان پر گئے تو ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی، وہاں بیٹھے اور ایک گھنٹہ تک اس سے بات چیت ہوتی رہی، اس کو دین سمجھایا، جب رخصت ہونے کے لیے اُٹھے تو وہ بھی کھڑا ہوا؛ تب پتہ چلا کہ جس سے بات ہورہی تھی وہ تو لڑکی ہے۔ یعنی اتنی دیر تک بیٹھ کر بات چیت کی تب بھی اندازہ نہیں ہوا۔ یقیناً آج کل لڑکیوں اور لڑکوں میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قابلِ لعنت مرد و عورت

حدیث ۱۶۳۲:-

وعن أَبِي هريرة -رضی الله عنه- قَالَ: لَعَنَ رسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ المَرْأَةِ والمَرْأَةَ تَلْبِسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ. (رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے لعنت فرمائی اس مرد پر جو عورتوں جیسا لباس پہنے، اور اس عورت پر جو مردوں جیسا لباس پہنے۔

افادات:- بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو مردوں اور عورتوں میں مشترک ہوا کرتی ہیں؛ اس میں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، جیسے: اوڑھنے کی چادر اور دوسری استعمال کی بعض چیزیں جو مردوں یا عورتوں کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھی جاتیں، اس میں اگر دونوں میں کوئی فرق نہ ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ ہاں! جو چیزیں مردوں کے اعتبار سے الگ ہوتی ہیں اور عورتوں کے اعتبار سے الگ ہوتی ہیں، سب لوگ ہی جانتے ہیں کہ یہ زنانہ (Ladies) ہیں، اور یہ مردانہ (Gants) ہیں؛ ان میں اگر کوئی آدمی خلط ملط کرنا چاہے، تو اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ اور یہ چیز قابلِ لعنت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جہنمیوں کی دو قسمیں

حدیث ۱۶۳۳:-

وعنه قَالَ قَالَ رسولُ الله ﷺ صِنفَانِ مِنْ أهلِ النّارِ لَمْ أرهُمَا؛ قومٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأذنَابِ البَقَرِ، يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ. وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلاتٌ مَائِلاتٌ، رُؤوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ البُخْتِ المائِلَةِ؛ لايَدْخُلْنَ الجَنَّةَ وَلايَجِدْنَ رِيحَهَا وإنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا)) (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا (یعنی آنے والے زمانہ میں ان کا ظہور ہوگا۔ گویا یہ نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی پیشین گوئیوں میں سے ہے جو آج ظاہر ہو رہی ہے) ایک تو وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن کے ذریعہ وہ لوگوں کی پٹائی کریں گے۔ اور دوسری قسم وہ عورتیں ہیں جو لباس پہنے ہوئے ہوں گی لیکن ننگی ہوں گی، دوسروں کو مائل کرنے والی، اور خود بھی مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کی جھکی ہوئی کوہانوں کی طرح ہوں گے، وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو دور سے محسوس کی جاتی ہے۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔

افادات:- علامہ احمد عبد الرحمٰن جو مصر کے بڑے عالم ہیں ان کی ایک کتاب ہے: "الفتحُ الرّبانی فی ترتیب مسند أحمد بن حنبل الشیبانی" اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ: دورِ حاضر میں محکمۂ شرطہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے معاونین مجرموں سے اقرار کرانے کے لیے ایسی ہی چیزوں سے مارنے کا کام لیتے ہیں، وہ اس کا مصداق ہیں۔

کپڑا پہنے ہوئے ہونے کے باوجود ننگی

”نِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ“ سے کیا مراد ہے؟ کپڑا پہنے ہوئے ہونے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ تو علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) اس کی تشریح کرتے ہیں:

(۱) ”معنی ((كَاسِيَاتٌ)) أَيْ مِنْ نِعْمَةِ اللهِ ((عَارِيَاتٌ)) مِنْ شُكْرِهَا“ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے وہ مزین ہوں گی، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا لباس ان کو اوڑھا رکھا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ان کو حاصل ہوں گی، لیکن اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے وہ عاری، ننگی اور خالی ہوں گی۔

(۲) ”وَقِيلَ مَعْنَاهُ: تَسْتُرُ بَعْضَ بَدَنِهَا، وَتَكْشِفُ بَعْضَهُ إِظْهَارًا لِجَمَالِهَا وَنَحْوِهِ“ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا لباس پہنیں گی کہ لباس پہنے ہوئے بھی ننگی نظر آئیں گی۔

اب لباس پہنے ہوئے ننگی نظر آنے کی کئی شکلیں ہیں: (اس لیے کہ لباس کا مقصد ستر کو چھپانا ہے۔ ”ستر“ یعنی جسم کا وہ حصہ جس کو چھپانے کا شریعت نے حکم دیا ہے مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ ستر میں داخل ہے جس کا چھپانا ضروری اور فرض ہے۔ عورت کے لیے چہرہ اور ہتھیلیوں کو چھوڑ کر پورا جسم ستر میں داخل ہے جس کا چھپانا ضروری اور فرض ہے۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الف:-اگر کوئی عورت ایسالباس پہنے کہ جسم کا کچھ حصہ کھلا رہ جائے، بازو کھلے رہ جائیں، جیسے: بغیر آستین کا یا آدھی آستین فروک پہنے، تو اس صورت میں ہاتھ کا جتنا حصہ کھلا رہے گا وہ ستر ہونے کہ وجہ سے ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا وہ لباس پہننے کے باوجود ننگی ہے۔ شریعت نے جتنا بدن ڈھانپنے کا حکم دیا اس سے وہ محروم ہے۔

ستر ڈھانپنے کا مقصد دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک تو انسان کے جسم کی رنگت نظر نہ آئے کہ کالا ہے یا گورا۔ اگر بدن کھلا ہوا ہو تو جسم کا رنگ نظر آجائے گا۔ اور دوسرا عضو کی سائز اور ساخت نظر نہ آئے۔ اس لیے ستر چھپانے کے لیے جو کپڑا استعمال کیا جاتا ہے اس میں دو باتیں ہونی چاہیے، ایک تو یہ کہ وہ جسم کی رنگت کو چھپانے والا ہو، اور دوسرا یہ کہ اس کو پہننے کے نتیجہ میں جسم کی ساخت اور سائز لوگوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہیے۔ اسی لیے لباس موٹا ہونا چاہیے یعنی اتنا باریک نہ ہو کہ پہنے ہونے کے باوجود اندر کا جسم جھلکتا ہو۔

ب:-جو عورتیں ایسا لباس پہنتی ہیں جس کی وجہ سے ان کا جسم جھلکتا نظر آتا ہے، جیسے: پتلا دوپٹہ اوڑھ لیا، یا ایسا پتلا کپڑا پہنا کہ جسم کا اندرونی حصہ باہر سے نظر آتا ہے؛ تو اس صورت میں یوں کہا جائے گا کہ یہ کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہیں۔

ج:-اور ایک شکل یہ ہے کہ کپڑا تو موٹا ہے جس کی وجہ سے جسم کا اندرونی حصہ جھلکتا نہیں ہے؛ لیکن وہ لباس اتنا تنگ ہے جس کی وجہ سے سائز نظر آتی ہے، سینہ نظر آتا ہے، بازو نظر آتے ہیں،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کولھے، سرینیں اور پیٹ نظر آتا ہے، مطلب یہ کہ اس کی سائز معلوم ہو جاتی ہے تو اس صورت میں یہ کپڑا اگرچہ موٹا ہے جس کی وجہ سے اندر کا جسم جھلکتا نہیں ہے؛ لیکن پھر بھی اس کی سائز نظر آنے کی سے یوں ہی سمجھا جائے گا کہ وہ کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہے۔

یہ سب شکلیں عورتیں اپنے جمال اور خوب صورتی کو نمایاں کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں؛ تو یوں سمجھا جائے گا کہ وہ باوجود کپڑا پہننے کے ننگی ہیں۔

(۳)"وَقِيلَ: تَلْبَسُ ثَوباً رَقِيقاً يَصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا" ایک مطلب وہی ہے کہ وہ پتلا اور بارک لباس پہنیں گی کہ لباس پہننے کے باوجود اس کے جسم کا رنگ نظر آتا ہو، اس میں سے جسم جھلکتا ہے؛ تو یوں کہا جائے گا کہ کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہیں۔

(۴)"وَمَعْنَى ((مائِلَاتٌ)) قِيلَ: عَنْ طَاعَةِ اللهِ وَمَا يَلْزَمُهُنَّ حِفْظُهُ" "مَالَ يَمِيلُ" کا معنیٰ آدمی کا جھکا ہوا ہونا، اور کسی طرف مائل ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اس کے احکام بجا لانے سے ہٹی ہوئی ہیں۔

"((مميلاتٌ)) أيْ: يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ المَذْمُومَ" یعنی دوسروں کو بھی ایسی حرکتیں کرنے کو سکھاتی ہیں۔ خود بھی راہِ راست سے ہٹی ہوئی ہیں اور دوسری عورتوں کو بھی راہِ راست سے ہٹانے والی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں۔ بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خود تو غلط کار ہوتی ہی ہیں اور لوگوں میں بھی اس کی ترویج واشاعت کرتی ہیں۔

(۵)"وَقِیلَ: مَائِلَاتٌ یَمْشِینَ مُتَبَخْتِرَاتٍ، مُمِیلَاتٌ لِأَکْتَافِهِنَّ" بعضوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ مٹکاتی ہوئی چلیں گی۔ اپنے جسم کو خم دیتے ہوئے اور اپنے کندھے کو ہلاتے ہوئے چلیں گی۔

(٦)"وقیلَ:مائلاتٌ یَمْتَشطنَ المِشْطَةَ المَیلاءَ:وهی مِشطةُ البَغَایا، و((مُمیلاتٌ)) یُمَشِّطنَ غَیْرَهُنَّ تِلْكَ المِشْطَةَ" اور بعضوں نے کہا کہ مائلات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کی ساخت فاحشہ عورتوں جیسی بناتی ہیں یعنی مانگ ٹیڑھی کرنا وغیرہ۔ اور دوسری عورتوں کو باقاعدہ ایسا بنا کر دینا، یعنی دوسری عورتوں کو بھی بالوں کا ایسا انداز بنا کر دیں گی۔ خود بھی ایسا بناتی ہیں اور دوسروں کو بھی ایسا بنا کر دیتی ہیں، جیسے: بیوٹی پارلرز میں ہوتا ہے کہ خود بھی اپنے لیے ایسی زیب وزینت اختیار کرتی ہیں، اور دوسری عورتوں کو بھی اس طرح کی زیب وزینت بنا کر دیتی ہیں ۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم نے تکملہ فتح الملہم میں غالباً علامہ قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "مَائِلَاتٌ" یعنی وہ عورتیں جو زنا اور اسبابِ زنا کی طرف مائل ہیں۔ یعنی وہ ایسا ناز و انداز اختیار کرتی ہیں اور ایسا طور وطریق اور ایسا لباس اپناتی ہیں جس کے نتیجہ میں وہ خود بھی زنا اور اسبابِ زنا کی طرف مائل ہیں اور دوسروں کو بھی زنا کی طرف مائل کرتی ہیں۔ آج کل

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جو بھی فیشن رائج ہو رہے ہیں ان کا خلاصہ یہی ہوتا ہے کہ خود بھی ان برائیوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف مائل کرتی ہیں۔

بختی اونٹوں کے کوہان

"رُؤوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ البُخْتِ" أيْ: يُكَبِّرْنَهَاوَيُعَظِّمْنَهَا بِلَفِّ عِمَامَةٍأَوْ عِصَابَةٍ أَوْ نَحْوِهَا "ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہوں گے۔ علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: وہ کپڑا لپیٹ کر اپنے سر کو بڑا بنا کر ظاہر کریں گی۔ اُس زمانہ میں مصری عورتوں میں یہ فیشن چلا تھا اور چوں کہ علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) مصر کے رہنے والے تھے، اس لیے فرماتے ہیں کہ کپڑا لگا کر یا عمامہ جیسا کپڑا لپیٹ کر اپنے سروں کو بڑا ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم تکملہ فتح الملہم میں فرماتے ہیں کہ: دورِ حاضر میں عورتوں نے بالوں کی زینت اور فیشن کے طور پر جو مخصوص ساخت شروع کی ہے کہ بالوں کو سر کے اوپر اکٹھا کر کے جمانے کی کوشش کرتی ہیں؛ وہ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے اونٹ کی کوہان ہو۔ اب جس نے یہ شکل نہ دیکھی ہو وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا؛ لیکن حضورِ اکرم ﷺ کی پیشین گوئی اس طرح پوری ہوتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهی عن التشبه بالشیطان والکفار

شیطان اور کفار کے ساتھ تشبہ اختیار کرنے کی ممانعت

ایک ہے تشبہ اور ایک ہے مشابہت:

تشبہ کا مطلب ہے: آدمی کا بالقصد اپنے ارادہ واختیار سے اپنے آپ کو ایسا بنانا کہ میں فلاں جیسا نظر آؤں، مثلاً: کوئی مخصوص طور وطریق اور مخصوص انداز و فیشن ہو اور آدمی اسی طرح کے کپڑے اس لیے پہنے کہ میں بھی ان جیسا نظر آؤں، جیسے: کوئی آدمی کوٹ پتلون اس لیے پہنتا ہے کہ میں بھی یورپین اور انگریز کی طرح نظر آؤں۔ یا کفار کا کوئی مخصوص لباس اسی نیت سے پہنتا ہے کہ میں بھی ان جیسا نظر آؤں؛ وہ تو تشبہ ہے، اور تشبہ حرام ہے۔ بلکہ اگر اس نے ایسی چیز کو اختیار کیا جو ان کا مذہبی شعار اور مذہبی علامت سمجھی جاتی ہے؛ تو اس صورت میں تو بعض مرتبہ کفر تک پہنچنے کی نوبت آجاتی ہے۔ لیکن اگر اس کی نیت ان جیسا بننے کی نہیں ہے؛ تو اس صورت میں اس کو تشبہ نہیں بلکہ مشابہت کہیں گے، اور یہ بھی مکروہ ہے، لیکن اس کا گناہ پہلے جیسا نہیں ہوگا۔

یہاں نبئ کریم ﷺ تشبہ بالشیطان والکفار سے منع فرماتے ہیں کہ شیطان اور کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت ہے۔ کفار کے ساتھ مشابہت اگر ارادہ و قصد کے ساتھ ہو تب تو منع ہے ہی؛ لیکن اگر غیر ارادی طور پر ہو جائے تب بھی شریعت کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہے؛ لیکن اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کا گناہ اس درجہ کا نہیں جو بالارادہ اور بالقصد کرنے کی صورت میں ہوتا ہے، اس لیے کہ بالارادہ کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو اسلامی طور وطریق اور اسلامی انداز ناپسند ہے، اور غیر اسلامی انداز پسند ہے۔

بائیں ہاتھ سے کھانا شیطان کے ساتھ مشابہت ہے

حدیث ۱۶۳۴:-

عن جابر رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((لَاتَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ وَيَشْرِبُ بِالشِّمَالِ)).(رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ، اس لیے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

افادات:- اس سے معلوم ہوا کہ شیطان بھی حقیقۃً کھاتا اور پیتا ہے، اور روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے اس کی عادت بائیں ہاتھ سے کھانے اور پینے کی ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ پیو، بلکہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ پیو؛ ورنہ شیطان کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی۔

حدیث ۱۶۳۵:

وعن ابن عمر (رضی اللہ عنہما): أَنَّ رسُولَ الله ﷺ قَالَ: ((لَايَأْكُلَنَّ أَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ، وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا)) (رواہ مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی بائیں ہاتھ سے نہ کھائے، اور نہ اُلٹے ہاتھ سے پانی پیئے، اس لیے کہ شیطان اُلٹے ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

افادات:–ان روایتوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ شیطان جیسا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے، اگر ہم بائیں ہاتھ سے کھائیں گے تو ہم بھی شیطان جیسے بن جائیں گے۔

غیروں کی مخالفت کا حکم

حدیث ١٦٣٦:-

وعن أَبي هريرة - رضی الله عنه -: أَنَّ رسولَ اللهِ - ﷺ - قَالَ: ((إنَّ اليَهُودَ وَالنَّصَارىٰ لاَ يَصْبغُونَ، فَخَالِفُوهُمْ)). (متفق عَلَيْهِ)

المُرَادُ: خِضَابُ شَعْرِ اللَّحْيَةِ والرَّأْسِ الأَبْيَضِ بِصُفْرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ؛ وأَمَّا السَّوَادُ فَمَنْهِيٌّ عَنْهُ كَمَا سَنَذْكُرُهُ في البَابِ بَعْدَهُ، إنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہود اور نصاریٰ اپنے بالوں کو نہیں رنگتے (یعنی جب ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو جاتے ہیں تو وہ لوگ خضاب نہیں لگاتے) لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو (یعنی خضاب لگاؤ)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: ڈاڑھی اور سر کے جو بال سفید ہو چکے ہوں، ان کو پیلے یا سرخ رنگ سے رنگنا اور خضاب کرنا مراد ہے۔ رہا کالا رنگ؛ تو وہ تو ممنوع ہی ہے جیسا کہ آئندہ باب میں آرہا ہے۔

افادات:- یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کو خاص تاکید فرمائی کہ یہود و نصاریٰ کے بال جب سفید ہو جاتے ہیں تو وہ خضاب نہیں کرتے؛ لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو۔ یا جیسا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے مشرکین کے متعلق فرمایا کہ وہ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور ڈاڑھی کٹاتے ہیں، لہٰذا تم ان کی مخالفت کرو کہ اپنی ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ۔ اور بھی بہت سی چیزوں میں ہمیں یہی تاکید فرمائی گئی ہے۔ گویا جو طور و طریق اور لباس وغیرہ کی تراش و خراش اور کٹنگ ان کے جیسی ہو، تو اس کو اختیار نہ کیا کرو۔ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ'' جو آدمی کسی قوم کے ساتھ بالارادہ تشبہ اختیار کرے گا تو وہ بھی ان ہی میں شمار کیا جائے گا۔ قرآنِ پاک میں بھی فرمایا گیا ہے: ﴿وَلَا تَرۡكَنُوۡٓا إِلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں ان کی طرف نہ جھکو (ان کے طور و طریق اختیار نہ کرو) کہ جہنم کی آگ تم کو بھی پکڑ لے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب نہی الرجل والمرأۃ عن خضاب شعرھما بسواد

مرد ہو یا عورت؛ سیاہ خضاب کرنے کی ممانعت

حدیث ۱۶۳۷:-

عن جابر (رضی اللہ عنہ) قَالَ: أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ والِدِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ (رضی اللہ عنہما) يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضاً. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((غَيِّرُوا هَذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے والد حضرت ابو قحافہ (رضی اللہ عنہ) کو فتح مکہ کے دن لایا گیا تو ان کا سر اور ڈاڑھی ثغامہ پودے کی طرح بالکل سفید تھی، نبی کریم ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا: اس کو بدل دو (یعنی یہ سفیدی نکال دو، اس کو رنگ دو) لیکن سیاہی سے بچو (یعنی خضاب سیاہ رنگ کا نہیں ہونا چاہیے)

افادات:- حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے والد حضرت ابو قحافہ (رضی اللہ عنہ) پہلے ایمان نہیں لائے تھے، جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اس وقت حضرت ابو قحافہ (رضی اللہ عنہ) بہت بوڑھے ہو چکے تھے تو ان کو حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اپنی گود میں اُٹھا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت حضور اکرم ﷺ نے ان کو کلمہ پڑھایا اور وہ ایمان لائے۔ جب حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ان کو اُٹھا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ان کو کیوں لائے، مجھے بتاتے تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں خود آجاتا۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان کو ہی آپ کی خدمت میں آنا چاہیے تھا، کہا کہ آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ خیر! جب وہ لائے گئے تو چوں کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے، اس وجہ سے ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال بالکل سفید ہو چکے تھے۔

”ثَغَامَة“ ایک پودا ہوتا ہے جو پہاڑوں پر پایا جاتا ہے، جب وہ خشک ہو جاتا ہے تو بالکل سفید برف کی طرح نظر آتا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ایک درخت ہے جس کے پھل اور پھول بہت سفید ہوتے ہیں، جب وہ آتے ہیں تو پورا پودا سفید نظر آتا ہے۔

خود آپ ﷺ نے خضاب فرمایا ہے، یا نہیں؟ یہ چیز محدثین کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ احناف کے یہاں راجح یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خضاب نہیں فرمایا ہے۔ اس لیے کہ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت آپ کے سر، ڈاڑھی کے بالوں میں اٹھارہ یا انیس بالوں سے زیادہ سفید بال نہ تھے، البتہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے مہندی اور کَتَم کا خضاب کیا ہے۔

سرخ سیاہی مائل رنگ کی مہندی کا حکم

”کَتَم“ بھی مہندی کی طرح کا ایک پودا ہوتا ہے، اس سے بال کا رنگ سیاہی مائل ہو جاتا ہے، اور ان دونوں کو ملایا جائے گا تو اس سے سرخ سیاہی مائل رنگ آجاتا ہے۔ اس طرح کا خضاب لگانے کی اجازت ہے، لیکن خالص سیاہ رنگ کے خضاب کی اجازت نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کالی مہندی کا مسئلہ

آج کل ”کالی مہندی“ کے نام سے ایک خضاب آتا ہے، اس کو بنانے والے بھی عجیب ہیں کہ اس کو نام ہی ”مہندی“ دے دیا، تاکہ کسی کو زیادہ تحقیق کی ضرورت ہی پیش نہ آئے، اور سب یہی سمجھیں کہ یہ مہندی ہے، حالاں کہ وہ ایک کیمیکل ہے جس کو ”کالی مہندی“ کا صرف نام دیدیا ہے۔ اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ واقعۃً مہندی ہو اور اس سے صرف کالا رنگ آتا ہو؛ تب بھی اس کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

ہیر ڈائی کا حکم، عورتیں متوجہ ہوں

آج کل بالوں کو رنگنے کے لیے ہیر ڈائی آتی ہے، اس سے بھی اگر صرف رنگ آتا ہے، جیسے مہندی کا رنگ آتا ہے؛ تو اس میں بھی کالے کو چھوڑ کر باقی رنگ، جیسے بھورا، سرخ رنگ کو استعمال کرنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ وہ صرف رنگ ہی ہو، یعنی اس کو لگانے سے رنگ ہی چڑھتا ہو۔ اور اگر وہ اتنا گاڑھا ہو جس کی وجہ سے بالوں پر پرت چڑھ جاتی ہو، جیسے: آئل پینٹ میں ہوتا ہے؛ تو اس صورت میں پھر وضو اور غسل درست نہیں ہوگا۔ جیسے: عورتیں نیل پالش لگاتی ہیں، جس میں ناخن پر باقاعدہ پرت اور پڑ جم جاتا ہے، تو اس صورت میں ان کا نہ غسل ہوگا اور نہ وضو ہوگا، بلکہ خدانخواستہ اگر ایسی حالت میں انتقال ہو گیا تو ناخنوں پر نیل پالش لگی ہوئی ہونے کی وجہ سے ان کا غسل بھی نہیں ہوگا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور جب غسل نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی، اس لیے کہ مُردہ کو جب تک غسل نہ دیا جائے اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ عورتوں کے ناخنوں پر اگر نیل پالش لگی ہوئی ہو تو اس کو کھرچا جائے، اگر کھرچا نہیں جائے گا تو ان کا غسل ہی درست نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔ ابوداود شریف میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بعض لوگ ایسا خضاب استعمال کریں گے جیسے کبوتر کے پوٹے ہوتے ہیں، وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھیں گے(۱)۔ کبوتر کے پورے جسم کا رنگ تو الگ ہوتا ہے، لیکن گلے کے نیچے کے حصہ کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اسی لیے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کالا خضاب استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ البتہ دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے میدانِ قتال میں اگر اس کو استعمال کیا جائے تو اس کی گنجائش دی گئی ہے۔

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: یکون قوم یخضبون فی اٰخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام، لا یریحون رائحة الجنة. (سنن ابی داود: باب ما جاء فی خِضَابِ السواد۔ حدیث نمبر: ۴۲۱۲)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهي عن القَزَع

وإباحة حَلْقِهِ كُلِّهِ للرجل دون المرأة

"قَزَع" کی ممانعت کا بیان

بال کاٹنے کی اجازت صرف مَردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں

"قَزَع" کا مطلب

"قَزَعٌ" جمع کا صیغہ ہے، اس کا واحد "قَزَعَةٌ" آتا ہے، جس کا اصل معنٰی تو ہے: بادل کا وہ ٹکڑا جو تنہا ہو، آسمان میں بادل کی جماوٹ نہ ہو۔ بعض مرتبہ سر کے بال اس طرح کاٹے جاتے ہیں کہ سر کے کسی حصہ کے کاٹے جاتے ہیں اور کسی حصہ کے رہنے دیئے جاتے ہیں؛ اسی کو "قَزَع" سے تعبیر کیا گیا ہے کہ سر کے کسی حصہ کے بال کاٹ کر کسی حصہ کے بال کو رہنے دینا۔ اس سے نبیٔ کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ہاں! اگر پورے سر کے بال کاٹنا چاہے کہ سر پر بالکل بال رہے ہی نہیں؛ تو کاٹ سکتے ہیں۔ لیکن سر کے کچھ حصہ کے بال رہنے دینا اور کچھ حصہ کے کاٹنا، جیسا کہ عام طور پر شریعت کے خلاف بال رکھنے والوں کا قدیم زمانہ سے یہی طریقہ چلا آیا ہے کہ کان کے پاس کے بال کاٹ دیئے جاتے ہیں اور سر کے اوپر کے بال رہنے دیئے جاتے ہیں، یا پیچھے گُدی کے حصے کے بال کاٹ دیئے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جاتے ہیں اور باقی بالوں کو رہنے دیا جاتا ہے؛ تو اس کی اجازت نہیں ہے۔ اگر بال رکھنے ہیں تو پورے سر کے رکھے جائیں، اور اگر کاٹنے ہیں تو پورے سر کے کاٹ دیئے جائیں۔

حدیث ۱۶۳۸:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، قَالَ: نَهَى رسُولُ اللهِ ﷺ عن القَزَعِ. (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔ (قزع کا مطلب اوپر بتایا جاچکا ہے۔)

بچوں کے بالوں کی تراش خراش کی ذمہ داری والدین کی ہے

حدیث ۱۶۳۹:-

وعنه، قَالَ: رأى رسُولُ اللهِ ﷺ صَبِيّاً قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ رَأْسِهِ وَتُرِكَ بَعْضُهُ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ، وقال: ((احْلِقُوهُ كُلَّهُ، أَوِ اتْرُكُوهُ كُلَّهُ)) (رواه أبو داود بإسناد صحيح عَلَى شرط البخاري ومسلم.)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کے کچھ حصے کے بال کاٹے گئے تھے، اور کچھ حصے کے چھوڑ دیئے گئے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا: یا تو پورے کے بال کاٹ دو، یا پورے سر کے بال رہنے دو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کے بالوں کی تراش وخراش اور بچوں کے لباس کی وضع قطع کے معاملہ میں ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ ان کو شریعت کے مطابق رکھنے کا اہتمام کریں، ورنہ انہیں کا مواخذہ ہو گا۔ یہاں تک کہ کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ چھوٹے بچے کو ماں پیشاب یا پائخانہ اس طرح کرا رہی ہے کہ اس بچہ کی پیٹھ، یا اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو رہا ہے؛ تو یہ درست نہیں ہے۔ اور چھوٹا بچہ چاہے پانچ مہینہ کا ہو، یا ایک سال کا ہو، اور وہ لڑکا ہے تو اس کو ریشمی کپڑا، یا سونے کی چین پہنانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بچوں کے ان تمام معاملات میں شریعت کے احکام کی پابندی کروانے کی ذمہ داری ماں باپ کی ہے، اگر ان میں شریعت کی خلاف ورزی ہو گی تو پکڑ ماں باپ کی ہو گی۔

پورے سر کے بال مونڈے جاسکتے ہیں

حدیث ۱۶۴۰:-

وعن عبد الله بن جعفر رضی الله عنهما: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمْهَلَ آلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَالَ: ((لَا تَبْكُوا عَلَى أَخِي بَعْدَ الْيَوْمِ)) ثُمَّ قَالَ: ((ادْعُوا لِي بَنِي أَخِي)) فَجِيءَ بِنَا كَأَنَّنَا أَفْرُخٌ فَقَالَ: ((ادْعُوا لِي الْحَلَّاقَ)) فَأَمَرَهُ فَحَلَقَ رُؤُوسَنَا. (رواه أبو داود بإسناد صحيح على شرط البخاري ومسلم.)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھرانے والوں کو تین دن (رونے کی) مہلت دی۔ جب تین دن ہوگئے تو نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: آج کے بعد میرے بھائی کے واسطے مت روئیو، پھر ارشاد فرمایا: میرے بھائی کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ ہمیں آپ ﷺ کے پاس لایا گیا (ہم اتنے چھوٹے بچے تھے) گویا ہم چوزے ہوں (مطلب یہ ہے کہ ہم بہت چھوٹے چھوٹے تھے) پھر حضور ﷺ نے فرمایا: حلّاق کو بلواؤ۔ جب وہ آیا تو حضور ﷺ نے اس سے کہا: ان کے بال مونڈ دو، تو اس نے ہمارے سروں کو مونڈ دیا۔

حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) کے حالات

افادات:- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے تھے: (۱) محمد (۲) عبد اللہ (۳) عون۔ یہ تینوں بہت چھوٹے چھوٹے تھے، ان میں سے عبد اللہ شکل وشباہت میں نبی کریم ﷺ کے بہت مشابہ تھے، اور بعد میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے داماد بھی بنے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی تھے، اور نبی کریم ﷺ کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے پہلے ہجرت کرکے حبشہ گئے تھے، پھر وہاں سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ اس وقت پہنچے جب نبی کریم ﷺ غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے جاچکے تھے، چناں چہ وہیں خیبر جاکر نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی، اس وقت خیبر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فتح ہوچکا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے معانقہ فرمایا، پیشانی پر بوسہ دیا، اور فرمایا کہ: میں یہ نہیں بتلا سکتا کہ مجھے اس وقت کس چیز کی زیادہ خوشی ہے: خیبر کے فتح ہونے کی، یا جعفر کی ملاقات کی(۱)۔

حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) بڑے ہی سخی تھے۔ غزوۂ موتہ کے موقعہ پر پہلے امیر تو حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) بنائے گئے تھے، اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو ان کی جگہ پر حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) امیر ہوں گے، اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو امیر حضرت عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) ہوں گے۔ اسی جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اور ان کی شہادت کی اطلاع مدینہ منورہ پہنچی۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بذریعۂ وحی بھی آگاہ کر دیا تھا، لہٰذا آپ نے مدینہ منورہ میں ”الصلوٰۃ جامعة“ کی آواز لگوا کر لوگوں کو جمع کروایا، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے میدانِ جنگ کا پورا نقشہ کر دیا گیا تھا، آپ لوگوں بتلاتے جاتے تھے کہ پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ خیر! ان کی شہادت کی اطلاع جب ان کے گھر پہنچی تو گھر والوں کو بڑا غم ہوا، اور وہ رونے لگے۔

(۱) حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَوْنِ بنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ جَعْفَرٌ مِنْ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ، تَلَقَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَعَانَقَهُ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ: مَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَنَا أَسَرُّ، بِفَتْحِ خَيْبَرَ، أَوْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ. (المعجم الكبير للطبرانی، حدیث رقم:۱۴۵۲)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رونا اگر غیر اختیاری طور پر آرہا ہے اور شریعت کے خلاف بھی کسی حرکت کا ارتکاب نہیں کیا جارہا ہے، جیسے: گالوں پر طمانچے نہیں مارے جارہے ہیں، بالوں کو نوچا نہیں جارہا ہے، گریبان پھاڑا نہیں جارہاہے، اور مرنے والے کے غلط اوصاف بیان کرکے شور و ہنگامہ برپا نہیں کیا جارہاہے؛ تو رونے کی اجازت ہے۔ خیر! نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) کے گھرانے والوں کو تین دن تک رونے کی مہلت دی، یعنی رونے سے منع نہیں کیا۔ اس روایت کو لاکر علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ پورے سر کے بال مونڈے جاسکتے ہیں ۔ اور خاص کر بچوں کے بارے میں تو زیادہ مناسب یہی ہے کہ سر پر بال رکھنے کے مقابلہ میں بالوں کو مونڈ دیا جائے۔

عورت سر کے بال نہ منڈوائے

حدیث ۱۶۴۱ :-

وعن عليٍّ -رضی الله عنه- قَالَ: نَهَى رسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ تَحْلِقَ المَرْأَةُ رَأسَهَا. (رواه النسائی)

ترجمہ:- حضرت علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ عورت اپنے سر کے بال منڈوائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–عورتوں کے لیے تو بال کاٹنے کی بھی ممانعت آئی ہے،اس لیے کہ اس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور جو عورت وضع قطع،تراش وخراش اور لباس میں مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اس پر نبیٔ کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم وصل الشعر والوشم والوشر ...وهو تحديد الأسنان

بالوں کے ساتھ دوسروں کے بالوں کو جوڑنا، گوندنا لگوانا، دانتوں کو نوکیلا بنانا

اپنے بالوں کے ساتھ دوسروں کے بالوں کو جوڑ کر اپنے بالوں کو بڑا بنانا، جیسا کہ عام طور پر عورتیں کرتی ہیں ۔اور گوندنا لگوانے کی بھی ممانعت ہے،یعنی سوئیوں کے ذریعہ جسم میں سوراخ کرکے اس میں سرمہ یانیم بھر دینا، جس کی وجہ سے اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ آج کل دیکھا ہوگا کہ بہت سے نوجوان اپنے جسم میں جگہ جگہ مختلف جانوروں -بچھو، شیر-کی تصویریں گوندواتے ہیں، یا اپنا نام لکھواتے ہیں، یا غیر مسلم لوگ اپنی دیوی دیوتاؤں کی شکلیں بنواتے ہیں۔اہلِ عرب میں بھی اس کا رواج تھا؛ یہی ''وَشم'' کہلاتا ہے۔ اور ''وَشر''یعنی دانتوں کو نوکیلا بنانا۔ اسلام میں ان سب باتوں کی ممانعت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خِلقت کو بدلنا شیطانی فریب ہے

قرآنِ پاک کی آیت پیش کی ہے:﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لَعَنَهُ اللهُ.وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيباً مَفْرُوضاً. وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللهِ.(النساء:۱۱۹،۱۱۸،۱۱۷)

ترجمہ:–وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں، دراصل وہ نہیں پکارتے مگر مؤنث اور مادہ کو (یعنی عام طور پر غیر اللہ کو جو پکارا جاتا ہے وہ دیویاں ہی ہوتی ہیں، اور اہلِ عرب میں ہر قبیلہ کا بت علاحدہ ہوا کرتا تھا، اور اس کے لیے ان کے یہاں یہی جملہ استعمال کیا جاتا تھا: ”أُنْثٰى بَنِيْ فُلَانٍ“ فلاں قبیلے کی دیوی۔ ہمارے ملک میں بھی غیر اللہ کی جو پوجا کی جاتی ہے ان میں دیویاں ہی زیادہ ہیں) اور نہیں پکارتے ہیں مگر شیطانِ سرکش کو (حقیقت میں شیطان ہی گمراہ کرتا ہے، اور غیر اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ گویا اس کے بہکاوے میں آکر جو کچھ کیا جاتا ہے درحقیقت وہ عبادت اور پوجا شیطان ہی کی ہو رہی ہے) اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا (جس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کیا اس وقت) وہ کہنے لگا: میں تیرے بندوں میں سے اپنے لیے ایک حصہ مقرر کرلوں گا (مطلب یہ ہے کہ تیرے بندوں میں سے ایک تعداد وہ ہوگی جو میری بات ماننے والی اور میری پیروی کرنے والی ہوگی، میں ان کو اپنا بنالوں گا) اور میں ان کو گمراہ کروں گا، اور میں ان کو تمنائیں دلواؤں گا (اور عام طور پر آدمی تمناؤں اور امیدوں میں پڑ کر ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہوتا ہے) اور میں ان کو بہکاؤں گا جس کے نتیجہ میں وہ اپنے جانوروں کے کانوں کو چیریں گے، اور ان کو حکم دوں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خِلقت کو بدل دیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–اس آیت کو یہاں اسی لیے پیش کیا ہے کہ جسموں پر جو گودنا لگوایا جاتا ہے، اسی طریقے سے دانتوں کو جو باریک کروایا جاتا ہے، اور بالوں کو غلط طریقوں سے تراشا جاتا ہے؛ یہ سب اللہ تعالیٰ کی خِلقت کو بدلنا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بالوں کو عورتوں کے لیے زینت بتلایا ہے، جیسا کہ بعض کتابوں میں بعض فرشتوں کی یہ تسبیح بتلائی گئی ہے: ”سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحیٰ وَالنِّسَآءَ بِالذَّوَائِبِ“ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھی کے ذریعہ سے اور عورتوں کو چوٹی کے ذریعہ سے زینت عطا فرمائی۔ آج کل دونوں نے اپنی زینت چھوڑ دی ہے، مردوں نے ڈاڑھی ختم کر دی اور عورتوں نے چوٹی نکال دی۔

بالوں کو جوڑنے والی اور جُڑوانے والی پر لعنت

حدیث ۱۶۴۲:-

وعن أسماءَ رضی اللہ عنہا أنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: یارسولَ اللہِ! إنَّ ابْنَتِي أَصَابَتْهَا الحَصْبَةُ، فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا، وإنِّي زَوَّجْتُهَا، أَفَأَصِلُ فِيهِ؟ فقالَ: ((لَعَنَ اللہُ الوَاصِلَةَ وَالمَوْصُولَةَ)). (متفق علیه)

وفي روايةٍ: ((الوَاصِلَةَ، والمُسْتَوْصِلَةَ)).

قَوْلُهَا: ((فَتَمَرَّقَ)) هو بالراءِ ومعناهُ: انْتَثَرَ وَسَقَطَ. ((وَالوَاصِلَةُ)): التي تَصِلُ شَعْرَهَا، أو شَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ آخَرَ. ((وَالمَوْصُولَةُ)): التي يُوصَلُ شَعْرُهَا. ((والمُسْتَوْصِلَةُ)): التي تَسْأَلُ مَنْ يَفْعَلُ لها ذلك.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ایک عورت نے نبیٔ کریم ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میری بیٹی کو چیچک کی بیماری ہوگئی جس کے نتیجہ میں اس کے بال جھڑ گئے، اور میں نے اس کا نکاح کرا رکھا ہے، تو کیا اب میں اس کے بالوں میں دوسرے بال جوڑ کر اس کے بال لمبے کروں؟ (دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شوہر نے مطالبہ کیا تھا اور اس نے ساس سے کہا تھا کہ تمہاری بیٹی کے بال جھڑ گئے ہیں تو اس کے بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑ دو۔ تو اس عورت نے آکر نبیٔ کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں اجازت چاہی) نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اپنے بالوں کو جوڑے اور جس کے بال جوڑے جائیں؛ ان دونوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

افادات:–اس سلسلہ میں اکثر حضراتِ محدثین اس طرف گئے ہیں کہ کسی بھی حال میں بالوں میں مطلقاً دوسرے بالوں کو جوڑنے کی اجازت نہیں ہے، چاہے وہ انسانی بال ہوں، یا کسی ناپاک یا حلال جانور کے بال ہوں، یا مصنوعی بال ہوں۔ لیکن احناف کے یہاں حکم یہ ہے کہ اگر انسان کے بال ہیں، یا کسی ناپاک جانور کے بال ہیں، جیسے سور کے بال ہوں تو ان کو توجوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر کسی حلال اور پاک جانور کے بال ہیں، یا مصنوعی بال ہیں؛ تو ان کو جوڑنے کی اجازت ہے

وعن عائشة رضی الله عنها نحوَهُ. (متفق علیه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی بات منقول ہے جو اوپر گزری۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بالوں میں بال جوڑنے کی وجہ سے بنواسرائیل ہلاک ہوئے

حدیث ۱۶۴۳:-

وعن حُميدِبنِ عبد الرحمٰنِ: أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رضى الله عنه عامَ حَجَّ على المِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ: يَا أَهْلَ المَدِينَةِ ! أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟! سَمِعتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هٰذِهِ، ويقُولُ: ((إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ)).(متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت حمید بن عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے جس سال آخری حج کیا، اس وقت میں نے ان کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا، حال یہ کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں میں بالوں کی (چوٹی کا) ایک گُچھا پکڑر کھا تھا (کسی عورت نے بالوں میں لگائی ہوگی جو الگ ہو کر راستہ میں گر گئی تھی، اور آپ کے سپاہی کو ملی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ سے لے کر اپنے ہاتھ میں پکڑا) اور فرمایا: اے مدینہ والو! تمہارے علماء کہاں گئے؟ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس حرکت سے (یعنی بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کو جوڑنے سے) منع فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: بنواسرائیل ہلاک ہوگئے جب ان کی عورتوں نے اس طرح کے بال بنالیے (یعنی جب ان کی عورتوں نے اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کو جوڑنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب آیا اور وہ ہلاک ہوگئے۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

علماءِ کرام کی ذمہ داری

افادات:–اس روایت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ علماءِ کرام کی ذمہ داری اوران کا فریضہ ہے کہ اگرلوگ نبیٔ کریم ﷺ کی ہدایات اور شریعت کے احکام کے خلاف کسی کام میں مبتلاہوں توان کو تنبیہ کریں،اس کے گناہ سے ان کو آگاہ کرکے اس سے روکنے کی کوشش کریں۔گویایہ علماء کا فرضِ منصبی ہے،اسی لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ علم کو خاص طورپر خطاب فرماتے ہوئے کہاکہ:تمہارے علماء کہاں گئے؟وہ اپنے فرضِ منصبی کواداکرنے میں کیوں کوتاہی برت رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے عوام میں یہ کام کرنے کی نوبت آئی۔معلوم ہواکہ معاشرہ میں جو بھی بگاڑپیداہورہاہو، اہلِ علم کواس کی طرف پورے طورپر نظر رکھنی چاہیے،اوراس سلسلہ میں لوگوں کوآگاہ اور متنبہ کرتے رہناچاہیے۔

گوندنالگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت

حدیث ۱۶۴۴:-

وعن ابن عمر رضى الله عنهما: أَنَّ رسُولَ الله - ﷺ - لَعَنَ الوَاصِلَةَ والمُسْتَوْصِلَةَ، والوَاشِمَةَ والمُسْتَوشِمَةَ.(متفق عليه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بالوں کو جوڑنے والی اور بالوں کو جُڑوانے والی، اور گودنا لگانے والی اور گودنا لگوانے والی عورت پر لعنت فرمائی۔

افادات:–دیکھو! تین لفظ آتے ہیں: (۱) واصلہ (۲) مستوصلہ (۳) موصولہ

① ”واصلہ“ کا معنیٰ ہے کہ بالوں کو جوڑنے والی۔ اب جوڑنا عام ہے، چاہے اپنے بالوں میں کسی کے بالوں کو جوڑے، یا کسی اور عورت کے بالوں میں دوسرے بال جوڑ کر دے، یعنی جوڑنے کا کام کرے؛ یہ دونوں ”واصلہ“ کہلائے گی۔

② ”موصولہ“ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے بالوں کے ساتھ دوسرے بالوں کو جوڑا جائے، چاہے اس کی خود کی درخواست پر جوڑے جائیں، یا کسی دوسرے کے کہنے پر جوڑے جائیں۔

③ اگر کسی سے درخواست کرکے اپنے یا دوسری کسی عورت کے بالوں میں دوسروں کے بال جڑوائے؛ تو یہ ”مستوصلہ“ کہلائے گی۔ جیسے: ماں اپنی بیٹی کو لے کر بیوٹی پارلر والی کے پاس گئی، اور اس سے کہا کہ اِس کے بالوں میں بال جوڑ دو، تو اس صورت میں بیوٹی پارلر والی ” واصلہ“ کہلائے گی، اور بیٹی جس کے بالوں میں بال جوڑے جارہے ہیں وہ ”موصولہ“ کہلائے گی، اور ماں ”مستوصلہ“ کہلائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور مؤنث کا صیغہ اس لیے لایا گیا کہ عام طور پر اُس زمانہ میں یہ کام عورتیں ہی کرتی تھی؛ لیکن آج کل تو یہ خرابی یہاں تک پہنچ گئی کہ عورتیں بیوٹی پارلروں میں جاکر نامحرم مردوں کے پاس یہ کام کرواتی ہیں۔ ایک تو یہ فعل خود حرام ہے، مزید یہ ہوا کہ نامحرم مرد کا ہاتھ پڑرہا ہے۔

مَیں ان پر لعنت کیوں نہ کروں؟

حدیث ۱۶۴۵:-

وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال:لَعَنَ اللهُ الوَاشِماتِ و المُسْتَوشِمَاتِ وَالمُتَنَمِّصَاتِ، والمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، المُغَيِّرَاتِ خَلْقَ الله. فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَةٌ في ذَلِكَ فَقَالَ: وَمَا لِي لاَ أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ. وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ؛ قالَ اللهُ تعالى: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (سورة الحشر:۷)(متفق عليه)

((المُتَفَلِّجَةُ)) هِيَ: الَّتي تَبْرُدُ مِنْ أَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيلاً، وتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الوَشْرُ. ((وَالنَّامِصَةُ)): الَّتي تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا، وتُرَقِّقُهُ لِيَصِيرَ حَسَناً. ((وَالمُتَنَمِّصَةُ)): الَّتي تَأْمُرُ مَنْ يَفْعَلُ بِهَا ذَلِكَ.

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے گوندنا لگانے والی پر، اور گوندنا لگوانے والی پر، اور اپنے بھوؤں کے بالوں کو اکھاڑنے والی پر، اور خوبصورتی ظاہر کرنے کے لیے اپنے دانتوں کے درمیان ریخیں بنوانے والی پر۔ اس طرح کرکے وہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جو شکل وصورت بنائی ہے اس کو بدل رہی ہیں۔ ایک عورت نے حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے کہا: کیا آپ ایسی عورتوں پر لعنت فرمارہے ہیں؟ تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں ان پر کیوں لعنت نہ کروں جن پر اللہ کے رسول نے لعنت کی ہو، اوراس کا تذکرہ قرآنِ پاک میں بھی ہو؟ (اس عورت نے کہا: میں نے تو پورا قرآن پڑھا، مجھے تو کہیں ایسی آیت نظر نہیں آئی جس میں ان کاموں کو کرنے والی عورت پر لعنت کا تذکرہ ہو؟ بخاری شریف کی روایت میں موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لَوْقَرَأْتِيهِ لَوَجَدْتِيهِ" اگر تم دھیان سے قرآنِ کریم کو پڑھتی؛ تو تم کو قرآن میں یہ مل جاتا۔ کیا تم نے قرآنِ پاک میں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا؟ "مَاآتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا") اللہ کا رسول تم کو جو حکم دے اس کو لے لو، اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔

افادات:- گویا یہ بھی ان چیزوں میں سے ہے جن سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، لہٰذا یہ قرآنِ پاک کا ہی حکم ہوا۔

بخاری شریف کی روایت میں اس پر یہ زیادتی موجود ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے یہ فرمایا تو ایک عورت نے کہا: آپ اس سے ہمیں منع فرماتے ہیں حالاں کہ آپ کے گھر والے تو ایسا کرتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ! اندر جاکر دیکھ لو، اس کو گھر میں بھیجا، جب وہ دیکھ کر واپس آئی تو پوچھا: کیا ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرتی ہوتی تو میرے گھر میں نہیں رہ سکتی تھی۔ یعنی میں اس کو اپنی بیوی کے طور پر باقی ہی نہیں رکھتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"مُتَنَمِّصَةٌ" کامطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنی بھوؤں کی خوبصورتی کے واسطے اس کے بالوں کو اکھاڑ کر بھوؤں کو باریک لکیر کی طرح کرتی ہیں۔ایسا کام کر کے دینے والی "نَامِصَة" اور جو عورت ایسا کام کروائے وہ "مُتَنَمِّصَةٌ" کہلائے گی۔

کم عمر بچیوں کے دانتوں کے درمیان باریک فصل ہوا کرتا ہے اور دانت پتلے بھی ہوتے ہیں، یہ چیز ان کی خوبصورتی کی علامت ہوتی ہے؛ لیکن جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے، دانتوں کا فاصلہ بھی ختم ہو جاتا ہے، بلکہ ایک دوسرے پر چڑھنے لگتے ہیں اور دانت موٹے بھی ہونے لگتے ہیں، تو عورتیں اپنے آپ کو کم عمر ظاہر کرنے اور خوبصورتی نمایاں کرنے کے لیے دانتوں کو گھِسواتی ہیں؛ ایسی عورتوں پر نبیِ کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ جن جن کاموں پر قرآن وحدیث میں لعنت آئی ہے وہ سب گناہ کبیرہ اور حرام ہیں۔

اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احادیث سے جو احکام ثابت ہیں وہ قرآن ہی کے حکم میں ہیں، اسی لیے احادیث کو وحیِ غیر متلو کہا جاتا ہے، یعنی ایسی وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهى عن نتف الشيب من اللحية والرأس وغيرهما وعن نتف الأمرد شعر لحيته عند أول طلوعه

ڈاڑھی اور سر میں جو سفید بال ہوتے ہیں ان کو اُکھاڑنے کی ممانعت اور بے ریش لڑکے کا اپنی ڈاڑھی پر آنے والے اِکّادُکّا بال کے اُکھاڑنے کی ممانعت

بے ریش لڑکوں کی جب نئی نئی ڈاڑھی نکلنی شروع ہوتی ہے اور ایک دو بال نکلتے ہیں تو عام طور پر وہ ان کو توڑ دیتے ہیں؛ ایسا کرنا حرام اور ممنوع ہے۔ اسی طریقہ سے سر یا ڈاڑھی میں چند بال سفید ہوتے ہیں تو ان کو نکال دیتے ہیں؛ اس سے بھی منع فرمایا ہے۔

حدیث ۱۶۴۶ :-

عن عمرو بن شعيب عن أبيهِ عن جَدِّهِ رضى الله عنه عن النَّبِيِّ ﷺ قال: ((لاَتَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَإِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (حديث حسن، رواه أبو داود، والترمذى والنسائى بأسانيد حسنة قال الترمذى: هو حديث حسن)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید بالوں کو مت اُکھاڑو، اس لیے کہ مسلمان کے لیے قیامت کے دن یہ نور ہوں گے۔

افادات:- آدمی اپنے نور کو اپنے ہی ہاتھوں سے کیوں کم کرے!

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایسا کام مردود ہے

حدیث ۱۶۴۷:-

وعن عائشة رضی الله عنها، قالت: قال رسولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ علَيْهِ أمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہماری شریعت میں ثبوت نہیں ہے؛ تو ایسا کام مردود ہے۔

افادات:- اگر وہ کام دین سمجھ کر کرے گا تو وہ بدعت ہے، اور اگر وہ دین سمجھ کر نہیں کرتا تب بھی وہ کام قابلِ مذمت ورَد ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراهة الاستنجاء باليمين

ومس الفرج باليمين من غير عذر

داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے اور شرم گاہ کو بلاعذر دائیں ہاتھ سے چھونے کی کراہت

اللہ تعالیٰ نے انسانی اعضاء میں بھی فرق رکھا ہے۔ دائیں کو جو عزت وشرف اور احترام عطا فرمایا؛ بائیں میں وہ بات نہیں ہے۔ چناں چہ جو کام ایسے ہیں جو آدمی کے لیے زینت، یا عزت وکرامت کا باعث ہیں، ان کو تو دائیں ہاتھ سے انجام دیا جاتا ہے، اور جو کام اس کے برخلاف ہیں ان کو بائیں سے انجام دیا جاتا ہے۔ اسی لیے کوئی چیز لینا دینا ہو تو دائیں ہاتھ سے لیا دیا جاتا ہے۔ مسجد میں داخل ہو تو پہلے دایاں پاؤں رکھے۔ بیت الخلاء سے نکل رہے ہیں تو دایاں پاؤں پہلے نکالا جائے۔ اور مسجد سے نکلتے وقت اور بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اس کے برعکس حکم دیا گیا۔ اور استنجاء کے لیے ہاتھ کو استعمال کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، تو دائیں کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں، بائیں سے کام چلائیں گے۔ کھانے پینے میں دایاں ہاتھ استعمال کریں گے۔ اور شرم گاہ کو بھی دائیں ہاتھ سے چھونے کی ممانعت ہے۔

حدیث ۱۶۴۸:-

وعن أبي قتادة رضی الله عنه عن النبيّ ﷺ قال: ((إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ)) (متفق علیه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی آدمی پیشاب کرے تو اپنی شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے۔ اور دائیں ہاتھ سے استنجاء بھی نہ کرے۔ پیتے وقت برتن کے اندر سانس بھی نہ لے۔

افادات:–البتہ اگر کسی کا بایاں ہاتھ ہی نہیں، یا بائیں ہاتھ میں کوئی تکلیف ہے، جیسے ٹوٹ گیا ہے، یا پٹہ بندھا ہوا ہے، اس کی وجہ سے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے کی نوبت آئے تو گنجائش ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهة المشي في نعل واحدة أو خف واحد لغير عذر وكراهة لبس النعل والخف قائماً لغير عذر

بلا عذر کے ایک جوتا، ایک موزہ پہن کر چلنا، یا بلا عذر جوتے اور موزے کو کھڑے پہننا ناپسندیدہ ہے

حدیث ۱۶۴۹:-

عن أبي هريرة - رضى الله عنه -: أَنَّ رسُولَ الله ﷺ قال: ((لَا يَمْشِ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، لِيَنْعَلْهُمَا جَمِيعاً، أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعاً)).

وفي رواية: ((أَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعاً)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی ایک جوتا پہن کر نہ چلے، یا تو دونوں جوتے پہنے، یا دونوں نکال دے۔

افادات:- یہ حکم آداب کے قبیل سے ہے، واجبات میں سے نہیں ہے۔ ایک جوتا پہن کر چلنا وقار و سنجیدگی کے خلاف ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں توازن (Balance) بھی باقی نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رہتا، اور ہر وہ طریقہ جس میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ ہاں! اگر کوئی عذر ہو تو بات دوسری ہے۔

حدیث ۱٦٥٠:-

وعنه قال: سمعتُ رسولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: ((إذا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِ أَحدِكُمْ، فَلاَ يَمْشِ فى الأُخْرَى حَتَّى يُصْلِحَهَا)). (رواہُ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ میں نے نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ، یا چپل کی پٹی ٹوٹ جائے تو وہ صرف ایک جوتا یا ایک چپل پہن کر نہ چلے، یہاں تک کہ دوسرے کی پٹی یا دوسرے کا تسمہ درست نہ کروالے۔

افادات:- عام طور پر ایسے ہی وقت اس طرح چلنے کی نوبت آتی ہے، ورنہ کون اس طرح چلتا ہے! یہ بھی آداب میں سے ہے۔ اور یہ نہی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں۔

حدیث ۱٦٥١:-

وعن جابر -رضی الله عنه-: أَنَّ رسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِماً. (رواہ أبو داود بإسناد حسن.)

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کھڑے کھڑے جوتا پہننے سے منع فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بغیر ہاتھ لگائے وہ جوتا پاؤں میں نہیں جاتا، تو اس صورت میں جھک کر اور ٹیڑھا ہو کر رکوع جیسی شکل بنا کر جوتا نہ پہنے، اس لیے کہ ایسا کرنے کی صورت میں گر جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اور اگر جوتا ہاتھ کا سہارا لیے بغیر پہنا جا سکتا ہے تو اس صورت میں بیٹھنے والا حکم نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهي عن ترك النار في البيت عند النوم ونحوه سواء كانت في سراج أو غيره

سوتے وقت (یا جب ہم پورے طور پر نگرانی کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں)
آگ کو جلتا چھوڑے رکھنا منع ہے چاہے وہ چراغ کی شکل میں ہو یا اور کسی شکل میں ہو

ہماری دنیوی مصلحتوں کے متعلق رہنمائی والی روایتوں اور مختلف آداب کا سلسلہ چل رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ عنوان قائم کیا ہے۔ پہلے زمانہ میں چراغ اور دِیا سلائی ہوا کرتی تھی، مٹی کا ایک پیالہ سا کھلا ہوا ہوتا تھا جس میں تیل ڈال کر اسی کے اندر بتی (wick) لگا دی جاتی تھی، پھر دھیرے دھیرے فانوس ایجاد ہوئی اور اب تو بجلی کے قمقمے وغیرہ ایجاد ہو گئے۔ یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کھلا چراغ جلتا ہوا چھوڑ کر اگر گھر والے سو جائیں گے تو اس صورت میں آگ لگنے کا بڑا قوی امکان رہتا ہے، یا تو ویسے ہی کوئی شکل بن کر آگ پکڑ لے، یا کبھی چوہے کی کارروائی کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ چوہا اس میں لگی ہوئی بتی (wick) کو کھینچ کر لے جائے اور کسی جگہ پھینک دے جس کے نتیجہ میں آگ لگ جائے۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے، اسی دوران ایک چوہا چراغ کی بتی (wick) کو کہیں سے کھینچتا ہوا لایا اور اس چٹائی پر ڈال دیا جس کی وجہ سے اس چٹائی کا ایک روپے کے برابر حصہ جل گیا، نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا دیکھو! شیطان کبھی اس جیسے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(یعنی چوہے) کو شرارت پر آمادہ کرتا ہے اور اس جیسی حرکتیں کرواتا ہے، اس لیے سوتے وقت چراغ بجھا دیا کرو۔ (ابو داود، باب اطفاء النار باللیل)

احتیاطی تدابیر کی تاکید

نبی کریم ﷺ نے جس طرح چراغ بجھانے کی تاکید فرمائی ہے، اسی طرح اگر چولھے میں آگ جل رہی ہو تو اس کو بھی بجھا کر سونے کی تاکید فرمائی ہے، تاکہ غفلت والی حالت میں آگ لگنے کا امکان باقی نہ رہے۔ ہاں! اگر آگ ایسی شکل میں ہو کہ وہ محفوظ ہے کہ اس کو اسی حالت میں چھوڑے رکھنے کی صورت میں آگ لگنے کا امکان نہیں ہے؛ تو پھر گنجائش ہے۔ پھر بھی احتیاطی تدابیر کے طور پر تاکید کی جاتی ہے، جیسے ہمارے اِس زمانہ میں سوتے وقت گیس کے سلنڈر کو بند (Lock) کرنے کی ہدایت دی جاتی ہے، تاکہ غفلت کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ گیس لیک (Leak) ہو کر کمرہ میں پھیل جائے۔ بہت سی مرتبہ حادثات رونما ہوتے ہیں اور گھر والوں کو تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ اس لیے وہ ہدایت بھی اسی حکم میں داخل ہے کہ احتیاطی تدبیر کے طور پر ایسا معاملہ کر لیا جائے تاکہ امکانی نقصان کا اندیشہ ختم ہو جائے۔ دراصل نبی کریم ﷺ کی یہ ہدایات اپنی امت اور پوری انسانیت کے ساتھ غایتِ شفقت و رحمت کا نتیجہ ہے کہ ہماری دنیوی مصلحتوں سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے رہنمائی فرمائی۔ آپ ﷺ کے ایسے احکام جو انسانوں کی دنیوی مصلحتوں سے تعلق رکھتے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان کو ”امرِ ارشادی“ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس سے ان کاموں کا وجوب ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اگر ہم ان پر عمل نہیں کریں گے تو ہمیں ہی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

جب سونے لگو تو آگ کو جلتا نہ چھوڑو

حدیث ۱۶۵۲:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ.)) (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم سونے لگو تو اپنے گھر میں آگ کو (جلتا ہوا) نہ چھوڑو (بلکہ اس کو بجھا دیا کرو)

افادات:- اگر کوئی آدمی کسی گھر میں تنہا ہی ہے تب تو اس حکم کا مخاطب براہِ راست وہی آدمی ہے، لہٰذا اس کو چاہیے کہ اس کو بجھا کر سوئے۔ اور اگر کسی گھر میں کئی افراد رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں، تو ظاہر ہے کہ جو آدمی اخیر میں سوئے گا اسی پر یہ حکم لاگو پڑے گا، اور اس کی ذمہ داری ہے کہ آگ کو بجھا کر سوئے۔ آج کل بجلی کے قمقمے اور ٹیوب لائٹ اور بلب وغیرہ ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے آگ لگنے کا تو اندیشہ نہیں ہے لیکن ان کو جلتا ہوا چھوڑ دینا ایک قسم کی فضول خرچی اور اسراف ہے؛ اس لیے ان کو بھی بجھا دینا اسی حکم میں داخل ہے۔ ہاں! جو نائٹ بلب ہوتا ہے اس کو جلتا ہوا چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آگ تمہاری دشمن ہے

حدیث ۱۶۵۳:-

وعن أبي موسى الأشعري رضی الله عنه قال: احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِشَأْنِهِم، قَالَ: ((إِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَكُمْ، فَإِذَا نِمْتُمْ، فَأَطْفِئُوهَا)) (متفق علیه)

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے کسی حصہ میں مدینہ منورہ کے ایک گھر میں آگ لگ گئی، دوسرے روز نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس کے حالات بیان کئے گئے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آگ تمہاری دشمن ہے، اس لیے جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو۔

افادات:- نبی کریم ﷺ کا یہ حکم امر ارشادی کے قبیل سے ہے جو آپ نے ہماری دنیوی مصلحت کی وجہ سے فرمایا ہے۔ یعنی ایک دشمن دوسرے دشمن کے ساتھ جو معاملہ کرتا ہے کہ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے دشمن کو جانی یا مالی نقصان پہنچائے، ایسے ہی آگ کے ذریعہ سے انسانوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اگرچہ اس کے فوائد بھی ہیں؛ لیکن فوائد حاصل کرنے کے لیے اہتمام کرنا پڑتا ہے، تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں، جبکہ نقصان بغیر تدبیر کے بھی گلے پڑ جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

النَّارُ عَدُوٌّ، لَا یَرْحَمُ

پہلی مرتبہ جب حج کے لیے جانا ہوا تھا تو وہاں جگہ جگہ بورڈ لگے ہوئے دیکھے تھے: ''النَّارُ عَدُوٌّ، لَا یَرْحَمُ'' ان لوگوں نے ایک جملہ اور بڑھادیا۔ گویا دشمن اگر انسان ہو تو دشمن ہونے کے باوجود کبھی رحم کا معاملہ بھی کر دیتا ہے؛ لیکن آگ ایسا دشمن ہے جو کبھی بھی آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ نہیں کرے گا۔

بہ غایتِ شفقت نبوی ہدایات

حدیث ۱۶۵۴:-

وعن جابر رضی الله عنه عن رسولِ اللهِ ﷺ قال: ((غَطُّوا الْإِنَاءَ، وَأَوْكِئُوا السِّقَاءَ، وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ، وَأَطْفِئُوا السِّرَاجَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً، وَلَا يَفْتَحُ بَاباً، وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا أَنْ يَعْرُضَ عَلَى إِنَائِهِ عُوداً وَيَذْكُرَ اسْمَ اللهِ، فَلْيَفْعَلْ، فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ.)) (رواه مسلم)

((الفُوَيْسِقَةُ)): الفَأْرَةُ. ((وَتُضْرِمُ)): تُحْرِقُ.

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: برتن کو ڈھانپو، اور مشکیزہ کے منھ کو بند کرو، اور دروازوں کو بھی بند کر دو، اور چراغ کو بجھا دیا کرو، اس لیے کہ جس مشکیزے کے منھ کو بسم اللہ بول کر بند کیا گیا ہے؛ شیطان اس کو نہیں کھول سکتا، اور جس گھر کا دروازہ (کھڑکی) بسم اللہ بول کر بند کی ہے؛ شیطان اس کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں کھول سکتا۔اور جس برتن کو بسم اللہ بول کر بند کیا ہے اس کو بھی شیطان نہیں کھول سکتا۔اگر تم میں سے کسی کے پاس برتن کو ڈھانپنے کے لیے ڈھکّن نہیں ہے مگر کوئی لکڑی ہے تو وہی آڑی رکھ دے اور اس وقت اللہ کا نام لے لے (تب بھی مقصد حاصل ہو جائے گا۔اور حضور ﷺ نے چراغ کے متعلق جو ہدایت فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ) چوہا کبھی گھر میں آگ لگادیا کرتا ہے۔

افادات:-اس روایت میں بھی نبیٔ کریم ﷺ نے غایتِ شفقت کی وجہ سے کچھ ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔

"برتن کو ڈھانپو" اس روایت میں اس ہدایت کے ساتھ اللہ کا نام لینے کا تذکرہ نہیں ہے۔یہاں اہلِ علم موجود ہیں جو جانتے ہیں اسی روایت میں آگے بسم اللہ کی قید بھی آرہی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں راوی نے اگرچہ بسم اللہ کو ذکر نہیں کیا ہے لیکن یہی ہدایت دوسری روایتوں میں ہے ان میں یہ بھی ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر برتن کو ڈھانپو۔معلوم ہوا کہ اللہ کا نام لینے سے ہر جگہ یہ فائدہ حاصل ہو گا۔

نبیٔ کریم ﷺ نے رات کے وقت برتن کو ڈھانپنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے تاکہ حشرات الارض اور کیڑے مکوڑوں وغیرہ کے کھانے پینے کے برتن میں گرنے سے حفاظت ہو جائے،اگر کبھی چھپکلی یا کسی اور جانور کی بیٹ دودھ یا پانی میں گر گئی اور اس کو استعمال کیا گیا تو وہ آدمی کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سال بھر کی کسی ایک رات میں بلائیں اُترتی ہیں

اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سال بھر میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں بلائیں اُترتی ہیں، جو بھی برتن کھلا ہوا ہو اس میں وہ پیوست ہو جاتی ہیں، اور جس برتن کو اللہ کا نام لے کر ڈھانپا گیا ہو، اس میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اس لیے اپنے برتنوں کو ڈھانپا کرو۔ اب چوں کہ وہ رات متعین نہیں ہے، اس لیے سال بھر میں کوئی بھی رات ہو سکتی ہے، لہٰذا احتیاطی تدبیر کا تقاضہ یہ ہے کہ سال بھر آدمی اپنے برتنوں کو ڈھانپنے کا اہتمام کرے۔ نبی کریم ﷺ کی امت کو یہ تاکید غایتِ شفقت کی وجہ سے ہے۔

مغرب کے وقت بچوں کو گھروں میں لے لو

روایتوں میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب سورج غروب ہوتا ہے اور رات شروع ہوتی ہے تو اس وقت شیاطین زمین میں پھیلنا شروع ہوتے ہیں۔ گویا اب ان کی کارروائی اور "Activity" کا وقت شروع ہوا، شیاطین الانس بھی اور شیاطین الجن بھی اپنی کارروائیاں زیادہ تر اندھیرے میں ہی کرتے ہیں۔ اس لیے اگر تمہارے بچے باہر کھیل رہے ہوں تو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ان کو گھر میں بلالو، جب رات کچھ پھیل جائے اور اندھیرا چھا جائے اس کے بعد کوئی حرج کی بات نہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ شیاطین جب اپنی شرارتوں کو پھیلانے کے لیے باہر نکلتے ہیں تو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اگر کبھی کسی بچے پر گزر ہو گیا تو اس پر ان کا اثر ہو جاتا ہے، اور عام طور پر بچے نجاست کا شکار ہوتے ہیں، پیشاب پائخانہ، پاکی ناپاکی کا ان کو خیال نہیں ہوتا، اور شیاطین سے حفاظت کے لیے جو اذکار و دعائیں نبیٔ کریم ﷺ نے امت کو سکھائی ہیں ان دعاؤں کا بھی چھوٹے بچے ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سے اہتمام نہیں ہوتا، اس لیے ان پر شیطانی اثرات کا زیادہ امکان رہتا ہے، اس لیے اس وقت خاص طور پر بچوں کی حفاظت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ لیکن آپ دیکھیں گے ہمارے یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے، ایسا بچہ جو عام طور پر گھر سے باہر نہیں نکلتا وہ بھی خاص اسی وقت باہر نکلتا ہے اور گھر والے بھی اس کو گھر میں رکھنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ اس لیے عورتوں اور مردوں کو چاہیے کہ بچوں کو اس وقت گھر میں رکھنے کا بہت ہی زیادہ اہتمام کریں۔

شیطانی تہذیب سے بچنے کی راہ: اسلامی تعلیم و تربیت

میں نے اپنے گھر میں اپنے والد صاحب مرحوم کو دیکھا کہ وہ اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ مغرب سے پہلے ہی بچوں کو گھر میں بلا لیا کرتے تھے۔ پرانے زمانہ میں گھروں میں اس چیز کی خاص تاکید رہا کرتی تھی؛ لیکن اب یہ ساری اسلامی تعلیمات جو ہمارے سماج و معاشرہ میں عملی شکل میں موجود تھیں، دھیرے دھیرے ختم ہو رہی ہیں، اور والدین و اولیاء کی طرف سے اپنے چھوٹوں کو سمجھانے اور ان کی تربیت اور ان چیزوں کی طرف متوجہ کرنے کا وہ اہتمام جو پرانے لوگوں میں تھا؛ باقی نہیں رہا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس لیے ان کی جگہ پر غلط چیزیں پنپ رہی ہیں۔ ایک تو اسلامی تعلیمات باقی نہیں رہی، دوسرے اسلامی تربیت کا اہتمام نہیں رہا، اور پھر ٹی وی اور اب تو انٹرنیٹ نے معاملہ کو اور زیادہ خراب کر دیا جس کے نتیجہ میں شیطانی تہذیب معاشرہ و سماج میں پھیل رہی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے ان چیزوں کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے۔

جان، مال کی حفاظت کا آسان نسخہ

”مشکیزہ کے منھ کو بند کرو“ اس زمانہ میں پانی رکھنے کے لیے مٹکے وغیرہ نہیں ہوتے تھے، بلکہ چمڑے کے بنے ہوئے چھوٹے بڑے مشکیزے ہوا کرتے تھے، ان کو لٹکا دیا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے منھ کو بسم اللہ پڑھ کر بند کر دیا کرو۔

”دروازوں کو بند کر دو“ اس کو بھی بسم اللہ پڑھ کر بند کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے اس سے آدمی کی جان کی حفاظت رہتی ہے اور مال کی بھی حفاظت رہتی ہے۔ اسی طرح کھڑکیاں بھی بند کی جائیں تو بسم اللہ بول کر بند کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ ویسے تو شیطان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت دے رکھی ہے؛ لیکن یہ بھی قدرت کا نظام ہے کہ اگر آپ بسم اللہ پڑھ کر گھر کے دروازے کو بند کریں گے تو اس دروازے سے شیطان داخل نہیں ہو سکتا، اس دروازے کو کھولنے کی شیطان میں طاقت ہی نہیں۔ اسی طرح جس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

برتن کو بسم اللہ بول کر ڈھانپا جائے گا اس کو بھی وہ نہیں کھول سکتا۔ کمرے کی الماری کو بسم اللہ بول کر بند کریں گے تو اس کو وہ نہیں کھول سکے گا۔ کتنا آسان نسخہ ہے!

دو واقعات

ہمارے حضرت سید مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری (رحمۃ اللہ علیہ) سے میں نے خود کئی مرتبہ یہ قصہ سنا کہ: ایک مرتبہ رات کو میری آنکھ کھلی تو میں نے ایک چھوٹے سے بچے کو دیکھا کہ اس نے نعمت خانہ (جس الماری میں کھانے پینے کا سامان رکھا جاتا ہے اُس زمانہ میں فریج تو ہوتے نہیں تھے) کا دروازہ کھولا اور اندر سے کھانے کی چیز نکال کر کھائی۔ دراصل وہ جن تھا، اور شیطان بھی جنات ہی کی قوم میں سے ہے، اور عام طور پر لفظ شیطان بول کر اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر بسم اللہ بول کر ان چیزوں کا اہتمام کیا جائے تو ایسی چیزوں سے حفاظت رہتی ہے۔

ایک ہمارے جاننے والے ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ مجھے بتلایا کہ گھر میں بڑی پریشانی رہتی تھی، لیکن جب سے حضور اکرم ﷺ کی اس تعلیم پر عمل کا اہتمام کیا کہ بسم اللہ بول کر گھر کا دروازہ بند کرنا شروع کیا؛ اس پریشانی سے نجات ملی۔ بعد میں کچھ عمل پڑھا تو معلوم ہوا کہ ایک جن تھا جو گھر میں آیا کرتا تھا، اور اس جن نے خود بتلایا کہ جس روز سے تم نے بسم اللہ بول کر گھر کا دروازہ بند کرنا شروع کیا، اس دن سے اندر داخل ہونے کی ہماری ہمت نہیں ہوتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھروں میں اس بات کا ماحول بناؤ

پرانے زمانے میں عورتیں اگرچہ زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہوتی تھیں؛ لیکن ان کی عادت ہوا کرتی تھی کہ کوئی ڈبہ اُٹھاتیں، مثلاً آٹے کا ڈبہ کھولتیں، یا کوئی بھی کام کرنے جاتیں تو پہلے بسم اللہ بولنے کا اہتمام کرتی تھیں، اور آج کل پڑھی لکھی لڑکیاں ہوتی ہیں، لیکن تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ان چیزوں کا اہتمام نہیں کرتیں۔ اگر شروع سے صحیح طور پر ان کی تربیت کی جائے اور باقاعدہ ان کو ان کے بولنے کی عادت ڈلوائی جائے تو پھر وہ بھی عادی ہو جائیں گی۔ اور پہلے زمانہ میں بڑی عورتیں ان اذکار کو موقعہ بموقعہ زور سے بولتی تھیں، اس کی وجہ سے چھوٹوں کو سیکھنے کا موقعہ ملتا تھا۔ لہٰذا اپنے گھروں میں اس ماحول کو عام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ چھوٹے بڑے ان چیزوں کے عادی ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَاب النهي عَن التَّكلُّفِ

وهو فعل وقول ما لا مصلحة فيه بمشقة

تکلّف کی ممانعت کا بیان

یعنی ایسا کوئی کام یا کوئی بات جس میں دینی یا دنیوی کوئی مصلحت نہ ہو؛ پھر بھی بلا وجہ مشقت اُٹھا کر ان کو کرنا

تکلّف کا سیدھا سادہ مطلب ہے"بناوٹ کرنا"۔ آدمی کے دل میں جتنی سچائی اور سادگی ہوتی ہے، اتنا ہی وہ اپنے آپ کو بناوٹوں سے باز رکھتا ہے، اور اس میں جتنی کمی ہوتی ہے اتنی ہی وہ اپنی ہر چیز میں (بولنے میں، اپنی حرکت و سکون میں، لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں) بناوٹ کرتا ہے۔ بعض لوگ تو بولنے میں ایسی بناوٹ کرتے ہیں کہ ہر چھوٹا بڑا اس کو محسوس کرتا ہے۔ بناوٹ کا مطلب دھوکہ بازی نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی جو کہہ رہا ہے وہ بہ تکلّف کہہ رہا ہے۔ ایک تو آدمی کی طبیعت کا تقاضہ ہوتا ہے، جیسے مجھے آپ سے محبت ہے، اور میں یہ کہوں کہ بہت اچھا ہوا کہ آپ تشریف لائے، آپ کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ اب اگر میں نے یہ جملے سچائی کے ساتھ کہے ہیں، تو اس کا اثر سامنے والے پر ضرور ہوگا، اور وہ بھی اس کو محسوس کرے گا۔"از دِل خیزد بر دِل ریزد"

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بات دل سے جو نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

اور اگر بناوٹ ہوگی تو چاہے آپ اس کے دماغ میں بھرنے کی کوشش کریں لیکن وہ اس کی کلّی کردے گا، اس کی طبیعت قبول ہی نہیں کرے گی، وہ سمجھ جائے گا کہ یہ سب بناوٹ کررہا ہے، اور تکلّف کا معنیٰ بھی یہی ہے۔

حالاں کہ شریعت آپ کو اس بات کا مکلّف ہی نہیں کرتی کہ آپ بلاوجہ ایسی باتیں کریں۔ اگر آپ کے دل میں ایسی بات نہیں ہے، پھر بھی زبان سے ایسا ظاہر کرنا غلط طریقہ ہے۔ اس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ جو دل میں ہو وہی بولو۔

حضراتِ صحابہ کی شان

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس میں انہوں نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان بیان کی ہے، اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے: "أَقَلُّهُمْ تَكَلُّفًا" حضراتِ صحابہ لوگوں میں سب سے کم تکلّف والے تھے، یعنی ان کی طبیعتوں میں بناوٹ تھی ہی نہیں۔ آدمی کی طبیعت میں بھی جتنی سادگی اور سچائی ہوتی ہے اتنا ہی وہ بناوٹ سے دور ہوتا ہے، اسی لیے آپ دیہات کے اکثر لوگوں کو دیکھیں گے وہ بالکل سادہ مزاج ہوتے ہیں۔ اب تو وہاں بھی بہت کچھ بناوٹیں آگئی ہیں؛ لیکن دور دراز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے بہت سے علاقے آج بھی ایسے ماحول و مزاج سے بچے ہوئے ہیں، ان کے دلوں میں جو ہوتا ہے وہی زبان سے ظاہر کر دیا کرتے ہیں۔ اس باب کو لا کر علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ ہر ایسا طرز اختیار کرنا - چاہے قولی ہو، یا عملی - جس میں بناوٹ ہو؛ اس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

مَیں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

باری تعالیٰ نے حضراتِ انبیاء کی شان بیان فرمائی ہے:﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ. (ص: ۸۶)﴾ اے نبی! آپ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے جو احکام تم تک پہنچاتا ہوں اس پر کوئی معاوضہ اور اجر نہیں مانگتا، اور میں تکلّف اور بناوٹ کرنے والوں میں سے بھی نہیں ہوں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے بناوٹ کر کے کہہ رہا ہوں کہ یہ ہدایات اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے نہیں ملیں؛ پھر بھی میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں۔ بلکہ میں جو کچھ بھی تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے دیا گیا ہے، اور مجھے پابند کیا گیا ہے کہ میں ان چیزوں کو تم تک پہنچاؤں۔

تکلّف و بناوٹ سے منع کیا گیا

حدیث ۱۶۵۵:-

وعن عمر رضی اللہ عنہ قال: نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ. (رواہ البخاری)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ہمیں تکلّف اور بناوٹ سے منع کیا گیا۔

افادات:- حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا یہ جملہ اس موقعہ کا ہے کہ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں سورۂ عبس کی تفسیر کے سلسلہ میں ﴿وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا﴾ کا تذکرہ آیا تو انہوں نے فرمایا: ”فَاكِهَةٌ“ (میوہ) کو تو ہم جانتے ہیں؛ لیکن یہ ”أَبًّا“ کیا چیز ہے؟ پھر فرمایا: اس کو اسی حال پر باقی رہنے دو، ”نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ“ کسی بھی چیز میں تکلّف کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

آدمی کی طبیعت میں کسی کام کی صلاحیت موجود نہ ہو، پھر بھی وہ اس کا اظہار کرنے کی کوشش کرے کہ مجھ میں یہ صلاحیت موجود ہے، تو اس کی اجازت نہیں ہے، مثلاً: بعض علمی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے لیے آدمی کی طبیعت میں صلاحیت موجود نہیں ہوتی، پھر بھی وہ اس کا اظہار کرنا چاہتا ہو تو اس کی اجازت نہیں ہے۔ عام طور پر ہمارے محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ ”بہت پُر تکلّف دعوت کی“ یعنی میزبان کے اندر جس دعوت کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں تھی، پھر بھی اس نے اپنی طاقت سے زیادہ کا بوجھ اُٹھالیا، اسی کو ”پُر تکلّف“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ بناوٹ ہی ہوئی نا! اگر حقیقت ہوتی تو جتنی حیثیت ہوتی اسی کے مطابق دعوت کرتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اگر قناعت ہوتی تو مجھے اپنا لوٹا بیچنا نہ پڑتا

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) کے یہاں ایک مہمان آیا،اس کی میزبانی کے لیے سوکھی روٹی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا،انہوں نے اپنا لوٹا بیچا اور اس کے لیے کھانے کا انتظام کیا،جب مہمان صاحب کھانے سے فارغ ہوئے تو دعا کرنے لگے کہ:اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں جو کچھ موجود تھا اس پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) کہنے لگے:اگر قناعت ہوتی تو مجھے اپنا لوٹا بیچنا نہ پڑتا۔

لاعلمی کا اظہار کردینا علم کا تقاضہ ہے

حدیث ۱٦٥٦:-

وعن مسروقٍ قال دَخَلْنَا علی عبدِ اللهِ بْنِ مَسعُودٍ رضی اللہ عنہم اجمعین فقال: یا أَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ عَلِمَ شَيْئاً فَلْيَقُلْ بِهِ،وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ، فَلْيَقُلْ: اللهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ مِنَ العِلْمِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ: اللهُ أَعْلَمُ. قَالَ اللهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ.(رواہ البخاری)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت مسروق بن اَجدع (جو حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) کے شاگردوں میں سے ہیں،وہ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) کی خدمت میں حاضر ہوئے (اس وقت ان کے سامنے کسی واعظ کا قصہ نقل کیا کہ وہ اپنی تقریر میں کہہ رہا تھا کہ قیامت سے پہلے ایک دھواں نمودار ہوگا، گویا سورۂ دخان کی اس آیت:"يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ" میں جس دھویں کا تذکرہ ہے،اس سے اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نے اسی کو مراد لیا) اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) (غصہ ہوگئے، اور) فرمایا: اے لوگو! آدمی جو کچھ جانتا ہو وہی بولے، اور جو آدمی کسی چیز کے بارے میں نہ جانتا ہو تو پھر (بناوٹ کرنے کی اور اپنے آپ کو جاننے والا ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ صاف صاف) کہہ دے: اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس لیے کہ جس چیز کو آپ نہیں جانتے اس کے جواب میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے؛ یہی علم کا تقاضہ ہے۔ (جو حقیقی معنیٰ میں عالم ہوگا وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرنے میں ذرّہ برابر بھی شرم محسوس نہیں کرے گا) خود اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم ﷺ سے یہ فرمایا: اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات جو تم تک پہنچاتا ہوں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا، اور میں تکلّف و بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں (یعنی کوئی چیز نہ جانتے ہوئے بھی اپنی طرف سے باتیں بنانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال تھا۔)

مفتی کے لیے پہلا ادب

افادات:– ہمارے یہاں افتاء میں مفتی بننے والوں کو جو آداب سکھائے جاتے ہیں، ان میں نمبر اول پر یہ بات بڑے اہتمام سے بتائی جاتی ہے کہ جو چیز آپ کو معلوم نہ ہو اس کے متعلق صاف کہہ دو کہ میں نہیں جانتا۔ آپ کے یہ جملہ ”میں نہیں جانتا“ کہنے کی وجہ سے آپ کے وقار اور قدر و قیمت میں کوئی کمی آنے والی نہیں ہے۔

ہمارے یہاں افتاء کرنے والے طلبہ سے میں پہلے ہی کہا کرتا ہوں کہ جس ذات کو (یعنی نبیِ کریم ﷺ کو) اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے زیادہ علم دیا گیا تھا ان کی طرف سے بھی کبھی یہ جواب دیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جاتا تھا: ''لاادری'' میں نہیں جانتا؛ تو پھر ہما شما کا کیا ذکر ہو سکتا ہے! روایتوں میں حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''أُوتِيتُ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ'' اگلوں اور پچھلوں کا سارا علم مجھے دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ کا لاعلمی ظاہر کرنا

ایک مرتبہ ایک یہودی عالم نے نبیٔ کریم ﷺ سے سوال کیا: ''أَيُّ الْبِقَاعِ أَفْضَلُ؟'' زمین کا کون ساخطہ سب سے بہتر ہے؟ اس کے جواب میں نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جانتا، جب جبرئیل آئیں گے تو میں ان سے پوچھوں گا۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو حضورِ اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا، انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ چناں چہ وہ گئے پھر آکر کہا: آج تو میں اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب ہوا جتنا آج سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، اور میں نے باری تعالیٰ سے پوچھا تو باری تعالیٰ نے فرمایا: ''خَيْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُهَا'' زمین کے بہترین خطے مسجدیں ہیں۔

ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور کچھ سوالات کئے، آپ ﷺ نے اس کے جوابات دیئے، لیکن اس وقت حضور ﷺ کو پتہ نہیں چلا کہ سوال کرنے والے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، ان کے اس مجلس سے اُٹھ کر چلے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا۔ خیر! وہ اجنبی آدمی کی شکل میں آئے اور حضور ﷺ کے قریب آکر بیٹھ گئے اور سوالات کئے، ان میں ایک سوال یہ بھی کیا تھا: ''مَتَى السَّاعَةُ؟'' قیامت کب ہے؟ اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ“ جس سے پوچھا گیا، وہ پوچھنے والے سے زیادہ جانتا نہیں ہے۔ یعنی جیسے تم نہیں جانتے کہ قیامت کب ہے، ویسے ہی میں بھی نہیں جانتا۔ اسی کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس آدمی سے کہا کہ جو چیز نہیں جانتے تو پھر کہہ دو کہ میں نہیں جانتا۔

آج کل ہمارے طبقۂ علماء میں بھی یہ چیز مصیبت کے طور پر آگئی ہے کہ بعض مرتبہ مسئلہ پورا معلوم نہیں ہوتا پھر بھی اٹکل اور اندازے سے بتانے کی کوشش کرتے ہیں، حالاں کہ اس پر بڑی سخت وعید آئی ہے۔

حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول

حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کئی سوالات کئے، ہر سوال کے جواب میں امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہی ارشاد فرمایا: ”لَا أَدْرِیْ“ تو وہ کہنے لگا کہ میں لوگوں سے جا کر کیا کہوں؟ حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا: ان سے کہہ دینا کہ مالک نے ہر سوال کے جواب میں ”لَا أَدْرِیْ“ کہا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَاب تَحْرِيمِ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَلَطْمِ الْخَدِّ وَشَقِّ الْجَيْبِ وَنَتْفِ الشَّعْرِ وَحَلْقِهِ وَالدُّعَاءِ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ

مرنے والے کے اوپر رونا چلّانا، گالوں کو طمانچے مارنا، گریبان پھاڑنا، بالوں کو نوچنا، بالوں کو منڈانا اور کسی کی موت پر اپنے لیے ہلاکت وموت کی بددعا کرنا حرام ہے

زمانۂ جاہلیت میں یہ سب چیزیں بہت عام تھیں کہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا تو عام طور پر عورتیں بہت اہتمام سے لَے سے آواز نکال کر روتی تھیں۔ آج کل بھی پرانے طرز کے علاقوں میں ایسا ہوتا ہے اور جن لوگوں نے ایسے منظر دیکھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کسی کے یہاں میّت ہو جاتی تو عورتیں باقاعدہ ان کے گھر پر رونے کے لیے جاتی تھیں۔ اور جب کسی دوسری بستی سے آرہی ہوتی ہیں تو عجیب معاملہ ہوتا ہے کہ آپس میں باتیں کرتی ہوئی آرہی ہوتی ہیں اور جہاں اس محلے کا نکّڑ آجاتا ہے کہ ایک دَم سے چلّانا شروع کر دیتی ہیں، اگر ان کے ساتھ چھوٹا بچہ ہوتا ہے تو وہ بھی ایک دم سے چونک کر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

رونا شروع کر دیتا ہے؛ یہ سب بالکل بناوٹ ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی گھوم گھوم کر روتی ہیں اور سینہ کوٹتی ہیں، اور اپنے گالوں پر طمانچے مارتی ہیں، بال بکھیر دیتی ہیں، کپڑے پھاڑ دیا کرتی ہیں، اور بالوں کو منڈا دیا کرتی ہیں، اور کبھی اپنے لیے بھی موت مانگتی ہیں کہ اس کی جگہ پر مَیں کیوں نہیں مر گئی؛ اسی کو نوحہ کہتے ہیں۔ در حقیقت اس میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر ایک طرح کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے، اس لیے اس کو حرام قرار دیا گیا ہے، اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ احادیث میں اس پر بڑی سخت وعیدات آئی ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب میں ان چیزوں کا عام رواج تھا، لیکن چوں کہ ہمارے معاشرہ میں اس کا رواج نہیں ہے اس لیے ہمیں اس کا اندازہ نہیں۔ علامہ نووی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اس باب میں اس سلسلہ کی روایتوں کو پیش کرتے ہیں۔

نوحہ کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے

حدیث ۱۶۵۷:-

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ: المَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ. وَفِي رِوايةٍ: مَا نِيحَ عَلَيْهِ. (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرنے والے کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس چیز کی وجہ سے جس کی وجہ سے اس پر رویا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–ایک روایت بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث میں ہے: ''اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهٖ بِبُكَآءِ أَهْلِهٖ عَلَيْهِ''میت کو اس کی قبر میں اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

ایک اشکال

اب یہ اشکال ہوتا ہے کہ گھر والے روئیں تو اس کی وجہ سے میت کو کیوں عذاب ہو؟ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں اسلام نے کچھ اصول وضوابط بتلائے ہیں، قرآنِ پاک میں ہے: ''لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرىٰ''کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ مثلاً: کوئی گناہ اگر آپ نے کیا ہے تو اس کی سزا مَیں نہیں بھگتوں گا، اور اگر میں نے کوئی جرم کیا ہے تو اس کی سزا آپ کو نہیں بھگتنی ہے۔ جب قرآنِ پاک نے یہ اصول بتلادیا تو پھر یہاں یہ کیوں کہا جارہا ہے کہ میت کو اس کی قبر میں اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے؛ یہ چیز بظاہر قرآنِ پاک کی اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے؟

پہلا جواب

چناں چہ بخاری ومسلم اور دوسری کتبِ حدیث میں روایت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے جب یہ روایت نقل کی کہ میت کو اس کی قبر میں اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوتا ہے، تو یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش کی گئی۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابوعبدالرحمٰن (یعنی عبد اللہ بن عمر) نے غلط نہیں کہا؛ لیکن ان کو ذرا سہو ہوگیا ہے۔ بات دراصل یہ تھی کہ ایک یہودی کا انتقال ہوگیا تھا، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے تھے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرنے والے کو اس کے گھر والوں کے رونے کے باوجود عذاب ہو رہا ہے۔ اس روایت میں "بِبُکَآءِ أَھْلِہٖ" میں لفظ "باء" آیا ہے، اور یہاں اہلِ علم موجود ہیں جو جانتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے "باء" کو "مع" کے معنٰی میں لیا ہے، "مَعَ بُکَآءِ أَھْلِہٖ" اب ترجمہ یہ ہوگا: گھر والوں کے رونے کے باوجود۔ گویا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلانا چاہتے تھے کہ گھر والے رو رہے ہیں لیکن ان کے رونے سے اس کو کیا فائدہ ہوا، ان کے رونے کے باوجود اس کو اپنے گناہوں کی وجہ سے جو سزا ہو رہی ہے اس کا سلسلہ جاری ہے۔ اگر آپ کسی کے لیے روتے ہوں اور آپ کے رونے کی وجہ سے اس کو کوئی فائدہ پہنچتا ہو؛ تو کوئی بات بھی ہے! لیکن یہاں تو آپ کے رونے کی وجہ سے اس کی سزا میں ذرّہ برابر کمی نہیں آتی۔ گویا اس کو عذاب ان رونے والوں کے رونے کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ عذاب تو اس کی بدعملی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسرا مطلب

یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا؛ لیکن حضور ﷺ کا یہ ارشاد- کہ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے مرنے والے کو عذاب ہوتا ہے- صرف حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے ہی نہیں، بلکہ بہت سارے صحابہ سے منقول ہے، اس لیے حضراتِ محدثین نے دونوں روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں کا مطلب بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ چناں چہ امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے کتاب الجنائز میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگر مرنے والا بھی ایسا ہی کرتا تھا (یعنی وہ بھی مرنے والوں پر رویا کرتا تھا) تو اس کو سزا ہوگی۔ گویا اسی نے یہ سلسلہ جاری کیا اور اب اس کے گھر والے اسی کی عملی تعلیم کی وجہ سے رو رہے ہیں، گویا اس کے گھر والوں کے رونے کا سبب یہ خود ہی بنا اس وجہ سے اس کو سزا ہوگی۔ اس لیے کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے: ”مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا“ جس آدمی نے کوئی غلط طریقہ جاری کیا تو اس کی سزا اس کو بھگتنی پڑے گی، اور آئندہ اس غلط طریقہ پر جتنے لوگ چلیں گے اس کا عذاب بھی اس کو بھگتنا پڑے گا۔ یہاں بھی اس نے اپنے عملی طریقہ سے اپنے گھر والوں کی غلط تربیت کی تھی اور آج اس کے گھر والے اس لیے رو رہے ہیں کہ وہ خود بھی ایسا ہی کرتا تھا تو گھر والوں کا رونا اس کے رونے کی وجہ سے ہے؛ اس لیے اس کو عذاب ہوگا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تیسرا مطلب

اور بعض حضراتِ علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جبکہ اس نے ایسی وصیت کی ہو۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ باقاعدہ اس بات کی وصیت کیا کرتے تھے، آج بھی بعض جگہوں پر ایسی وصیت کی جاتی ہے کہ میرے مرنے کے بعد خوب رونا، تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ فلاں کا انتقال ہوا ہے۔

چوتھا مطلب

بعضوں نے کہا کہ: گھر والوں کے مزاج، ان کی طبیعت اور ان کے درمیان زندگی گزارنے کی وجہ سے اس کو یقین اور اندازہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد وہ لوگ زور زور سے روئیں گے، شکوے شکایتیں کریں گے تو پھر اس کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ پہلے سے تاکید کر دے کہ میرے مرنے کے بعد رونا مت۔ اب یہ جانتے ہوئے بھی اس نے تاکید نہیں کی تو اس صورت میں اس کو عذاب ہوگا؛ ورنہ نہیں۔ باقی اگر اس نے تو اس بات کی تاکید کی تھی کہ رونا مت، اس کے باوجود گھر والے رو رہے ہیں، تو اس کے ساتھ عذاب کا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

روایتِ مذکورہ بالا کا مطلب

یہاں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) "بِبُكَاءِ أَهْلِهِ" والی روایتیں لائے ہی نہیں، بلکہ "بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ" والی روایت لائے ہیں، اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ رونے والے اس کی جن خوبیوں کا تذکرہ کرکے روتے ہیں، انہیں کے ذریعہ سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

زمانۂ جاہلیت میں بعض ایسے کام جو حقیقت میں تو گناہ کے کام ہوتے تھے لیکن ان کو وہ لوگ خوبی کے کام سمجھتے تھے، اور انہیں کو بیان کرکے رویا جاتا تھا، جیسے: ایک آدمی اپنے قبیلے کا سردار تھا، اور اپنی سرداری کی وجہ سے قبیلہ والوں پر ظلم ڈھایا کرتا تھا، اب اس کے مرنے کے بعد رونے والیاں یہ کہتے ہوئے رو رہی ہیں کہ "ارے تیرا تو ایسا رعب ودبدبہ تھا کہ کس کی ہمت تھی جو تیرے سامنے بولے، جس کو چاہے تو مار دیتا تھا۔ اب یہ کوئی اچھی بات تھوڑے ہی تھی، بلکہ یہ تو ظلم تھا؛ لیکن وہ عورتیں اسی کو خوبی سمجھ کر بیان کرتی تھی۔

اسی طرح کوئی آدمی اپنی بہادری و قوت کو غلط کاموں میں اور ظلم وستم میں استعمال کرتا تھا، اس کے مرنے کے بعد رونے والیاں یوں کہتے ہوئے روئیں کہ تو ایسی ہمت والا تھا کہ کسی کو دو گالیاں دیدے، اور کسی کو دو طمانچے ماردے، کسی کی زمین چھین لے؛ تو کون تھا جو تجھے جواب دے سکے، اور کس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے اندر ہمت تھی کہ تیر امقابلہ کر سکے۔ تو اب گالیاں دینا اور طمانچے مارنا اور کسی کی زمین چھین لینا کوئی نیکی کا کام تھوڑا ہی تھا! لیکن وہ اس کو خوبی کے طور پر بیان کر رہی ہیں۔

یا کوئی آدمی پیسے والا تھا اور اپنے پیسوں کو غلط جگہوں پر استعمال کرتا تھا، اب اسی بات کو وہ خوبی کے طور پر بیان کرتے ہوئے روئیں۔ تو حضور اکرم ﷺ فرمارہے ہیں کہ جن چیزوں کو وہ خوبی کے طور پر بیان کر کے رو رہی ہیں، انہیں چیزوں پر تو اس کو عذاب ہو رہا ہے۔ ”بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ“ کا یہی مطلب ہے۔

اور بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رونے والی عورتیں کبھی یوں کہا کرتی تھیں: ”وَاجَبَلَاهُ. وَا كَرْبَاهُ. وَانَاصِرَاهُ“ ہائے میرا پہاڑ، ہائے میری جائے پناہ ہائے میرا مددگار۔ تو فرشتے اس کو وہی الفاظ کہتے ہوئے عذاب دیتے ہیں۔ چناں چہ آگے حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہما) کی روایت آئے گی کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم اجمعین جو انصار میں سے ہیں اور غزوۂ موتہ کے موقعہ پر شہید ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ وہ بہت سخت بیمار ہوئے، بے ہوش ہو گئے اور سب کو یہ اندیشہ ہوا کہ اسی بیماری میں موت ہو جائے گی، تو ان کی بہن عَمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا یہ کہتے ہوئے ”وَاجَبَلَاهُ. وَا كَرْبَاهُ“ رونے لگیں، جب حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے تو اپنی بہن سے کہنے لگے: اس وقت دو فرشتے میرے پاس لوہے کا گُرز لے کر کھڑے تھے، جب تو کہتی تھی: ”وَاجَبَلَاهُ“ تو وہ فرشتے مجھ سے پوچھتے تھے کہ: ہیں! تو ایسا ہے؟ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو وہ لوہے کے گُرز سے میری خبر لے لیتے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ ہم میں سے نہیں

حدیث ۱٦۵۸:-

وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ -قال: قال رسول اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الخُدُودَ، وَشَقَّ الجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الجَاهِلِيَّةِ)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے گالوں پر طمانچے مارے، اور اپنے گریبانوں کو پھاڑا، اور زمانۂ جاہلیت میں جیسی باتیں کہی جاتی تھی ویسی باتیں اپنی زبان سے کہیں؛ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

مَیں اس سے بری ہوں

حدیث ۱٦۵۹:-

وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ قال: وَجعَ أبو مُوسَى، فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حِجرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ، فَأَقْبَلَتْ تَصِيحُ بِرَنَّةٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئاً، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ: أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِنَّ رسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بَرِيءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ، والحَالِقَةِ، والشَّاقَّةِ. (متفق عليه)

((الصَّالِقَةُ)): الَّتِي تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالنِّيَاحَةِ والنَّدْبِ. ((وَالحَالِقَةُ)): الَّتِي تَحْلِقُ رَأْسَهَا عِنْدَ المُصِيبَةِ. ((وَالشَّاقَّةُ)): الَّتي تَشُقُّ ثَوْبَهَا.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت ابوبردہ اشعری (رضی اللہ عنہ) (حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے) فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، اسی بیماری میں ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑا (اور یہ اندیشہ ہوا کہ اسی بیماری میں ان کی موت ہو جائے گی) اس وقت ان کا سر ان کی بیوی کی گود میں تھا (ان کی یہ کیفیت دیکھ کر) وہ عورت ایک مخصوص لہجہ کے ساتھ رونے لگی (چوں کہ ان پر تو نیم بے ہوشی کی حالت طاری تھی، اس لیے اس بات کا احساس تو تھا کہ یہ عورت رو رہی ہے، لیکن اپنی نیم بے ہوشی کی وجہ سے اس کو کچھ کہہ نہیں سکتے تھے) تو اس حالت میں اس کو روک نہیں سکتے تھے (اس لیے اس کی تردید نہیں کر سکے، لیکن) جب پورے طور پر ہوش میں آگئے تو انہوں نے کہا: جس سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے براءت ظاہر فرمائی، اس سے میں بھی بری ہوں، اور نبی کریم ﷺ "صَالِقَه" اور "حَالِقَه" اور "شَاقَّه" سے بری ہیں۔

افادات:–رونے والیوں کی جو مخصوص لَے اور لہجہ ہوتا ہے اس کے مطابق رونے کو "رَنَّةٌ" کہتے ہیں۔

"صَالِقَه" رونے والی جو مرنے والے پر اپنی آواز کو مخصوص انداز میں بلند کرتی ہے۔

"حَالِقَه" جو عورت مرنے والے کی موت پر اپنے سر کے بال منڈوا دیتی ہے۔ اس زمانہ میں عورت اپنے عزیز قریب، شوہر وغیرہ کی موت پر ترکِ زینت میں اپنے سر کے بال منڈوا دیتی تھی۔

"شَاقَّه" وہ عورت جو اپنے کپڑوں کو پھاڑ دے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مطلب یہ ہے کہ کسی مرنے والے کی موت پر نوحہ کرتے ہوئے اور غم کا اظہار کرتے ہوئے زور زور سے رونا، اپنے بالوں کو مونڈ دینا، اپنے کپڑوں کو پھاڑنا؛ اس سے نبی کریم ﷺ نے اپنی براءت کا اعلان فرمایا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی مرد اگر ایسے کام کرے تو اس کے لیے یہ وعید نہیں ہے، لیکن چوں کہ عام طور پر ایسی حرکتیں عورتیں ہی کیا کرتی ہیں، اس لیے ان کا تذکرہ آیا، ورنہ اگر ایسی حرکت کوئی مرد بھی کرے گا تو اس کے لیے بھی یہی وعید ہے۔

انہیں کرتوتوں کی وجہ سے عذاب ہوگا

حدیث ۱٦٦٠:-

وعن المغيرة بن شعبة رضی اللہ عنہ قال: سمعتُ رسُولَ اللهِ - ﷺ - يقولُ: ((مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی پر نوحہ کیا گیا (یعنی اس کی موت پر عورتیں اس کے کرتوتوں کو خوبیاں سمجھ کر گنوا کر روئیں) تو قیامت کے روز اس کو انہیں کرتوتوں کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–میں حدیث نمبر:۱۶۵۷کے ذیل میں بتلاچکاہوں کہ بہت سی مرتبہ عورتیں مرنے والے کے ان کرتوتوں کاتذکرہ کرتی تھیں جن کو وہ اپنے خیال اورزعم میں مرنے والے کے کمالات سمجھتی تھیں، اور حقیقت میں وہ کمال وخوبی نہیں ہوتی۔اوپر تفصیل گزرچکی ہے۔

ہم نوحہ نہ کریں گی

حدیث ۱٦٦۱:-

وعن أُمِّ عَطِيَّةَ نُسَيْبَةَ -بِضَمِّ النون وفتحها- رضی الله عنها قالت: أخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ -صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم- عِندَ البَيْعَةِ أنْ لاَ نَنُوحَ. (متفق عليه)

ترجمہ:–حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا (جن کانام نُسَیْبَہ ہے۔) فرماتی ہیں کہ جب ہم نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی تو اس وقت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہم سے جن چیزوں کا وعدہ لیا اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ہم مرنے والوں کی موت پر نوحہ نہ کریں گی۔

افادات:–چوں کہ عام طور پر عورتیں ایسا کرتی تھی، اس لیے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عورتوں سے بیعت لیتے وقت خاص طور پر نوحہ کا تذکرہ بھی فرماتے تھے۔ بیعتِ توبہ میں انہیں چیزوں کو گنوایا جاتا ہے جن کا عام طور پر ارتکاب کیا جاتا ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرشتے کہتے ہیں: تو ایسا ہے؟

حدیث ۱۶۶۲:-

وعن النعمان بن بشير -رضی اللہ عنهما- قال: أُغْمِيَ عَلَى عَبدِاللهِ بْنِ رَوَاحَةَ -رضی اللہ عنه- فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ تَبْكِي، وَتَقُولُ: وَاجَبَلاهُ، وَاكَذَا، وَاكَذَا: تُعَدِّدُ عَلَيْهِ. فقالَ حِينَ أفَاقَ: مَا قُلْتِ شَيْئاً إلاَّ قِيلَ لِي أنْتَ كَذَلِكَ؟!. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر بیماری میں بے ہوشی کا دورہ پڑا (اور لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید اسی بیماری میں وہ چل بسیں گے) تو ان کی بہن رونے لگی (یہاں انہوں نے اپنی والدہ نہیں کہا، اس لیے کہ وہ اس وقت ان کی بہن ہونے کی حیثیت سے رو رہی تھیں، اس لیے کہا کہ ان کی بہن رونے لگی۔ اگر وہ یوں کہتے کہ میری والدہ رونے لگی، تو کس کو پتہ چلتا کہ وہ کیوں رو رہی تھی) اور (زمانۂ جاہلیت کے دستور کے مطابق روتے ہوئے) کہنے لگی: ہائے! میرا پہاڑ (ہائے! میری جائے پناہ) ہائے! فلاں، ہائے! فلاں (یعنی) ان کی خوبیاں گنوا رہی تھی (اس وقت وہ بے ہوش تھے، اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے لوہے کے گرز لے کر بھیجے تھے) جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے اپنی بہن سے کہا: جب بھی تو اس قسم کا کوئی جملہ بولتی تھی تو (وہ دو فرشتے لوہے کے گرز دکھا کر) مجھ سے کہتے تھے کہ: تو ایسا ہے؟ (اگر میں ہاں کہہ دیتا تو مجھے لگتا تھا کہ وہ اس گرز سے میری خبر لیتے۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–حضرت نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہوتے ہیں، ان کی والدہ عَمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ اسی بیماری میں نبی ٔکریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کی بیماری کی شدت و کیفیت دیکھتے ہوئے دعا فرمائی تھی کہ: اے اللہ ! اگر اس بیماری میں ان کے لیے موت ہے تو ان کو عافیت کے ساتھ موت دے؛ ورنہ ان کو شفا عطا فرما۔ لکھا ہے کہ یہ دعا فرماتے ہی فوراً شفا کے آثار شروع ہو گئے اور پھر وہ تندرست ہو گئے، بعد میں غزوۂ مؤتہ کے موقعہ پر شہید ہوئے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب ان کی شہادت کی اطلاع آئی اور ان کی بہن کو خبر ہوئی تو پھر انہوں نے نوحہ نہیں کیا۔

روایت کے سبق

حضراتِ صحابۂ کرام کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی چاہے وہ مرد ہوں یا عورت؛ کسی بات پر جب ان کو تنبیہ کر دی جاتی تھی تو پھر دوبارہ ان کی طرف سے اس چیز کا صدور نہیں ہوتا تھا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بیمار کی بیماری ایسی شدت اختیار کر جائے کہ اس کے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہو، اور دیکھنے والوں کے لیے بھی تکلیف کا باعث ہو کہ ان سے بھی دیکھا نہ جاتا ہو، تو اس موقعہ پر ایسی دعا کی جاسکتی ہے کہ اس بیماری میں اس کے لیے موت مقدر ہے تو عافیت کے ساتھ اس کو موت دیدے، ورنہ اس کو شفا عطا فرما۔ لیکن سب کے سنتے ہوئے ایسی دعا نہ کی جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نوحہ کے جملوں کے مطلب

جس شخصیت کا وجود مصیبت کے وقت کسی دوسرے کے لیے پناہ کا ذریعہ ہو اس کی موت پر عام طور پر عورتیں یہ جملہ کہا کرتی تھی: ”وَاجَبَلَاہُ“ ہائے! میرے لیے پہاڑ کی طرح تھا۔ اور بہت سی مرتبہ یہ بھی کہتی تھی: ”وَاکَاسِیَاہُ“ ہائے! مجھے کپڑے پہنانے والا۔ ”وَامُطْعِمَاہُ“ ہائے! مجھے کھلانے والا۔ مطلب یہ کہ تو چلا گیا تو اب ہماری ضرورتیں کون پوری کرے گا؟ ہم کس کی پناہ حاصل کریں گے؟ کس سے مدد چاہیں گے؟ اب ہمارا کیا ہوگا؟ جب آدمی کی نظر کسی پر ہوتی ہے تو ایسے جملے بولا کرتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ پر نظر ہو تو پھر ایسا کہنے کی نوبت نہ آئے۔

آنسو اور غم سببِ عذاب نہیں

حدیث ۱۶۶۳:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما، قال: اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ -رضی اللہ عنہ- شَكْوَى، فَأَتَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُهُ مَعَ عَبدِ الرَّحمانِ بْنِ عَوفٍ، وَسَعْدِ بن أبي وقَّاصٍ، وعبدِ اللهِ بن مسعودٍ -رضی اللہ عنہم-. فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، وَجَدَهُ فِي غَشْيَةٍ. فقالَ: ((أَقَضَى؟)) قالوا: لا يا رسول الله، فَبَكَى رسول اللهِ -ﷺ-. فَلَمَّا رَأى القَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ -ﷺ- بَكَوْا، قال: ((أَلاَ تَسْمَعُونَ؟ إنَّ اللهَ لاَ يُعَذِّبُ بِدَمْعِ العَيْنِ، وَلاَ بِحُزْنِ القَلْبِ، وَلكِنْ يُعَذِّبُ بِهذَا)) -وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ- أَوْ يَرْحَمُ)). (متفق علیہ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ مع تشریح:– حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے (جب نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو) آپ ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے (اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی عیادت کے لیے آدمی تنہا بھی جاسکتا ہے، اور کچھ لوگوں کے ساتھ بھی جاسکتا ہے) جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس پہنچے تو ان کو بے ہوشی کی حالت میں پایا۔ حضور اکرم ﷺ نے وہاں موجود لوگوں سے پوچھا: کیا ان کا انتقال ہو گیا؟ لوگوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! نہیں! (بلکہ بیہوش ہیں۔ ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر) نبی کریم ﷺ کو رونا آگیا۔ جب ساتھ والوں نے نبی کریم ﷺ کی یہ کیفیت دیکھی تو وہ سب بھی روپڑے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو اور دل کے غم کی کیفیت کی وجہ سے عذاب نہیں دیتے، اور زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتے ہیں، یا اس کی وجہ سے رحم بھی کرتے ہیں۔

افادات:– انصار کے دو قبیلے تھے: اوس اور خزرج، حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) قبیلۂ خزرج کے سردار تھے، اور حضرت سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) قبیلۂ اوس کے سردار تھے۔

کسی کے انتقال پر آدمی کے دل میں غم کی کیفیت طاری ہو جائے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں؛ تو یہ غیر اختیاری چیز ہے، اور اس سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں اپنے بندوں کے ساتھ رحمت، محبت و شفقت کا جو جذبہ رکھا ہے، یہ تو اس کا تقاضہ ہے۔ اور

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

صرف انسانیت کا رشتہ ہی نہیں بلکہ دوسرے رشتے بھی ہوتے ہیں جیسے: مذہبی رشتہ۔ اور نسبی رشتہ، جیسے: باپ بیٹے کا اور بھائی بھائی کا رشتہ ہوتا ہے۔ گویا مختلف حیثیتوں کے تعلقات کی وجہ سے آدمی کے دل میں محبت کا جذبہ ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے سامنے والے کی تکلیف یا موت پر دل میں غم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور اس کا ظہور آنسوؤں سے ہوتا ہے جو ہمیں نظر آتا ہے

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ: آنکھوں کے آنسو اور دل کے غم کی وجہ سے رونے والے کو اور جس کی وجہ سے رویا جارہا ہے؛ دونوں کو اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دیتے۔ لیکن اگر زبان سے کوئی ایسا جملہ نکالا جو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر ناراضگی کی دلیل بن سکتا ہے، جیسے: بعض عورتیں کہتی ہیں: میرا ہی بیٹا ملا، کوئی اور نہ دکھا، وغیرہ، بعض عورتیں تو اس سے بھی سخت جملے بولتی ہیں؛ یہ جملے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بنتے ہیں۔ اور کبھی کوئی ایسا جملہ بولتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر رضامندی اور تسلیم کا پتہ دیتا ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کی چیز تھی، ہمارے پاس امانت تھی، اس کا حکم ہوا تو اس نے ہم سے واپس لے لی۔ تو جیسے غلط جملے زبان سے نکلتے تھے، ایسے ہی اچھے جملے بھی زبان ہی سے نکلتے ہیں؛ تو صحیح باتوں کے نکلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رحمت کا معاملہ کرے گا، اور غلط چیزوں کے نکلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب کا معاملہ کرے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تارکول کالباس اور خارش کا کرتہ

حدیث ۱۶۶۴:-

وعن أبي مالك الأشعري رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: ((النَّائِحَةُ إذا لَمْ تَتُبْ قَبلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَومَ القِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِربَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابومالک اشعری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نوحہ کرنے والی اگر موت سے پہلے پہلے اپنے اس گناہ سے توبہ نہیں کرے گی تو قیامت کے روز وہ لوگوں کے سامنے ایسی حالت میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے جسم پر تارکول کا لباس ہوگا، اور خارش کا کرتہ ہوگا۔

افادات:- ''قَطِرَان'' یعنی تارکول، جس کو ہم ''ڈامر'' کہتے ہیں، وہ بہت جلدی آگ پکڑ لیتا ہے۔ بعض حضرات نے ''قَطِرَان'' کا ترجمہ گندھک سے بھی کیا ہے، وہ بھی جلدی سے آگ پکڑتا ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ پہاڑوں پر چیڑ کا ایک درخت ہوتا ہے جو بہت لمبا ہوتا ہے، اس کا تیل بھی بہت جلدی آگ کو پکڑ لیتا ہے۔ اس کو آتش گیر مادہ کہہ لو۔ آج کل پیٹرول، ڈیزل اور گیس کی ٹرکوں کے اوپر ''Inflammable'' لکھا ہوا ہوتا ہے، ''قَطِرَان'' کا مطلب یہی ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"اس کو تارکول کالباس پہنایا جائے گا اور خارش کا کرتہ ہوگا" مطلب یہ ہے کہ پورا جسم خارش میں مبتلا ہوگا۔ آدمی کو بدن میں اگر تھوڑی سی جگہ پر بے چین کرنے والی خارش ہوجاتی ہے تو کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے، اور اگر پورے جسم پر خارش ڈال دی جائے تو یہی اس کے لیے ایک مستقل عذاب ہو جائے گا۔

عورتوں سے بوقتِ بیعت چند کلمات

حدیث ۱۶۶۵:-

وعن أَسِيدبن أبي أَسِيدٍ التابِعِيِّ، عن امْرَأَةٍ مِنَ الْمُبَايِعاتِ، قالت: كان فِيما أخَذَ عَلَيْنَا رسُولُ اللهِ- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الْمَعْرُوفِ الَّذِي أخَذَ عَلَيْنَا أنْ لاَ نَعْصِيَهُ فِيهِ: أنْ لا نَخْمِشَ وَجهاً، وَلاَ نَدْعُو وَيْلاً، وَلاَ نَشُقَّ جَيْبًا، وأنْ لاَ نَنْشُرَ شَعْراً. (رواہ أبوداود بإسناد حسن.)

ترجمہ:- حضرت اَسِید بن ابو اَسِید تابعی (رحمۃ اللہ علیہ) ایک ایسی صحابیہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں جنھوں نے نبیٔ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بیعت کی تھی، ان صحابیہ نے فرمایا کہ: نبیٔ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ہم عورتوں سے بیعت لیتے وقت ہم سے وعدہ لیا تھا کہ چند کاموں میں ہم آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نافرمانی نہیں کریں گی؛ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ کسی کی موت پر ہم اپنے چہروں کو زخمی نہ کریں گی، اور ہم اپنے لیے ہلاکت نہ مانگیں گی، اور ہم گریبان نہ پھاڑیں گی، اور بالوں کو نہ پھیلائیں گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- قرآنِ پاک میں جہاں مؤمنات عورتوں سے بیعت کا تذکرہ ہے، اس میں ایک بات یہ بھی ہے: ﴿وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ﴾ نیکی کے کاموں میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ وہاں علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی کو کوئی چیز کا حکم دیں گے تو یقیناً وہ نیکی ہی کا حکم ہے۔

اس روایت میں چار چیزوں کا تذکرہ آگیا (۱) چہرے کو نوچنا (۲) اپنے لیے ہلاکت وموت کی دعا کرنا (۳) گریبان پھاڑنا (۴) بالوں کو منتشر کرنا، بھوتنی بن جانا؛ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ناراضگی کو ظاہر کرتی ہیں، اس لیے ان سے منع کیا گیا ہے۔

کیا تو ایسا ہی تھا؟

حدیث ۱٦٦٦:-

وعن أبي موسىٰ رضی اللہ عنہ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قال: ((مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ بَاكِيهِمْ فَيَقُولُ: وَاجَبَلَاهُ وَاسَيِّدَاهُ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، إِلَّا وُكِّلَ بِهِ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهِ: أَهٰكَذَا كُنْتَ؟)) (رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

((اللَّهْزُ)): الدَّفْعُ بِجُمْعِ الْيَدِ فِي الصَّدْرِ.

ترجمہ:- حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی آدمی مر جاتا ہے اور کوئی رونے والا کھڑا ہوتا ہے، اور نوحہ کرتے ہوئے وہ یوں کہتا ہے: ہائے! میرا پہاڑ۔ ہائے! میرا آقا،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وغیرہ؛تودوفرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کئے جاتے ہیں جو اپنے مُکّوں سے مرنے والے کے سینے پر مارتے ہیں اوراس سے کہتے ہیں: کیاتوایساہی تھا؟

افادات:– گویاان کابطور نوحہ کے رونااس میت کے لیے عذاب کاذریعہ بنتاہے۔

دو بڑے گناہ

حدیث ۱٦٦٧:-

وعن أبي هريرة-رضی الله عنه-قال:قال رسولُ اللهِ -ﷺ- :((اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى المَيِّتِ)) (رواه مسلم)

ترجمہ:–حضرت ابوہریرہ(رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:لوگوں میں دوکام ایسے ہیں جو ان کے لیے کفر کی طرح ہیں۔ایک تولوگوں کے نسب میں طعن کرنا،اور مرنے والے پر نوحہ کرنا۔

افادات:– جیسے کفر بڑا گناہ ہے،ایسے ہی یہ دونوں بھی بڑے گناہ ہیں۔یا یہ مطلب ہے کہ ان دونوں کو اگر کوئی آدمی حلال سمجھ کر کرے گا تو وہ کفر تک پہنچ جائے گا(۱)کسی کے نسب کے بارے میں الزام لگانا،مثلاًیوں کہنا کہ:وہ تواس کے باپ کا نہیں ہے(۲)اور مرنے والے پر بَین کر کے رونا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النَّهي عن إتيان الكُهّان والمنجِّمين والعُرَّاف وأصحاب الرمل والطوارق بالحصى وبالشعير ونحو ذلك

کاہنوں، نجومیوں، عرّاف اور علمِ رَمَل کے جاننے والوں کے پاس جانا، اور کنکر، جَوْ یا ایسی کسی چیز کے ذریعہ سے پرندوں کو اُڑانا منع ہے

کاہنوں کا اپنا کاروبار چلانے کا نظام

"کاہن" یعنی آئندہ پیش آنے والے واقعات کے متعلق خبر دینے والے۔

جب تک نبیٔ کریم ﷺ کی بعثت نہیں ہوئی تھی اس وقت تک جنات کا آسمانوں پر آنا جانا تھا، اور وہاں کائنات میں پیش آنے والے واقعات سے متعلق جن چیزوں کے تذکرے ہوتے تھے ان کو وہ سنتے تھے، پھر واپس آکر کاہن لوگوں کو بتلاتے تھے۔ جب نبیٔ کریم ﷺ کی پیدائش ہوئی تو شیطانوں کا آسمان پر جانا بند کر دیا گیا، اب وہ اوپر نہیں جاسکتے؛ لیکن پھر بھی ان کو سننے کی جو عادت پڑی ہوئی تھی اس وجہ سے وہ آسمان کے قریب تک جاتے تھے، اور اس کے لیے وہ ایک طریقہ اختیار کرتے تھے (جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے) کہ ایک شیطان کھڑا ہو جاتا تھا اس کے اوپر دوسرا کھڑا ہوتا تھا، اس کے اوپر تیسرا، تیسرے کے اوپر چوتھا کھڑا ہو جاتا تھا، اس طرح آسمان تک پورا سلسلہ قائم کیا جاتا تھا۔ جو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سب سے اوپر والا ہوتا تھا وہ آسمان کی طرف کان لگاتا تھا اور فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کرتا تھا پھر وہ اپنے سے نیچے والے کو بتاتا، اس طرح یکے بعد دیگرے یہ بات نیچے تک پہنچتی۔ بعد میں پھر شیاطین کو فرشتوں کی باتیں سننے سے روکنے کے لیے قدرت کی طرف سے یہ انتظام کیا گیا کہ ان کو ستارے مارے جاتے تھے جن کو" شہابِ ثاقب" کہا جاتا ہے، آج کل کی اصطلاح میں یوں کہئے کہ ان کو میزائل مارے جاتے تھے، گویا وہ ستارہ ایک طرح کا میزائل ہے جو ان کو مارا جاتا تھا جس سے وہ جل کر ختم ہو جاتا تھا۔

جب وہ آسمان کے قریب ہو کر باتیں سنتے تھے اور ان کو ستارہ (میزائل) مارا جاتا تھا تو دو شکلیں ہوتی تھی، کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ وہ سنی ہوئی بات اپنے سے نیچے والے کو بتائے اس سے پہلے ہی ستارہ (میزائل) اس کو لگ جاتا تھا، اور وہ جل کر ختم ہو جاتا تھا۔ اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ وہ ستارہ (میزائل) اس کو لگے اس سے پہلے وہ اپنی سنی ہوئی بات اپنے سے نیچے والے کے کان میں کہہ دیتا تھا، اور وہ اپنے سے نیچے والے کے کان میں، اور وہ اپنے سے نیچے والے کے کان میں کہہ دیتا تھا، اس طرح سب سے نیچے والا جو شیطان ہوتا تھا وہ اس کاہن کا دوست ہوتا تھا، وہ جا کر اپنے دوست کاہن کو بتاتا تھا کہ فلاں وقت فلاں جگہ ایسا ایسا ہونے والا ہے۔ چوں کہ وہ بات اوپر سے آئی تھی لہٰذا بالکل پکی ہوتی تھی اور اسی کے مطابق ہوتا تھا۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ لوگ آپس میں اس طرح باتیں کرتے تھے کہ تمہیں پتہ نہیں کہ فلاں نے اس روز فلاں پیشین گوئی دی تھی، وہ برابر نکلی تھی۔ چناں چہ وہ کاہن اس ایک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سچی بات میں اپنی طرف سے سو جھوٹی باتیں ملاتا تھا، اور لوگ اس ایک سچی بات کی وجہ سے اس کی باتوں پر اعتبار اور بھروسہ کرتے تھے۔ اس طرح وہ اپنا کاروبار چلاتا تھا۔

کائنات کا نظام

کائنات کا نظام چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مستقل ایک مخلوق پیدا فرمائی ہے جن کو ہم فرشتے کہتے ہیں، ان سے کائنات کے بہت سارے کام لیے جاتے ہیں، جیسے: بارش پر فرشتے مقرر ہیں، کھیتی باڑی کی حفاظت پر فرشتے مقرر ہیں، ہواؤں پر فرشتے مقرر ہیں، اس کے علاوہ بھی دیگر امور کے لیے فرشتوں کو پیدا کیا ہے اور ان کی ڈیوٹیاں مقرر ہیں، اور ان کو جو جو کام حوالے کئے گئے ہیں ان کے متعلق ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایتیں بھی دی جاتی ہیں۔ جیسے: آپ کی کوئی فیکٹری، کارخانہ، یا دکان ہو تو آپ اپنا نظام چلانے کے لیے اسٹاف رکھتے ہیں، کچھ لوگوں کو ملازمت پر رکھتے ہیں اور انہیں سے اپنا کام چلاتے ہیں، روزانہ ان کو کچھ آرڈر جاری کرتے ہیں، یا ایک روز پہلے ان کو ہدایت دیدیتے ہیں کہ آئندہ کل یہ یہ کام کرنے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ جو کلام فرماتے ہیں وہ ایک تو اصولی انداز میں ہوتا ہے، اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے کلام کی ہیبت کی وجہ سے عام فرشتوں پر ایک طرح کی بے ہوشی سی طاری ہو جاتی ہے، جو مقرب فرشتے ہیں صرف وہی اس کلام کے مفہوم کو سمجھ سکتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کے کلام کا سلسلہ ختم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوتا ہے تو عام فرشتوں پر سے بے ہوشی کی کیفیت زائل ہوجاتی ہے،وہ ان مقرب فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ ہمیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے کیا احکام جاری فرمائے؟ وہ ان کو بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ یہ احکام جاری فرمائے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جو آرڈر جاری کئے گئے اس سلسلہ میں فرشتوں میں آپس میں گفتگو ہوتی ہے۔ جیسے: کسی کمپنی کا بڑا آدمی کوئی آرڈر اور ہدایت دیتا ہے تو اپنے قریبی مینیجر سے کہتا ہے، پھر اس کے ماتحت آپس میں ڈسکس اور چرچا کرتے ہیں کہ آج بوس (Boss) نے کیا کہا؟ وہ بتاتا ہے کہ ایسا ایسا آرڈر آیا ہے۔

نجومیوں کے بے بنیاد دعوے

”نجومی“ عربی کا لفظ ہے جو نجم سے بنا ہے، اس کی جمع نجوم آتی ہے، ستارے کو کہتے ہیں۔ جو لوگ ستاروں کی چالوں کی وجہ سے آنے والے واقعات کے متعلق خبریں بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کو ”نجومی“ کہا جاتا ہے۔

آج کل بھی اخبارات میں بارہ برجوں کے نام دیئے جاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جس کا نام الف سے ہوگا اس کی قسمت ایسی ہوگی۔ گویا پوری دنیا میں جتنے نام الف سے شروع ہوتے ہیں ان سب کی قسمت ایک جیسی ہی ہوگی۔ حالاں کہ یہ بات بدیہی البطلان ہے، بالکل کھلم کھلا غلط ہے۔ ایک سیدھا سادہ آدمی

بھی اس کی غلطی کو محسوس کر سکتا ہے؛ لیکن اس کے باوجود اچھے خاصے سمجھدار لوگوں کو اس کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

عرّاف اور عامل

”عرّاف“ جو کچھ خاص خاص علامتیں دیکھ کر خبریں بتائے۔ عملیات والے بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

دیکھو! دو باتیں الگ الگ ہیں، بعض باتیں تو مستقبل میں پیش آنے والی ہیں، ان کے متعلق نشانیوں کو دیکھ کر کچھ بتانا۔ اور بعض ایسی چیزیں جو پیش آچکی ہیں لیکن لوگوں کے علم میں نہیں ہے؛ ان کے متعلق بتانا۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ان کے پاس آنے والا شیطان اور جِن کوئی دور کی چیز بتادیتا تھا، جیسے: کوئی واقعہ دہلی میں پیش آیا، اب ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں اس کا پتہ نہیں، اگرچہ آج کل تو مواصلات بہت بڑھ گئے ہیں؛ لیکن اُس زمانہ میں یہ چیز نہیں تھی۔ تو وہ جِن اس واقعہ کی خبر لاکر اس آدمی کو دیتا تھا، اور وہ کہتا تھا کہ وہاں ایسا ہوا ہے۔ آج کل بہت سے عملیات والے بھی اس قسم کے دعوے کرتے ہیں، ان کے پاس بھی ایسی چیزوں کو معلوم کرنے کی نیت سے آنا جانا اسی حکم میں داخل ہے، اس لیے اس سے اپنے آپ کو بچانے کا اہتمام کرنے ضرورت ہے۔ ہاں! کوئی عامل اگر اللہ کے نام کی برکت سے شرعی طور پر علاج کرے؛ تو الگ بات ہے۔ لیکن آج کل لوگوں کا مزاج اس قسم کا بنتا جارہا ہے کہ عملیات والوں کے پاس جاکر بے تکی باتیں پوچھتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک روز میں مدرسہ سے جارہا تھاتو ایک صاحب مجھ سے ملے اور کہنے لگے: مفتی صاحب! کل ہم آپ کے پاس فتویٰ لینے آنے والے ہیں۔ میں نے پوچھا: بھائی! کیا ہوا؟ تو وہ کہنے لگے: ہمارے یہاں جب بھی شادی کا موقعہ آتا ہے تو کوئی موت میت ہوجاتی ہے؛ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ وہ بیچارے یہ بھی نہیں سمجھ رہے تھے کہ فتویٰ کس چیز کا نام ہے۔ میں نے ان سے کہا: ایسی بات کا فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

ہمارا معاملہ عجیب ہوگیا ہے

عام طور پر آدمی کے اوپر آنے والے مصائب کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب اس کے اپنے کرتوت اور گناہ ہی ہوتے ہیں؛ لیکن آج کل لوگوں کا مزاج ایسا بن گیا ہے کہ اپنے گناہوں کی طرف سے آنکھیں بالکل پھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا مزاج ختم ہوگیا۔ صحابہ اور تابعین کے حالات پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا جانور اور گھوڑا اگر سرکشی کرتا تھا، بچے نے نافرمانی کردی؛ تو وہ دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور آج ہم پر بڑی سے بڑی مصیبت آجاتی ہے تب بھی کبھی یہ توفیق نہیں ہوتی کہ دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وانابت کریں، اس کے بجائے یہی سوجھتا ہے کہ کسی عامل کے پاس جاکر پوچھو کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آج کل لوگ یہ ایک سوال بہت کرتے ہیں کہ مولوی صاحب! کوئی بھی نیا دھندا شروع کرتا ہوں تو چلتا ہی نہیں؛ اس کی کیا وجہ ہے؟ ایسا عام مزاج بنتا جارہا ہے۔ ہمارا معاملہ عجیب ہوگیا ہے!

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں جو تعلیم دی تھی اس سے ہم کتنا دور جا رہے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ کاہنوں نجومیوں کے پاس اسی طرح کی باتوں کے لیے جایا کرتے تھے۔

کہانت کی حقیقت

حدیث ۱۶۶۸ :-

عن عائشة رضی الله عنها، قالت: سأل رسُولَ اللهِ - ﷺ - أنَاسٌ عَنِ الكُهَّانِ، فَقَالَ: ((لَيْسُوا بِشَيءٍ)) فَقَالُوا: يارَسُولَ اللهِ! إنَّهُمْ يُحَدِّثُونَا أحيَاناً بِشَيءٍ، فَيَكُونُ حقّاً؟ فقالَ رسُولُ اللهِ - ﷺ -: ((تِلْكَ الكَلِمَةُ مِنَ الحَقِّ يَخْطَفُهَا الجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ، فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ)). (متفق عليه)

وفی رواية للبخاری عن عائشة رضی الله عنها: أنَّها سمعتْ رسُولَ اللهِ - ﷺ - يقولُ: ((إنَّ المَلائِكَةَ تَنْزِلُ فِي العَنَانِ - وَهُوَ السَّحَابُ - فَتَذْكُرُ الأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّماءِ، فَيَسْتَرِقُ الشَّيْطَانُ السَّمعَ، فَيَسْمَعُهُ، فَيُوحِيهُ إلَى الكُهَّانِ، فَيَكْذِبُونَ مَعَهَا مِئَةَ كَذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ)).

قَولُهُ: ((فَيَقُرُّهَا)) هو بفتح الياء وضم القاف والراء، أي: يُلْقِيها.

((والعَنَانِ)) بفتح العين.

ترجمہ مع مختصر تشریح:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے کاہنوں سے متعلق سوال کیا (کہ کاہن کیا چیز ہے؟) نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: کچھ بھی نہیں (اس لفظِ "کچھ بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں "کا مطلب مَیں آگے بیان کرتا ہوں) اس پر ان سوال کرنے والوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کبھی وہ لوگ ایسی بات بیان کرتے ہیں جو سچی ہوتی ہے (اور آپ فرماتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں؟) حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: (ایک بات جو سچی ہوتی ہے وہ دراصل وہ بات ہوتی ہے جو) کوئی جِنّی اوپر جاکر فرشتوں کی باتوں میں سے اُٹھالاتا ہے اور اپنے دوست کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے، اور وہ کاہن دوست اس ایک سچی بات کے ساتھ سو جھوٹ ملاکر اپنا کاروبار چلاتا ہے۔ (تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے اس ایک سچی بات کی وجہ سے اس پر پورا اعتماد و بھروسہ کرلیا جائے۔)

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: فرشتے (آسمان سے نیچے) بادلوں میں اترتے ہیں اور آسمانوں میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جو فیصلہ ہوتا ہے اس کا آپس میں چرچا کرتے ہیں، تو شیاطین اس کو چوری چھپے کان لگاکر سن لیتے ہیں، پھر اس کو اپنے دوست کاہن تک پہنچاتے ہیں اور وہ اس میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملادیتا ہے (یہی کہانت کی حقیقت ہے۔)

افادات:- آدمی کا مزاج بھی دیکھو کہ ایسی صورت میں اس ایک سچی بات کی وجہ سے سو جھوٹی بات کو مان لیتا ہے، اور جب پیسوں کی لین دین کی بات آتی ہے تو ننانوے مرتبہ جس کے ساتھ اچھا معاملہ ہوا ہو، اور ایک مرتبہ غلط ہوگیا ہو تو پھر آئندہ کبھی اس پر بھروسہ نہیں کرتا۔ گویا ہم لوگ اپنی دنیا کے معاملہ میں جتنے پکّے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ دین کے معاملہ میں بھی ہمیں ویسا ہی پکّا بنانا چاہتے ہیں۔ دنیا کے معاملہ میں اس نے تم سے ایک مرتبہ غداری کی تو تم اس پر کبھی بھروسہ نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کرتے؛ تو پھر یہاں کاہے کو کرتے ہو؟ وہاں ننانوے اچھے معاملوں کو ایک غلط معاملہ کی وجہ سے نہیں مانتے، تو پھر یہاں ننانوے جھوٹ کو ایک سچی بات کی وجہ سے کیوں مان لیتے ہو؟

"لَيْسُوا بِشَيْءٍ" کا مطلب

جو چیز کچھ بھی قابلِ توجہ نہ ہو؛ اس کو "لَيْسُوا بِشَيْءٍ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے: ہم نے یہاں سے وہاں دور دیکھا کہ کچھ لوگ جمع ہیں اور ہمارے دل میں یہ معلوم کرنے کا جذبہ پیدا ہوا کہ وہاں کیا ہوا ہے، اور اُدھر سے ایک آدمی آتا ہوا نظر آیا تو ہم نے اس سے پوچھا: بھائی! وہاں کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب میں کہا: کچھ بھی نہیں۔ اب آپ کہہ سکتے ہیں کہ بھائی! اتنے سارے لوگ وہاں جمع ہیں پھر بھی تو کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں ہوا؟ اس مثال سے میں آپ کو اس لفظِ "کچھ نہیں" کا مطلب سمجھانا چاہتا ہوں کہ "کچھ نہیں" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہاں کچھ تو ہوا ہے لیکن تم جو سمجھ کر پوچھ رہے ہو کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے، یعنی دھیان دینے جیسی چیز نہیں ہے۔ یہاں حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَيْسُوا بِشَيْءٍ" کچھ بھی نہیں، اس کا مطلب یہی ہے کہ کہانت کوئی توجہ اور دھیان دینے جیسی چیز نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی

حدیث ۱۶۶۹:-

وعن صَفِيَّةَ بِنتِ أبي عُبيدٍ عن بعض أزواجِ النَّبيِّ ﷺ وَ رضی اللہ عنھا عن النَّبيِّ ﷺ قال: ((مَنْ أَتَى عَرَّافاً فَسَأَلَهُ عن شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ يوماً)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت صفیہ بنت ابوعبید (جو حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کی اہلیہ اور تابعیہ ہیں) نبیِ کریم ﷺ کی ایک زوجۂ مطہرہ رضی اللہ عنھا سے نقل کرتی ہیں (یہ زوجۂ مطہرہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا ہیں) کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی کسی عرّاف کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے متعلق پوچھا اور اس نے جو جواب دیا اس کی تصدیق بھی کی؛ تو ایسے آدمی کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔

افادات:- ”عرّاف“ وہ آدمی کہلاتا ہے جو گم شدہ چیز کا پتہ بتاتا ہو، یا چوری شدہ چیز کے متعلق بتلاتا ہو کہ یہ چوری فلاں نے کی ہے۔ کچھ علامتیں اور کچھ ایسے طریقۂ کار اپنائے جاتے تھے جن کے ذریعہ وہ لوگ گم شدہ یا چوری شدہ چیز کے متعلق بتلایا کرتے تھے۔

”چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی“ یعنی فریضہ تو ساقط ہو جائے گا، لیکن قبول نہیں ہو گی، اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا، کیوں کہ یہ عراف وغیرہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کوئی یقین پر مبنی نہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوا کرتا، بلکہ ایک طرح کا ظن، تخمینہ اور اٹکل پچو باتیں ہوتی ہیں جو کبھی صحیح بھی ہو جاتی ہیں، لیکن اس پر یقین رکھنے کی شریعت اجازت دیتی نہیں، اور نہ اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

عِیافہ، طِیرہ، طَرق

حدیث ۱۶۷۰:-

وعَنْ قَبِيصَةَ بنِ المُخَارِقِ رضى الله عنه قال سمعتُ رسُولَ الله ﷺ يقولُ: ((العِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، والطَّرْقُ، مِنَ الجِبْتِ)). (رواه أبو داود بإسناد حسن)

وقال: ((الطَّرْقُ)) هُوَ الزَّجْرُ: أَيْ زَجْرُ الطَّيْرِ وَهُوَ أنْ يَتَيَمَّنَ أوْ يَتَشَاءمَ بِطَيَرَانِهِ، فإنْ طَارَ إلَى جِهَةِ اليَمِين تَيَمَّنَ، وإنْ طَارَ إلَى جِهَةِ اليَسَارِ، تَشَاءمَ. قال أبوداود: ((والعِيَافَةُ)): الخَطُّ. قالَ الجَوْهَرِيُّ فى الصِّحَاحِ: الجِبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالكَاهِنِ والسَّاحِرِ وَنَحْوِ ذلِكَ.

ترجمہ:- حضرت قبیصہ بن مخارق (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”عِیَافہ“، ”طِیرَہ“ اور ”طَرق“؛ جِبت میں سے ہے۔

افادات:- ان سب کے معانی کیا ہیں؟ آگے علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے امام ابو داود (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالہ سے ”عِیَافہ“ کی تشریح فرمائی ہے کہ ”عِیَافہ“ خط اور لکیر کو کہتے ہیں۔ اہلِ عرب کے یہاں یہ بھی بھی ایک خاص طریقہ کار ہوا کرتا تھا جس میں وہ لوگ یہ کرتے تھے کہ زمین اور ریت پر کچھ خطوط کھینچتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھے، پھر ان میں سے کچھ خطوط کو مٹا دیتے تھے اور کچھ کو باقی رکھتے تھے، اور اسی کے ذریعہ آنے والے حالات کے متعلق کچھ باتیں اور پیشینگوئیاں کیا کرتے تھے: اسی کو ''عِیَافہ'' کہتے ہیں۔

اور ''طِیَرَۃٌ'' کا مطلب یہ ہے کہ کسی پرندے کے اُڑنے کی وجہ سے نیک فالی یا بد فالی لینا۔ اہلِ عرب میں یہ بھی ایک دستور تھا کہ کوئی آدمی کسی کام کے ارادہ سے یا کسی سفر کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے گھر سے باہر نکلتا اور کسی پرندے کو دیکھتا کہ وہ دائیں طرف سے اُڑ کر آیا تو وہ یوں سمجھتا تھا کہ میرا کام ہو جائے گا۔ ایسے پرندے کو ''بارح'' کہتے تھے جس کی جمع ''بوارح'' آتی ہے۔ اور اگر وہ بائیں طرف سے اُڑ کر آیا تو یوں سمجھتا کہ اس کام میں ناکامی ہوگی، چناں چہ وہ اپنے جس کام کے لیے نکلا ہوتا تھا اس کو چھوڑ کر گھر واپس آجاتا تھا، ایسے پرندے کو ''سانح'' کہتے تھے جس کی جمع ''سوانح'' آتی ہے۔ شریعت میں اسی کو بد فالی اور بدشگونی کہتے ہیں جس سے منع کیا ہے۔

اسی طرح بدشگونی کی اور بھی شکلیں ہوتی ہیں، جیسے کوئی آدمی باہر نکلا اور بلی سامنے سے گزر گئی، چاہے دائیں سے گزری ہو یا بائیں سے۔ یا کچھ مخصوص جانور جن کے سامنے سے گزرنے کی وجہ سے یوں سمجھنا کہ اس کام میں کامیابی نہ ہوگی؛ یہ ''طِیَرَۃٌ'' کہلاتا ہے، اس سے بھی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا اور اس کو حرام قرار دیا۔

اور ''طَرْقٌ'' کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی باہر نکلا اور دیکھا کوئی پرندہ از خود تو نہیں اُڑ رہا تھا، تو اب یہ معلوم کرنے کے لیے کہ مجھے اس کام میں کامیابی ہوگی یا ناکامی؛ کسی بیٹھے ہوئے پرندے کو کنکر یا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پتھر مار کر اُڑاتا تھا، جس کے نتیجہ میں وہ اُڑتا تھا، اب اگر وہ اُڑ کر دائیں طرف گیا تو سمجھتا تھا کہ کامیابی ہوگی، اور بائیں طرف گیا تو سمجھتا تھا کہ ناکامی ہوگی؛ اسی کو "طَرق" کہتے ہیں۔

ان تینوں کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے 'جِبت' قرار دیا ہے، جس کی قرآنِ پاک میں بھی قباحت اور شناعت آئی ہے۔ آگے علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) علامہ جوہری (رحمۃ اللہ علیہ) کی لغت کی کتاب "صحاح" کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ "جِبت" ایک بت کو بھی کہتے ہیں، اور کاہن کو بھی کہتے ہیں، اسی طرح ساحر اور جادوگر کو بھی کہتے ہیں۔ یہ کہانت کی ایک قسم ہے، اور جس طرح کہانت حرام ہے؛ اسی طرح یہ سب بھی حرام ہیں۔

علمِ نجوم سیکھنا جادو سیکھنا ہے

حدیث ۱٦٧۱:-

وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسولُ الله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم : ((مَنِ اقْتَبَسَ عِلْماً مِنَ النُّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ، زَادَ مَا زَادَ.)) (رواه أبوداود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے علمِ نجوم کا کوئی حصہ سیکھا گویا اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا، اور جس نے (علم نجوم) جتنا زیادہ سیکھا؛ اس نے اتنا ہی زیادہ (جادو) سیکھا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- ’’علمِ نجوم‘‘ یعنی ستاروں کے طلوع اور غروب اور ان کی چال و رفتار کی بنیاد پر آنے والے حالات کے متعلق کوئی فیصلہ کرنا، جیسے: آج کل بھی ہنود میں یہ چیزیں بہت زیادہ رائج ہیں۔ ایسا آدمی جو ان چیزوں کو جانتا اور بتلاتا ہو؛ اس کو نجومی کہتے ہیں۔ ’’نجوم‘‘ نجم کی جمع ہے اور نجم ستارہ کو کہتے ہیں۔

ستاروں کا ایک علم تو وہ ہے جس سے اوقات، مکانات اور سمتوں کا پتہ لگایا جاتا ہے، جیسے قطب تارے سے سمت معلوم کی جاتی ہے، یا تاروں سے رات کا وقت معلوم کیا جاتا ہے کہ کتنا حصہ گزر گیا۔ اوقات کا اندازہ لگانا کہ نماز کا وقت ہو گیا، صبح صادق ہو گئی یا نہیں۔ تاریخوں، اوقات اور جگہوں کا پتہ چلانے اور راستوں کو معلوم کرنے کے لیے ستاروں سے مدد لی جاتی ہے؛ یہ علمِ ہیئت کے قبیل سے ہے؛ اس کی تو اجازت ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو جن مقاصد کے لیے پیدا کیا ان میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے۔

مگر ستاروں کے ذریعہ سے آنے والے حالات کا اندازہ لگانا، جیسے: نجومی کرتے ہیں کہ فلاں ستارہ ایسا ہوا، تو اب قحط ہوگا، یا یوں ہوا تو بڑی مصیبت آنی والی ہے، یا کسی بڑے آدمی کا انتقال ہونے والا ہے؛ یہ علمِ نجوم کہلاتا ہے۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس روایت میں اس کو جادو کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک صحابی کے سوالات اور آپ ﷺ کے جوابات

حدیث ۱۶۷۲:-

وعن مُعاوِيَةَ بنِ الحَكَمِ رضی الله عنه قال: قلتُ: يارسُولَ اللهِ! إنِّي حديثُ عَهْدٍ بالجاهِلِيَّةِ، وقَدْ جاءَ اللهُ تَعَالَى بالإسْلامِ، وإنَّ مِنَّا رِجالاً يأتُونَ الكُهَّانَ؟ قال: ((فَلاَتَأتِهِمْ)) قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ ؟ قَالَ: ((ذَلِكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ، فَلاَ يَصُدَّهُمْ)) قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ ؟ قَالَ: ((كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الأنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت معاویہ بن حکم (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اب تک میرا تعلق زمانۂ جاہلیت کے ساتھ تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام عطا فرمایا (مطلب یہ ہے کہ میری اب تک کی زندگی غیر اسلامی ماحول میں گزری، اور اس ماحول میں جو صورتیں پیش آتی تھیں، ان میں ایک یہ تھی کہ) ہمارے اندر کچھ لوگ کاہنوں، جیوتشیوں اور نجومیوں کے پاس جاتے ہیں اور حالات معلوم کرتے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کے پاس مت جائیو (اس سے کاہنوں کے پاس جانے کی ممانعت معلوم ہوئی) پھر میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کچھ لوگ بد شگونی لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک خیال ہے جو ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے (حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی) لیکن یہ خیال ان کو اپنے مقصد میں آگے بڑھنے سے باز نہ رکھے۔ پھر میں نے عرض کیا: ہم میں کچھ لوگ خطوط اور لکیریں کھینچتے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور ان کے ذریعہ آنے والے حالات کی معلومات دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک نبی اس طرح خط کھینچا کرتے تھے، جس کی لکیر ان کے موافق ہوگئی، وہ ٹھیک ہوتی ہے۔

افادات:- لیکن نبی کو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز بطور معجزہ عطا فرمائی تھی، اور جو چیز نبی کو بطور معجزہ دی گئی ہو، اس پر دوسرا کوئی قادر نہیں ہوا کرتا۔ اسی لیے شرّاح فرماتے ہیں کہ یہ تعلیق بالمحال کے قبیل سے ہے، یعنی کسی کام کو ایسی چیز پر مشروط کرنا جو عامۃً وجود میں نہ آتی ہو۔ یعنی ایسا کرنا درست نہیں۔

وہ نبی کون تھے ؟ تو اس بارے میں دو نبیوں کے نام لیے جاتے ہیں ، ایک حضرت ادریس، اور دوسرے حضرت دانیال علیہما السلام۔

"یہ ایک خیال ہے جو ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے" اور یہ خیال غیر اختیاری چیز ہے۔ خدا نہ کرے اگر ایسا خیال آ بھی جائے تب بھی اس کی وجہ سے جس مقصد کے لیے چلے ہیں اس سے اپنے آپ کو روکنا نہیں چاہیے۔

اور اس خیال کی وجہ سے جو وسوسے پیدا ہوتے ہیں اس کو دور کرنے کے لیے دعا بھی ہے، جس کے پڑھ لینے کی وجہ سے وہ بھی دُور ہو جائیں گے۔ (یہ دعا آگے حدیث نمبر:۱۶۷۷ کے تحت آ رہی ہے۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"حُلْوَانُ الكَاهِنِ" کا مطلب اور حکم

حدیث ۱۶۷۳:-

وعن أَبِي مَسعودٍ البدريِّ -رضی الله عنه-: أَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الكَلْبِ وَمَهْرِ البَغِيِّ وَحُلْوَانِ الكَاهِنِ. (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابو مسعود انصاری بدری (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کتا فروخت کرکے اس کی قیمت کو استعمال کرنے سے، اور زانیہ کی اجرت سے، اور کاہن کی خدمت میں جو ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اس سے منع فرمایا۔

افادات:- "حُلْوَانُ الكَاهِنِ" حلوان اصل میں شیرینی اور مٹھائی کو کہتے ہیں۔ اوران لوگوں کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی آدمی کسی کاہن کے پاس اپنے حالات معلوم کرنے کے لیے کوئی سوال لے کر جاتا تھا تو اس سے کچھ پوچھنے سے پہلے اس کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا تھا۔ اور شیرینی تو فقط نام ہے؛ لیکن وہ ہدیہ مٹھائی ہی ہو یہ ضروری نہیں، بلکہ جو رقم دی جاتی ہے اس کو بھی "حلوان" سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کو "پرساد" کہہ لو۔

بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ کہانت کا جو بھی طریقہ کار ہو؛ وہ ممنوع اور حرام ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَاب النهي عن التَّطَيُّرِ

بدشگونی کی ممانعت

فيه الأحاديث السابقة فى الباب قبله.

ابھی جو روایتیں گزری ہیں ان میں بھی بدشگونی کی ممانعت کا تذکرہ تھا، آگے کچھ اور چیزیں پیش فرماتے ہیں۔

حدیث ۱۶۷۴:-

عن أنس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الفَأْلُ)) قالُوا: وَمَا الفَأْلُ؟ قَالَ: ((كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ)) (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بیماری میں تعدیہ نہیں (یعنی ایسا نہیں ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگے) اور بدشگونی بھی کوئی چیز نہیں ہے، ہاں! مجھے نیک فالی پسند ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: نیک فالی کیا ہے؟ تو نبیٔ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کوئی اچھی بات۔

افادات:- "عَدْوٰی" کا مطلب ہے: ایک کی بیماری دوسرے کو لگنا۔ زمانۂ جاہلیت میں بعض بیماریوں کے متعلق عربوں کا یہ خیال تھا کہ یہ بیماری ازخود اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر، ذاتی تاثیر کی وجہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے ایک دوسرے کے قریب آنے کی وجہ سے لگ جاتی ہے (نعوذ باللہ) گویا اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی بھی ضرورت نہیں۔ اس روایت میں اس نظریہ کی تردید فرمائی گئی ہے۔ ورنہ اگر سبب کے طور پر کہا جائے کہ کسی کی کوئی بیماری کسی دوسرے کو اس کے پاس دیر تک رہنے کی وجہ سے (بطورِ سبب) لگ گئی۔ اس لیے کہ باری تعالیٰ نے دنیا میں مختلف چیزوں کے لیے اسباب رکھے ہیں۔ تو اس کی گنجائش ہے۔

پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی؟

چناں چہ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ایک مرتبہ مجلس میں ارشاد فرمایا: ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ اس پر ایک دیہاتی نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے اونٹ ایک دم تندرست ہوتے ہیں، جیسے کہ ہرنیاں ہوتی ہیں (یعنی جیسے ہرنی کا بدن بڑا صاف شفاف ہوتا ہے، ہمارے اونٹ بھی ایسے ہی تندرست ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر کوئی بیماری نہیں ہوتی) لیکن کوئی خارشی اونٹ ان میں آجاتا ہے جس کے نتیجہ میں دوسرے اونٹوں کو بھی خارش ہو جاتی ہے؛ اور آپ تو فرما رہے ہیں کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی؛ تو یہ کیا ہوتا ہے؟ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلا اونٹ جس کو خارش ہوئی وہ کہاں سے لگی؟ کہا: وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی سے آئی۔ معلوم ہوا کہ جب پہلا اونٹ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خارشی ہوا تو دوسرے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ہوئے۔ ایسا نہ سمجھا جائے کہ اس پہلے کی وجہ سے چیپ لگا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

’’وَلَا طِيَرَةَ‘‘ اور بد شگونی کوئی چیز نہیں۔ اوپر بتلایا تھا کہ پرندوں کے اُڑنے کی وجہ سے یوں سمجھنا کہ میرے فلاں کام میں کامیابی نہ ہوگی، یہ طیرہ اور بد شگونی ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

نیک فالی پسندیدہ ہے

’’كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ‘‘ کوئی اچھی بات۔ مثلاً: کوئی آدمی امتحان گاہ میں امتحان دینے کے لیے جارہا ہے، راستہ میں سنا کہ کوئی کسی کو ’’یا فائز‘‘ کہہ کر پکار رہا ہے۔ اور ’’فائز‘‘ عربی زبان میں کامیاب ہونے والے کو کہتے ہیں۔ تو اس نے فائز سن کر نیک فالی لیتے ہوئے یوں طے کر لیا کہ ان شاء اللہ میں بھی اس امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

یا کوئی آدمی کسی بیمار کو لے کر ہسپتال جارہا تھا اور کوئی آدمی کسی کو بلا رہا تھا: اے سالم۔ اور ’’سالم‘‘ تندرست کو کہتے ہیں۔ اب اس نے سالم سن کر یہ سوچا کہ ان شاء اللہ ہمارا بیمار بھی اچھا ہو ہی جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کی زبان سے کوئی جملہ نکلا، اس کو سن کر اچھا نتیجہ اخذ کرنے میں چوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے، اور بندوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن کیا کرو؛ اس لیے اس کو پسند کیا گیا ہے۔ اور بد شگونی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے، اس لیے اس کو ناپسند کیا گیا اور اس سے منع فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی

حدیث ۱٦٧٥:-

وعن ابن عمر (رضی اللہ عنہما) قَالَ قَالَ رسول الله ﷺ : ((لاعَدْوٰی وَلاَطِیَرَةَ وإِنْ کَانَ الشُّؤمُ فی شَیءٍ فَفِي الدَّارِ، وَالمَرْأَةِ والفَرَسِ. (متفق عَلَیْهِ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک کی بیماری کا دوسرے کو لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اور بدشگونی بھی کوئی چیز نہیں ہے، ہاں! اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو مکان میں، عورت میں، اور سواری کے جانور میں ہوتی۔

افادات:- اہلِ عرب یوں سمجھتے تھے کہ نحوست ہوا کرتی ہے، اور اس سلسلہ میں روایتیں بھی دونوں قسم کی ہیں، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہوسکتی ہے۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر نحوست ہوتی تو ان میں ہوتی۔ لیکن نحوست کوئی چیز نہیں اس لیے ان میں بھی نہیں ہے۔

کوئی کام آدمی کے مزاج اور طبیعت کے خلاف ہو اس کو نحوست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی بات وقتی طور پر مزاج اور طبیعت کے خلاف پیش آئے تو آدمی یہ سوچ لیا کرتا ہے کہ چلو! ایک دو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دن میں معاملہ ختم ہو جائے گا؛ لیکن ان تین چیزوں کا استعمال وقتی نہیں، بلکہ مستقل ہوا کرتا ہے؛ اس لیے خاص طور پر ان کا تذکرہ کیا۔

مکان کا مسئلہ زندگی بھر کا ہے، ایسا تو ہے کہ نہیں کہ ایک دو دن کی بات ہو، آدمی نے جب کوئی مکان لے لیا تو زندگی بھر کا مسئلہ ہو گیا۔ اب اگر پڑوسی اچھا نہیں ملا یا مکان میں روشنی اور ہوا نہیں آتی، جس کی وجہ سے بیماریاں ہوتی ہیں؛ تو زندگی بھر کے لیے ٹینشن ہو جاتا ہے۔ اس لیے روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ گھر اگر مزاج کے موافق نہ ہو تو اس کو بدل دیا جائے۔

اسی طریقہ سے بیوی کوئی بار بار بدلنے کی چیز نہیں۔ اگر مزاج کے موافق نہیں، جیسے: عورت بانجھ ہے، یا نافرمان اور زبان دراز ہے، شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے؛ تو یہ کوئی ایک دو دن کی بات تو ہے نہیں۔ اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ اگر ایسا کوئی معاملہ ہے تو پھر آسان طریقہ یہی ہے کہ شریعت کے بتائے طریقہ کے مطابق اس سے نجات حاصل کر کے دوسری تلاش کر لے؛ ورنہ زندگی بھر کے لیے ٹینشن رہے گا۔

اور گھوڑا یعنی سواری کا جانور ایسی چیز ہے جو بار بار نہیں بدلی جاتی۔ اس میں ناموافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سرکش ہو، یا جہاد میں جہاں کام لینے کی ضرورت ہو وہاں کام نہ آتا ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آدمی کی خوش بختی کی تین علامتیں

اسی لیے بعض روایتوں میں آتا ہے: "مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ: الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيْءُ (صحیح ابن حبان) "آدمی کی خوش بختی میں سے یہ ہے کہ اس کو بیوی نیک ملے، مکان کشادہ ہو، اور اس کی سواری عمدہ ہو۔ یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے زندگی بھر کا واسطہ رہتا ہے، اس لیے اگر یہ چیزیں مزاج کے ناموافق ہوں تو اس کو نحوست سے تعبیر کیا گیا۔ لیکن نحوست کا جو عام مفہوم لیا جاتا ہے وہ مراد نہیں۔

حضور اکرم ﷺ بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے

حدیث ۱٦٧٦:-

وعن بُرَيْدَةَ-رضی اللہ عنہ-أَنَّ النبيَّ ﷺ كَانَ لا يَتَطَيَّرُ. (رواہ أبوداود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت بریدہ اسلمی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے (ہاں! نیک فالی لینا ثابت ہے)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وسوسے دور کرنے کی دعا

حدیث ۱۶۷۷:-

وعن عُروة بن عامر رضى الله عنه قال: ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسولِ اللهِ ﷺ فقالَ: ((أحسَنُهَا الفَألُ، ولاتَرُدُّ مُسلِماً، فإذارَأى أحَدُكُمْ ما يَكْرَهُ فَليَقل: اللَّهُمَّ لا يَأتِي بِالحَسَناتِ إلا أنتَ، ولا يَدفَعُ السَّيِّئاتِ إلا أنتَ، ولاحَولَ ولاقُوَّةَ إلا بِكَ)) (حديث صحيح رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت عروہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم ﷺ کے سامنے طِیَرَہ کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس میں بہترین چیز نیک فالی ہے۔ اور بدشگونی کسی مسلمان کو اپنے کام میں آگے بڑھنے سے باز نہ رکھے۔ البتہ کبھی ایسی ناپسندیدہ چیز آنکھوں کے سامنے آجائے اور اس کی وجہ سے دل میں ایسا وسوسہ پیدا ہو تو اس وقت یہ دعا پڑھ لے: اے اللہ! بھلائیوں کا لانے والا تو ہی ہے، اور برائیوں کو دور کرنے والا بھی تو ہی ہے، اور نہیں ہے گناہ سے بچنے کی قوت، اور نیکی کی طاقت؛ مگر تیرے ہی توفیق دینے سے (اگر یہ دعا پڑھ لے گا تو دل میں وہ جو خیال آیا تھا، اس کے نقصان سے حفاظت ہو جائے گی۔)

افادات:- جیسا کہ ایک آدمی اپنے مقصد کے لیے نکلا اور باہر جن چیزوں سے بدشگونی لی جاتی ہے، مثلاً: بلی سامنے سے گزر گئی، تو سوچنے لگتے ہیں کہ اب پتہ نہیں اس کام میں کامیابی ہوتی ہے یا نہیں۔ اہلِ ایمان کو تو اس کا خیال بھی نہیں آتا، لیکن دوسروں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے کبھی ایسا خیال

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آجائے تو حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسے خیال کی وجہ سے وہ اپنے کام سے باز نہ آجائے، بلکہ جس کام کے لیے نکلا ہے اس میں آگے بڑھے، اور یہ دعا پڑھ لے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم تصویر الحیوان فی بساط أو حجر أو ثوب أو درهم أو دینار أو مخدة أو وسادة وغیر ذلك

وتحریم اتخاذ الصور فی حائط وسقف وستر وعمامة وثوب ونحوها والأمر بإتلاف الصورة

فرش، پتھر، کپڑے، سکے، دینار، تکیے، بستر، دیوار، چھت پردے اور عمامہ وغیرہ پر

کسی جاندار کی تصویر بنانے کی حرمت اور تصویر کو ختم کرنے کا حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس طرح تصویر رکھنا حرام ہے اسی طرح تصویر بنانا بھی حرام ہے۔ اور اگر جاندار کی کوئی تصویر ہو تو ایسی تدبیر اختیار کی جائے کہ اس میں صورت باقی نہ رہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۱٦۷۸:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قال:((إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ.)) (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ تصویریں بناتے ہیں، قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا: تم نے جو چیز پیدا کی (یعنی جو تصویر تم نے بنائی) اس میں جان ڈالو۔ (دوسری روایت میں ہے کہ وہ جان نہیں ڈال سکیں گے اور اس کی بنا پر ان کو عذاب ہوتا رہے گا)

افادات:- تصویر کا بنانا بھی حرام ہے اور تصویر کا استعمال کرنا بھی حرام ہے، اور اگر تصویر ہو تو اس کو ضائع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اِلا یہ کہ وہ تصویر ایسی جگہ پر ہو جہاں اس کی عزت نہ ہوتی ہو، بلکہ توہین ہوتی ہو؛ تو اس صورت میں باقی رہتے ہوئے بھی گنجائش ہے۔

قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب

حدیث ۱٦۷۹:-

وعن عائشة رضی اللہ عنہا، قالت: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَلَوَّنَ وَجْهُهُ، وقَالَ:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

((یَا عائِشَةُ، أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ القِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ!)) قَالَتْ: فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ. (متفق علیه)

((القِرامُ)) بكسرِ القاف هو: السِّتْرُ. ((وَالسَّهْوَةُ)) بفتح السينِ المهملة. وهی: الصُّفَّةُ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ البَيْتِ، وقيلَ: هِيَ الطَّاقُ النَّافِذُ فی الحائِطِ.

ترجمہ:–حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے، میرے گھر میں جو چبوترہ تھا اس کو میں نے ایک پردے کے ذریعہ سے ڈھانپ رکھا تھا، اس پردے میں تصویریں بنی ہوئی تھیں، جب نبیٔ کریم ﷺ نے اس پردے کو دیکھا تو غصہ کی وجہ سے آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں (یعنی کسی چیز کو بنانا اور پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اور تصویر بنانے والے صرف شکل و صورت بنا کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس صفتِ تخلیق میں اپنے آپ کو اس کا برابر قرار دینا چاہتے ہیں، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کو سخت عذاب دے گا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد اور تنبیہ کے بعد ہم نے اس پردے کو کاٹ دیا، جس کی وجہ سے وہ تصویر بھی کٹ گئی، پھر اس پردے سے ہم نے ایک یا دو تکیے بنا لیے۔

افادات:–اس سے معلوم ہوا کہ کسی کپڑے پر، یا جہاں تصویر بنی ہوئی ہے، اگر اس کو اس طرح کاٹ دیا جائے تاکہ تصویر باقی نہ رہے، یا اس کے سر اور چہرہ وغیرہ کو ختم کر دیا جائے؛ تو پھر اس کو استعمال میں رکھنے کی گنجائش ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"سَهْوَةٌ" چبوترے کو بھی کہتے ہیں۔ علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک دوسرا ترجمہ "دیوار کے اندر کا طاقچہ" بھی کیا ہے۔ پرانے زمانہ میں گھروں میں دو کمروں کے بیچ کی دیوار میں بنایا جاتا تھا جس میں دِیا، بتی اور لالٹین رکھی جاتی تھی؛ تاکہ دونوں کمروں میں روشنی ہو۔ بہر حال! وہ پردہ انہوں نے چبوترے پر یا طاقچہ پر لٹکا رکھا تھا۔

ہر تصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا

حدیث ۱۶۸۰:-

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فی النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُهُ فی جَهَنَّمَ. قال ابن عباس: فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلاً، فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوحَ فِيهِ.

(متفق علیہ)

ترجمہ مع تشریح:- (حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کی یہی روایت مسلم شریف میں ہے جس میں یہ ہے کہ ایک تصویر بنانے والا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے دریافت کیا کہ میرا پیشہ اور کاروبار ہی تصویر بنانا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِدھر آؤ، جب وہ قریب آیا تو اس سے کہا اور قریب آؤ، پھر اور قریب بلایا، یہاں تک کہ جب وہ بالکل نزدیک آگیا تو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:) میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ہر تصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا، اور جتنی بھی تصویریں بنائی ہیں، ہر ایک تصویر کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ایک جان پیدا کریں گے جس کے ذریعہ سے اس کو جہنم میں عذاب دیا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جائے گا(گویا وہی اس کے لیے مزید تکلیف پہنچنے کا ذریعہ بنی۔روایتوں میں ہے کہ جب اس آدمی نے سنا تو وہ بالکل ڈھیلا ہوگیا،اوراس کے حوصلے ختم ہوگئے کہ اب تو میرا کاروبار ختم ہوگیا،اب میں کہیں کا نہیں رہا)حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا:اگر تصویر بنانا ہی ہو(یعنی اگر تصویر بنانے سے ہی تمہارا کاروبار اور پیشہ چلتا ہے اور تمہیں روزی ملتی ہے)تو درخت یا ایسی چیز کی تصویر بنالو جس میں جان نہ ہو(یعنی جاندار کی تصویر مت بناؤ،بے جان چیز کی تصویر بنایا کرو۔)

حدیث ۱٦٨١:-

وعنه قال: سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقول:((مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا، كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ)).(متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس آدمی نے دنیا میں تصویر بنائی اس کو قیامت کے روز اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ اس میں جان ڈال،اور وہ جان نہیں ڈال سکے گا(جب تک جان نہیں ڈالے گا اس کو عذاب دیا جاتا رہے گا۔)

حدیث ۱٦٨٢:-

وعن ابن مسعودٍ رضی الله عنه قال:سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ:((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ القِيَامَةِ المُصَوِّرُونَ.))(متفق عليه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب والے وہ ہوں گے جو تصویر بناتے ہیں۔

افادات:- بعض لوگ شوقیہ تصویریں اتارتے رہتے ہیں، جیسے آج کل نوجوانوں میں عام ہو گیا ہے کہ شادی کا موقعہ ہو، یا کہیں تفریح میں چلے گئے، تو کیمرہ ساتھ لے لیتے ہیں، اور اب تو موبائل میں ہی کیمرے ہوتے ہیں، اس سے موقعہ بموقعہ تصویریں بنواتے ہیں، اور دوسروں کی بھی بناتے رہتے ہیں؛ وہ سب ان وعیدوں میں داخل ہیں۔

اس سے بڑا ظالم کون ہوگا

حدیث ۱۶۸۳:-

وعن أبي هريرة -رضى الله عنه- قال: سمعتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: ((قال اللهُ تَعَالَى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي؟ فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوا شَعِيرَةً)). (متفق عليه)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو میری جیسی خِلقت بنانے کی کوشش کرتا ہے (اگر اس میں ہمت ہے تو بڑی مخلوق تو دور کی بات رہی) ایک چیونٹی ہی پیدا کر کے بتائے (اور چیونٹی بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

زندہ اور چلنے پھرنے والی مخلوق ہے، اس کو بھی چھوڑو) گیہوں کا ایک دانہ، یا جَو کا ایک دانہ ہی پیدا کر کے بتائے (اور گارنٹی ہے کہ وہ پیدا نہیں کر سکتا؛ تو پھر ایسی حرکت کیوں کرتا ہے؟)

افادات:- تخلیق یعنی کسی کو پیدا کرنا اور بنانا تو میرا کام اور میری صفت ہے، اور تصویر بنانے والا تصویر بنا کر میری اس صفت کی برابری کرنا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے باری تعالیٰ اس پر اتنے غضبناک ہوتے ہیں۔

ایسی جگہ فرشتے داخل نہیں ہوتے

حدیث ۱۶۸۴:-

وعن أبي طلحة رضي الله عنه: أنّ رسُولَ الله ﷺ قال: لَاتَدْخُلُ المَلاَئِكَةُ بَيْتاً فيهِ كَلْبٌ وَلاَ صُورَةٌ. (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے مکان اور ایسی جگہ میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

افادات:- "بیت" سے مراد رہائشی جگہ ہے، چاہے مکان ہو، خیمہ ہو، کچا گھر ہو، پکا گھر ہو۔ شرّاح نے لکھا ہے کہ یہاں رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔ ہاں! جو فرشتے آدمی کے اعمال کی نگرانی کے لیے مقرر ہیں وہ تو ساتھ ہی رہتے ہیں، ہاں! رحمت والے فرشتے ایسے مکان یا جگہ میں نہیں آتے جہاں کتا یا تصویر ہوتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جس گھر میں کتا یا تصویر ہو

حدیث ۱۶۸۵:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: وَعَدَ رسُولَ اللہِ ﷺ جِبْرِيلُ أنْ يَأْتِيَهُ، فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتَّى اشْتَدَّ عَلَى رَسُولِ اللہِ ﷺ فَخَرَجَ فَلَقِيَهُ جِبرِيلُ فَشَكَا إِلَيهِ، فَقَالَ: إِنَّا لاَ نَدْخُلُ بَيْتاً فِيهِ كَلْبٌ وَلاَ صُورَةٌ. (رواہُ البُخاری)

((رَاثَ)): أَبْطَأَ، وهو بالثاء المثلثة.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ نبی ٔ کریم ﷺ سے ایک مقررہ وقت میں آنے کا وعدہ کیا، جب وہ مقررہ وقت آیا تو نبی ٔ کریم ﷺ ان کی آمد کا انتظار کرتے رہے، لیکن انہوں نے تاخیر کی، یہ چیز نبی ٔ کریم ﷺ کو بہت گراں گزری (آئندہ روایت میں آرہا ہے کہ جب ملاقات ہوئی تو نبی ٔ کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ کا ایلچی اور فرشتہ تو وعدہ خلافی نہیں کر سکتا؛ پھر ایسا کیوں کر ہوا؟) جب نبی ٔ کریم ﷺ گھر سے باہر نکلے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام باہر ہی موجود تھے، ان سے ملاقات ہوئی اور حضور ﷺ نے شکوہ کیا (کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا، میں کب سے آپ کا انتظار کررہا ہوں، آپ تشریف نہیں لائے؟) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں ہم (فرشتے) داخل نہیں ہوتے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–دراصل کتے کا ایک بچہ گھر کے اندر گھس آیا تھا جس کا پتہ حضور ﷺ اور آپ کے گھر والوں کو بھی نہیں تھا، اس وجہ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام اندر نہیں آئے۔

حدیث ۱۶۸۶:-

وعن عائشة رضی الله عنها قالت: واعَدَ رسولَ اللهِ ﷺ جبريلُ عليهِ السَّلامُ فِي سَاعَةٍ أَنْ يَأْتِيَهُ، فَجَاءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ! قَالَتْ: وَكَانَ بِيَدِهِ عَصاً، فَطَرَحَهَا مِنْ يَدِهِ وَهُوَ يَقُولُ: مَا يُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ، ثُمَّ الْتَفَتَ، فَإِذَا جَرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ. فَقَالَ: مَتَى دَخَلَ هَذَا الْكَلْبُ؟ فَقُلْتُ: واللهِ مَا دَرَيْتُ بِهِ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَجَاءَهُ جِبْرِيلُ عليه السلام فقال رسولُ اللهِ ﷺ: وَعَدْتَنِي، فَجَلَسْتُ لَكَ وَلَمْ تَأْتِنِي؟ فقالَ: مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِي كَانَ فِي بَيْتِكَ، إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتاً فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ. (رواه مسلم)

(اس روایت میں بھی وہی قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے ذرا تفصیل سے ہے)

ترجمہ:–حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے ایک مقررہ وقت میں آنے کا وعدہ کیا، جب مقررہ وقت آیا تو حضرت جبرئیل تشریف لے آئے تھے لیکن آپ ﷺ کے پاس گھر میں نہیں آئے۔ نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک میں چھڑی تھی، آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے انتظار میں بے چین تھے، اسی بے چینی کی حالت میں آپ نے وہ لکڑی زمین پر پٹکی اور فرمانے لگے: اللہ اور اس کا ایلچی تو وعدہ خلافی نہیں کرسکتے؛ پھر ابھی تک کیوں نہیں آئے؟ ایسا کرنے کے بعد جو حضور ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو آپ کی چارپائی کے نیچے کتے کا چھوٹا سا پِلّا تھا، حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یہ کتا کب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گھر میں آگیا؟(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں)میں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول!مجھے بھی معلوم نہیں کہ یہ کب گھس آیا۔ حضور ﷺ نے اس کتے کے بچے کو گھر سے باہر نکالنے کا حکم فرمایا۔جیسے ہی اس کو نکالا گیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اندر تشریف لائے، حضوراکرم ﷺ نے شکایت کی کہ آپ نے میرے ساتھ ایک مقرر وقت پر آنے کا وعدہ کیا تھا،میں تو آپ کے انتظار میں بیٹھارہالیکن آپ تشریف نہیں لائے؟حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا:کتے کا پِلّا جو گھر میں گھس آیا تھا،اس نے مجھے آنے نہیں دیا،اس لیے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو؛ہم (فرشتے)اس گھر میں نہیں آتے۔

افادات:- آج کل تو لوگ گھروں میں شوقیہ تصویریں رکھتے ہیں جس کے نتیجہ میں رحمت کے فرشتوں کا اس گھر میں آنا بند ہو جاتا ہے۔بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مطلق کتا مراد ہے۔اور آگے آئے گا کہ بعض صورتوں میں کتے کے پالنے کی اجازت دی گئی ہے،اس لیے بعض علماء فرماتے ہیں کہ جن کتوں کو پالنے کی اجازت دی گئی ہے وہ اگر کسی گھر میں ہوں تو فرشتے ایسے گھر میں آئیں گے۔ لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ مطلقاً کتے کے گھر میں ہونے کی صورت میں فرشتے گھر میں نہیں آئیں گے۔یہی حال تصویر کا بھی ہے۔ البتہ اگر تصویر چُھپی ہوئی اور بند ہو؛تو یہ حکم نہیں ہے۔اگر کھلی ہوئی ہو اور باعزت جگہ پر رکھی ہوئی ہو تب تو یہی حکم ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضورِ اکرم ﷺ کا خاص مشن

حدیث ۱٦٨٧:-

وعن أبي الهَيَّاجِ حَيَّانَ بنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ لِيْ عَلِيُّ بن أبي طالب رضى الله عنه: ألاَ أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ؛ أن لاَ تَدَعَ صُورَةً إلاَّ طَمَسْتَهَا، وَلاَ قَبْرًا مُشْرِفًا إلاَّ سَوَّيْتَهُ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو الہیّاج، حَیّان بن حُصَین اَسدی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے مجھے اپنی حیاتِ طیبہ میں جس خاص مشن پر روانہ کیا تھا؛ میں تم کو اسی مہم پر نہ بھیجوں ؟ (وہ مشن یہ تھا کہ) جو تصویر بھی دیکھو؛ اس کو مٹادو۔ اور جو قبر بھی اُبھری ہوئی دیکھو؛ اس کو زمین کے برابر کردو۔

افادات:- قبر ایک بالشت تک اونچی رکھنے کی اجازت ہے، اس سے زیادہ ہو؛ تو اس کو کم کر دینا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم اتخاذ الکلب إلا لصید أو ماشیة أو زرع

کتے کو پالنے کا حرام ہونا، سوائے یہ کہ

شکار کے لیے ہو، یا مویشیوں جانوروں اور کھیتی باڑی کی حفاظت کے لیے ہو

اسلام میں کتوں کو پالنے سے منع کیا گیا ہے، نبی کریم ﷺ جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو شروع میں آپ نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا تھا، چناں چہ جہاں بھی کتے نظر آتے تو حضراتِ صحابہ ان کو ختم کر دیتے تھے، پھر بعد میں مارنے والا حکم تو واپس لے لیا گیا؛ لیکن کتوں کو گھر میں لانے اور پالنے کی ممانعت باقی ہے۔

اعمال کے اجر و ثواب میں روزانہ کمی ہوگی

حدیث ۱٦۸۸:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: سمعتُ رسُولَ اللہِ ﷺ یقولُ: ((مَنِ اقْتَنَى كَلْباً إلاَّ كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ)) (متفق علیہ) وفی روایة: ((قِيرَاطٌ))

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کتا پالا؛ سوائے یہ کہ وہ شکار کے لیے ہو، یا مویشیوں اور جانوروں کی حفاظت کے لیے ہو (گویا ان کا استثناء کر دیا گیا کہ وہ اس حکم میں داخل نہیں) تو اس کے اعمال کے اجر و ثواب میں سے ہر دن دو قیراط کم ہوں گے۔

ایک روایت میں ایک قیراط کا تذکرہ آیا ہے۔

افادات:–یعنی اگر کسی نے محض شوقیہ کتا پالا جیسا کہ آج کل شوقیہ کتا پالنے کی تہذیب ہو گئی ہے؛ تو اس کا یہی حکم ہے۔

ایک دینار بیس قیراط کا ہوتا ہے، تو ایک قیراط یعنی دینار کا بیسواں حصہ۔ اور اہلِ شام کے نزدیک دینار کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے۔

یہاں قیراط سے کیا مراد ہے؟ تو تمام شرّاح فرماتے ہیں کہ ثواب کی ایک مخصوص مقدار مراد ہے، اور وہ کتنی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو آدمی کتا پالے گا اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ جتنے بھی نیک اعمال کرے گا اور ان پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے جو ثواب بھی مقرر ہے، ان اعمالِ صالحہ پر ملنے والے ثواب میں سے ایک حصہ کاٹ دیا جائے گا۔

آج اگر ہمیں بتلا دیا جائے کہ اگر تم فلاں حرکت کروگے تو تمہاری تنخواہ میں سے اتنا کٹ جائے گا؛ تو ہم میں سے کوئی بھی وہ حرکت نہیں کرے گا، کیوں کہ دو پیسے ہمیں بڑے مرغوب ہیں۔ تو جہاں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تنخواہ کٹتی ہو وہ کام ہم نہیں کریں گے، اور یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعمال پر جو ثواب دیا جاتا ہے اس کے متعلق بتلایا جارہا ہے کہ کتاپالنے کی صورت میں وہ ثواب کٹ جاتا ہے؛ پھر بھی اس کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا۔

حدیث ۱۶۸۹ :-

وعن أبي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: مَنْ أَمْسَكَ كَلْباً، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ إِلاَّ كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ. (متفق عليه)

وفی رواية لمسلم: ((مَنِ اقْتَنَى كَلْباً لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ، وَلاَ مَاشِيَةٍ وَلاَأَرْضٍ، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ قِيرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ)).

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کتاپالا تو ہر دن اس کے عمل میں سے ایک قیراط کے برابر ثواب کم ہو جائے گا؛ سوائے یہ کہ وہ کھیتی باڑی یا مویشیوں کی حفاظت کے لیے پالا ہو۔

اور مسلم شریف کی روایت میں یہ ہے کہ: جس آدمی نے کتاپالا، اگر وہ شکار کے لیے، یا جانوروں اور مویشیوں، یا کھیتی باڑی اور زمین کی حفاظت کے لیے نہیں ہے؛ تو اس کے ثواب میں سے روزانہ دو قیراط کم ہوں گے۔

افادات:- علماء نے یہی لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ پر مکان کی حفاظت کتے کے بغیر ممکن نہ ہو؛ تو اس کی حفاظت کے لیے رکھا ہوا کتا اس حکم میں داخل ہے، یعنی اس کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ یا جانوروں کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حفاظت کے لیے کتاپالا ہو۔ جیسے: بکریوں کو جنگل میں چرانے کے لیے جب بھیجا جاتا ہے، تو عام طور پر وہاں بھیڑیا آکر بکریوں کا شکار کرلیتا ہے، تو بھیڑیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اور بکریوں کو بھیڑیوں کے حملوں سے بچانے کے لیے، یا شکار کے لیے کتا پالنے کی اجازت ہے۔ تو جن جن صورتوں میں شریعت کی طرف سے کتاپالنے کی اجازت دی گئی ہے اگر ان میں سے کوئی صورت ہے تو پھر ثواب میں کمی نہیں آئے گی۔

ثواب میں کمی کیوں آتی ہے؟

اگرچہ کسی حدیث میں اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے، لیکن حضراتِ شرّاح نے اس پر کلام کیا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں: کتے کی وجہ سے کہیں نہ کہیں نجاست میں تلویث ہو ہی جاتی ہے، اس لیے کہ عموماً وہ اپنی رال ٹپکاتا رہتا ہے اور وہ اس کو پالنے والے کے کپڑوں پر، یا زمین کے کسی حصہ پر لگے گی جس کی وجہ سے عبادت میں نقص آجائے گا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں: اس کتے کہ وجہ سے چوں کہ آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس لیے کہ اس کی عادت بھونکنے کی ہے، اور اس کے بھونکنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں سہم اور ڈر پیدا ہوگا۔ بعض مرتبہ وہ نہیں بھونکتا تب بھی کھڑے ہوئے کتے کی وجہ سے بعض لوگوں کے دل ڈر پیدا ہوتا ہے؛ تو لوگوں کو اس کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے اس وجہ سے ثواب میں کمی آتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بعض حضرات فرماتے ہیں: آدمیوں کے اعتبار سے کمی ہوگی۔یعنی بعض لوگوں کے اعمال سے ایک قیراط کی کمی آئے گی،بعضوں کے لیے دو قیراط کی کمی ہوگی۔

ایک اور دو قیراط کے بارے میں اکثر شرّاح نے فرمایا ہے کہ جہاں کہیں زیادہ کا عدد ہو؛وہی مراد ہوتا ہے،یعنی دو قیراط کم ہوں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھیۃ تعلیق الجرس فی البعیر وغیرہ من الدواب

وکراھیۃ استصحاب الکلب والجرس فی السفر

اونٹ یادوسرے جانوروں کی گردن میں گھنٹی لٹکانے کی ممانعت

اور سفر میں کتے، یا گھنٹی لگے ہوئے جانور کو اپنے ساتھ رکھنے کی ممانعت

حدیث ۱۶۹۰:-

عن أبي هريرة رضی الله عنه قال قالَ رسولُ الله ﷺ: لاَتَصحَبُ المَلاَئِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ رفقاءِ سفر جن کے ساتھ کتا ہو، یا جانور کے ساتھ گھنٹی لگی ہوئی ہو؛ ان کے ساتھ فرشتے نہیں رہتے (گویا فرشتے ان سے دور ہو جاتے ہیں)

افادات:- کتے کی تفصیل اوپر والے باب میں آگئی۔ اور گھنٹی کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں: اس سے بڑی گھنٹی مراد ہے۔ اور ناقوس کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہے، اور اسی علت کی وجہ سے عورتوں اور بچیوں کے لیے بجنے والا ایسا زیور یا پازیب پہننا جس میں گھنٹیاں بجتی ہوں اس کی ممانعت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیکن اکثر حضراتِ شرّاح فرماتے ہیں: ویسے ہی شوقیہ یا لذت حاصل کرنے کے لیے، یا دلوں کو تسلی دینے کے لیے اگر گھنٹی لگائی ہے کہ جب جانور چلے گا تو گھنٹی بجے گی اور اچھا لگے گا؛ تو اس کے لیے یہ حکم ہے۔ لیکن اگر کسی ضرورت کی وجہ سے لگائی ہے، مثال کے طور پر بعض مرتبہ کسی قافلہ کے اندر گھنٹی اس لیے لگائی جاتی ہے کہ اگر قافلہ میں سے کوئی آدمی پیچھے رہ گیا تو گھنٹی کی آواز سن کر اس کو قافلہ کا پتہ چل جائے گا، یا اس وجہ سے گھنٹی لگائی کہ جانوروں کو چلنے میں آسانی ہوگی، اور گھنٹی کی آواز سن کر جانوروں میں چلنے کا جوش پیدا ہوتا ہے؛ تو اس صورت میں اس کی اجازت ہے۔

گھنٹی شیطان کی بنسری ہے

حدیث ۱٦۹۱:-

وعنه أنَّ النَّبيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قال: الجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: گھنٹی شیطان کی بنسریاں ہے۔

افادات:- مَزَامِیر، مِزمارٌ کی جمع ہے، جس کا معنٰی بنسری ہوتا ہے، جس کو ہم پِپُوڑی (ﭘﭙﻮﮈﯼ) بھی کہتے ہیں۔ اس روایت سے فرشتوں کے ایسے گھروں میں نہ آنے کی ایک اور وجہ بھی معلوم ہوتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهية ركوب الجلالة وهي البعير أو الناقة الّتي تأكل العذرة.

فإن أكلت علفًا طاهرًا فطاب لحمها زالت الكراهة

نجاست کھانے کے عادی جانور پر سواری کی کراہت

بعض حلال جانور ایسے ہوتے ہیں جن کو نجاست کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے، بعض اونٹ ایسے ہوتے ہیں جن کو پاخانہ کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے، یا بعض اونٹنیاں ایسی ہوتی ہیں جو گندگی کھاتی ہیں، گائے بھی کبھی اس کی عادی ہو جاتی ہے، مرغی بھی کبھی گندگی کھانے لگتی ہے۔ تو سواری کے جس جانور کو بھی نجاست کھانے کی عادت پڑ گئی ہو تو اس کے گوشت میں بھی ایک قسم کی سڑانڈ اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے، اور اس سے اس کا پسینہ بھی متأثر ہو جاتا ہے، اس لیے ایسے جانور پر سوار ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ البتہ اگر کچھ دن اس کو باندھے ہوئے رکھ کر نجاست کھانے کا موقعہ نہ دیا جائے اور گھاس کھلائی جاتی رہے یہاں تک کہ نجاست کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت میں جو اثر آگیا تھا وہ باقی نہ رہے، اور وہ سرانڈ ختم ہو جائے؛ تو اب اس پر سوار ہونے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ کوئی مرغی بھی اگر نجاست کھانے کی عادی ہو گئی ہو تو اس کے لیے یہی حکم ہے کہ اس کو گھر میں باندھ دیا جائے اور چند روز

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے لیے اس کو نجاست کھانے کا موقعہ نہ دیا جائے یہاں تک کہ نجاست کے وہ اثرات زائل ہو جائیں؛ اس کے بعد پھر اس کو ذبح کیا جائے۔

حدیث ۱۶۹۲:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الجَلاَّلَةِ فِی الإِبِلِ أَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا. (رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سواری کے ایسے اونٹ پر سوار ہونے سے منع فرمایا جو نجاست کھاتا ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهی عن البصاق فی المسجد، والأمر بإزالته منه إذا وجه فيه، والأمر بتنزيه المسجد عن الاقذار

مسجد میں تھوکنے کی ممانعت، اگر مسجد میں تھوک نظر آجائے تو اس کو دور کرنے اور گندی چیزوں سے مسجد کو پاک رکھنے کا حکم

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے

حدیث ۱۶۹۳:-

عن أنس رضی الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قال: ((البُصاقُ فی المَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا)) (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت أنس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے؛ جس کا کفارہ اس تھوک کو دفن کر دینا ہے۔

والمرادُ بِدَفْنِهَا إذَا كَانَ المَسْجِدُ تُرَاباً أَوْ رَمْلاً ونَحْوَهُ، فَيُوَارِيهَا تَحْتَ تُرَابِهِ. قالَ أبُو المحاسِنِ الرُّويَانِي مِنْ أصحابِنا فی كِتَابِهِ " البحر " وقِيلَ: المُرَادُ بِدَفْنِهَا إخراجُهَا مِنَ المَسْجِدِ، أَمَّا إِذَا كَانَ المَسْجِدُ مُبَلَّطاً أَوْ مُجَصَّصاً، فَدَلَكَهَا عَلَيْهِ بِمَدَاسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ كَمَا يَفْعَلُهُ كَثِيرٌ مِنَ الجُهَّالِ، فَلَيْسَ ذَلِكَ بِدَفْنٍ، بَلْ زِيَادَةٌ فِي الخَطِيئَةِ وَتَكْثِيرٌ لِلقَذَرِ فی المَسْجِدِ، وَعَلَى مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ أَنْ يَمْسَحَهُ بَعْدَ ذَلِكَ بِثَوْبِهِ أَوْ بِيَدِهِ أَوْ غَيْرِهِ أَوْ يَغْسِلَهُ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–اس باب میں مسجد کے آداب کے متعلق کچھ باتیں بتلانا چاہتے ہیں۔

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) تھوک کو دفن کرنے کا مطلب بتلاتے ہیں کہ:پہلے زمانہ میں مسجدوں کا فرش ایسا نہیں ہوتا تھاجیسا کہ آج کل پختہ فرش ہوتا ہے جس پر دریاں اور قالین وغیرہ بچھے ہوئے ہوتے ہیں ،بلکہ مسجد کے اندر ریت، مٹی اور کنکریاں بچھی ہوئی ہوتی تھیں ۔آج بھی راجستھان کے علاقہ میں آپ جائیں گے تو بعض مسجدیں ایسی ہی ملیں گی جہاں ریت بچھی ہوئی ہوتی ہے۔تو اگر مسجد کا فرش پختہ نہیں ہے،بلکہ مٹی ریت یا اس جیسی کوئی اور چیز ہے تو ایسی صورت میں زمین کو کھود کر تھوک کو نیچے چھپادیا جائے، اور اوپر سے دوسری ریت ڈال دی جائے۔ شوافع کے ایک بڑے عالم ابو المحاسن رویانی کے حوالہ سے علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) بتلاتے ہیں کہ: تھوک کو دفن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تھوک کو مسجد سے نکال دیا جائے۔

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: حدیث میں جو آیا ہے کہ" تھوک کو دفن کردینا اس گناہ کا کفارہ ہے" یہ اسی وقت ہے جب کہ مسجد میں ریت، مٹی یا کنکر وغیرہ بچھی ہوئی ہو، لیکن اگر مسجد کا فرش پتھر، چونے، گچ، سمینٹ، یا آر، سی، سی(RCC)کابناہوا ہو (یعنی پختہ ہو) اوراس پر تھوک گرا ہوا ہو تو بعض لوگ اس کو اپنے جوتے، پاؤں یا کسی چیز سے مل دیتے ہیں ، گویا اس کو وہاں گھِس دیا کرتے ہیں؛یہ دفن کرنا نہیں ہوا،بلکہ یہ تو مسجد کو اور زیادہ ملوث کرنا ہوا۔اور اس سے گناہ گھٹے گا نہیں، بلکہ اور بڑھے گا۔اوراگر کسی آدمی نے نادانی اور ناواقفیت کی وجہ سے ایسا کرلیا ہو تو اس کو چاہیے کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کپڑے یا اپنے ہاتھ سے، یا کسی اور طریقہ سے اس کو دھو کر صاف کر دے۔ اور جب تک وہ ایسا نہیں کرے گا اس فعل کے گناہ سے پاک نہیں ہو گا۔

اس روایت سے مسجد میں تھوکنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے خود اہتمام فرمایا

حدیث ۱۶۹۴:-

وعن عائشة رَضِيَ اللهُ عنها: أنَّ رسولَ الله ﷺ رَأَى فِي جِدَارِ القِبْلَةِ مُخَاطاً، أَوْ بُزَاقاً، أَوْ نُخَامَةً، فَحَكَّهُ. (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ مسجد نبوی میں قبلہ والی (سامنے کی) دیوار میں تھوک یا بلغم دیکھا تو اس کو وہاں سے دور فرما دیا۔

افادات:- بلغم ایک تو گلے سے اوپر کی طرف چڑھتا ہے، جس کو "نُخَامَة" کہتے ہیں۔ اور اگر دماغ سے نیچے اترتا ہے تو اس کو "مُخَاط" کہتے ہیں۔ اردو میں دونوں بلغم ہی کہلاتے ہیں۔

کسی نے تھوکا ہو گا وہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ دیوار کے اوپر لگا ہوا ہے، تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کو کھرچ کر دُور کر دیا۔ دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے بعد آپ نے خوشبو منگوائی اور وہاں پر لگائی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مسجدوں کو دھونی دینے اور اس میں خوشبو لگانے کا بھی حکم ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ کے زمانہ میں خوشبو کی دھونی دینے کا معمول تھا۔

مسجدیں گندگی کے لیے نہیں بنائی گئیں

حدیث ۱۶۹۵:-

وعن أنس رضی اللہ عنہ أنَّ رسولَ اللہِ ﷺ قَالَ: ((إنَّ هٰذِهِ المَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا البَوْلِ وَلَا القَذَرِ، إنَّمَا هِیَ لِذِكْرِ اللهِ تَعَالَى، وَقِرَاءةِ القُرْآنِ)) أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت أنس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجدیں پیشاب یا گندگی کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی یاد (نماز پڑھنے) قرآنِ پاک کی تلاوت (تعلیم اور تسبیحات وغیرہ) کے لیے بنائی گئی ہیں۔

سوال، دعا، اور عمل

افادات:- ایک مرتبہ ایک دیہاتی آیا، اور وہ کسی بھی قسم کے آداب وغیرہ سے واقف نہیں تھا۔ اس نے نبیٔ کریم ﷺ سے سوال کیا: ”مَتَى السَّاعَةُ“ قیامت کب ہے؟ نبیٔ کریم ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”وَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟“ تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ آپ ﷺ کا سوال سن کر وہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھوڑی دیر تو خاموش ہو گیا، اس کے بعد اس نے عرض کیا: ”مَاأَعْدَدتُّ لَهَا كَثِيْرَصَلٰوةٍ وَلَاصَوْمٍ“ اس کے لیے میں نے زیادہ نماز روزے کی تیاری تو نہیں کی ہے، صرف فرائض پر اکتفا کرتا ہوں، البتہ آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ“ آدمی جس سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ رہے گا۔

پھر اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور دعا کرنے لگا: أَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَمُحَمَّدًا،وَلَاتَرْحَمْ مَعَنَا أَحدًا“ اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم کیجیے، اور کسی پر رحم مت کیجیے۔ اس کی یہ دعا سن کر حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا“ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بڑی کشادہ ہے، تو نے اس کو بہت تنگ کر دیا۔

اس کے بعد اس کو پیشاب کا تقاضا ہوا تو وہیں مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس کو دیکھا کہ پیشاب کر رہا ہے؛ تو سب ہی اپنی اپنی جگہ سے اس کو دھتکارنے اور ڈانٹنے لگے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب تو وہ شروع ہو چکا ہے، اس لیے اس کو پیشاب کر لینے دو۔ اس لیے کہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ بند کر لے گا تو وہ اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ یا اُٹھ کر چلنے لگے گا، تو ابھی تو تھوڑی سی جگہ ہی ملوث ہو رہی ہے، اس صورت میں پوری جگہ کو خراب کرے گا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے پانی سے بھری ہوئی ایک بالٹی منگوائی اور اس پر ڈلوا دی، اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس کو سمجھایا: بھائی! یہ مسجدیں ہیں، مناسب نہیں کہ ان میں پیشاب کیا جائے، یا کوئی بھی گندگی کی جائے؛ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی یاد، نماز، قرآنِ پاک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کی تلاوت و تعلیم اور تسبیحات کے لیے بنائی گئی ہیں۔ گویا آپ ﷺ نے اس کو بڑی محبت سے مسجد کے مقاصد بتائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ مسجد میں کسی بھی قسم کی گندگی نہیں ہونی چاہیے۔

تھوک اور بلغم ویسے تو پاک ہے، اگر ہمارے کپڑوں پر لگا ہوا ہو، یا جسم کے کسی حصہ پر لگا ہوا ہو تو اس کی وجہ سے نماز پر کوئی آنچ نہیں آتی؛ لیکن ایک گندی چیز سمجھی جاتی ہے، اس لیے مسجد کو اس سے صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهية الخصومة في المسجد ورفع الصوت فيه ونشد الضالة والبيع والشراء والإجارة ونحوها من المعاملات

مسجد میں جھگڑنا اور آپس میں بلند آواز میں دنیا کی باتیں کرنا، گمشدہ چیز کا اعلان کرنا، خرید فروخت کرنا، کرایہ داری وغیرہ کسی بھی قسم کا معاملہ کرنا: ناپسندیدہ اور ممنوع ہے

مسجد میں جھگڑنا، خرید فروخت کرنا: ناپسندیدہ اور ممنوع ہے

مسجد کے آداب میں تیسری چیز بتلاتے ہیں۔ مسجدیں آخرت کے بازار ہیں، یہ دنیا کے مارکیٹ نہیں کہ یہاں خرید و فروخت کی جائے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے، نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اَلْمَسَاجِدُ سُوْقٌ مِنْ أَسْوَاقِ الْآخِرَةِ مَنْ دَخَلَهَا كَانَ ضَيْفًا لِلّٰهِ“ مسجدیں آخرت کے بازار ہیں، جو آدمی اس میں داخل ہوجاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان بن جاتا ہے۔ مسجد کے آداب کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی چیزیں وہاں نہ ہوں۔ دنیا کی باتیں بھی وہاں نہیں ہونی چاہئیں؛ لیکن آج کل اس کی طرف سے بڑی غفلت برتی جاتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرشتے کا غصہ

علامہ ابن الحاج مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی کتاب "المدخل" میں ایک روایت نقل کی ہے کہ: جب کوئی آدمی مسجد میں بات چیت شروع کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے: "أُسْكُتْ يَاحَبِيْبَ الله" اے اللہ کے دوست! خاموش ہو جا، اس کے بعد بھی اگر اس کی باتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو وہ کہتا ہے: "أُسْكُتْ يَابَغِيْضَ الله" اے اللہ کے دشمن! خاموش ہو جا۔ اس کے بعد بھی اگر باتیں چلتی رہتی ہیں تو وہ کہتا ہے: "أُسْكُتْ، عَلَيْكَ لَعْنَةُ الله" خاموش ہو جا؛ اللہ کی تجھ پر لعنت ہو۔ غور کرنے کی بات ہے کہ آدمی مسجد میں اس لیے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت لے کر جائے لیکن اس طرح کی لغویات میں مشغول ہو کر اپنے آپ پر بوجھ لے کر جاتا ہے۔ اس لیے بڑے احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہمارے اکابر مسجد کے آداب کی بڑی رعایت کرتے ہیں، خاص کر نماز کے اوقات میں تو بہت ہی زیادہ۔

بقول علامہ شعرانی (رحمۃ اللہ علیہ): نماز کے اوقات تو شاہی دربار لگنے کا وقت ہے، اس وقت تو مزید آداب کا اہتمام ہونا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مسجدیں اس لیے نہیں بنائی گئی ہیں

حدیث ۱٦۹٦:-

وعن أبي هريرة رضي الله عنه أنَّه سمعَ رسُولَ اللهِ ﷺ يقول: مَنْ سَمِعَ رَجُلاً يَنْشُدُ ضَالَّةً في المَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لاَ رَدَّها اللهُ عَلَيْكَ، فإنَّ المَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو آدمی مسجد میں کسی کو اپنی گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے (کہ میرا جانور گم ہو گیا ہے، میری گھڑی گم ہو گئی ہے، میری فلاں چیز گم ہو گئی ہے؛ کسی کو ملی ہو تو مجھے بتلائے) تو اس کو جواب میں کہے: (تو نے مسجد کے اندر یہ اعلان کیا ہے، اس لیے) اللہ تعالیٰ تیری چیز تجھے واپس نہ دے (یعنی اس کو بددعا دینی چاہیے۔ اور بددعا دینے کی وجہ یہ ہے کہ) مسجدیں اس لیے نہیں بنائی گئی ہیں (اور تو نے مسجد کو اعلان کی جگہ بنادیا۔)

افادات:- آج کل تو مسجد کے مائک سے عجیب عجیب اعلانات ہوتے ہیں۔ اور مائک مسجد کے حصے میں لگے ہوتے ہیں، منارہ مسجد کے اندر داخل ہے، مسجد کی اوپر کی چھت پر مائک لگا ہوتا ہے وہ بھی مسجد کے حکم میں ہے۔ اور مسجد کے اندر کے اسپیکروں سے اس طرح کے کوئی بھی اعلانات کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی، اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے صراحتاً ارشاد فرمایا: مسجدیں اس لیے نہیں بنائی گئی ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۱۶۹۷:-

وعنه: أَنَّ رسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً فَقُولُوا: لَا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ. (رواه الترمذي، وقال: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی آدمی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو اس کو یہ دعا دو: اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ اور اگر کسی آدمی کو دیکھو کہ اپنی گم شدہ چیز کا اعلان کرتا ہے (یا اعلان کے ذریعہ تلاش کرتا ہے) تو اس کو جواب میں کہو: اللہ تعالیٰ تیری چیز تجھے واپس نہ لوٹائے۔

افادات:- ویسے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود کسی کو بد دعا نہیں دیتے تھے، لیکن یہاں تو بد دعا کی تلقین فرما رہے ہیں؛ کیوں کہ اس آدمی نے مسجد کے آداب کی رعایت نہیں کی، اس نے مسجد کی حرمت کا خیال نہیں کیا اس لیے وہ اس لائق ہے کہ اس کو یہی کہا جائے۔ ہاں! کسی کی کوئی چیز مسجد ہی میں چھوٹ گئی ہے تو اعلان کیے بغیر اپنے طور پر چپکے سے مسجد میں تلاش کرلے؛ اس کی اجازت ہے۔ لیکن ایسا اعلان کرنا کہ میری فلاں چیز گم ہو گئی ہے، اور یہاں مسجد ہی میں رہ گئی ہے، کسی کو ملی ہو تو مجھے دیدے؛ اس کی اجازت نہیں۔ البتہ مسجد کے احاطہ کے باہر ایسا اعلان کیا جا سکتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تیرا اونٹ تجھے نہ ملے

حدیث ۱۶۹۸:-

وعن بُرَيْدَةَ -رضی الله عنه-: أَنَّ رَجُلاً نَشَدَ فی الْمَسْجِدِ فقَالَ: مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الأَحْمَرِ؟ فَقَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((لا وَجَدْتَ، إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت بریدہ اسلمی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں اعلان کیا: کون میرا لال اونٹ مجھے دلائے گا (مسلم شریف ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی آیا اور مسجد کی کھڑکی میں سے اپنا منھ اندر کرکے کہنے لگا: میرا لال اونٹ گم ہو گیا ہے؛ کون مجھے بتلائے گا؟) حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تیرا اونٹ تجھے نہ ملے، مسجدیں تو اُسی کام کے لیے بنائی گئیں ہیں جس کے لیے ہیں (یعنی نماز، ذکر اور تلاوت وغیرہ کام کے لیے بنائی گئی ہیں)۔

مسجد میں حمد و نعتیہ اشعار پڑھنا

حدیث ۱۶۹۹:-

وعن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جَدِّهِ -رضی الله عنه-: أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الشِّرَاءِ والبَيْعِ فی الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ ضَالَّةٌ، أَوْ يُنْشَدَ فِيهِ شِعْرٌ. (رواه أبو داود والترمذی، وقال: ((حديث حسن)).

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا۔اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ کسی گم شدہ چیز کے لیے مسجد میں اعلان کیا جائے، یا اس میں اشعار پڑھے جائیں۔

افادات:–ہاں! اگر وہ اشعار ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے، یا نبی کریم ﷺ کی نعت ہے، یا نصیحت کی باتیں ہیں؛ تو اس کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کے لیے نبی کریم ﷺ باقاعدہ منبر رکھواتے تھے اور ان کو اشعار پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت حسان (رضی اللہ عنہ) اسی طرح مسجد میں حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں اشعار پڑھ رہے تھے، حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فوراً ان کی گرفت کی؛ کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اور قریب تھا کہ ان کو سزا دیتے کہ انہوں نے کہا: حضورِ اکرم ﷺ نے مجھے اس کے لیے حکم دیا ہے، بلکہ میرے لیے دعا فرمائی ہے کہ حضرت جبرئیل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بات کا گواہ کون ہے؟ انہوں نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کو گواہی میں پیش فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مَیں تمہیں سزا دیتا

حدیث ۱۷۰۰:-

وعن السائبِ بن یزید الصحابی رضی اللہ عنہ قَالَ: کُنْتُ فی المَسْجِدِ، فَحَصَبَنِی رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رضی اللہ عنہ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ فَقَالا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ البَلَدِ لأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فی مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! (رواه البخاری)

ترجمہ مع تشریح:- حضرت سائب بن یزید (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں تھا کہ ایک آدمی نے (مجھے بلانے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے) میری طرف چھوٹا سا کنکر پھینکا (اس زمانہ میں مسجدِ نبوی میں ریت اور کنکر بچھے ہوئے تھے) میں نے دیکھا (کہ کنکر کس نے پھینکا؟) تو وہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) تھے (انہوں نے بلانے کے لیے آواز نہیں دی، بلکہ کنکر پھینکا۔ میں ان کے پاس گیا) انہوں نے فرمایا: وہ دو آدمی جو مسجد کے دوسرے کونے میں زور زور سے باتیں کررہے ہیں ان دونوں کو میرے پاس بلا کرلے آؤ (میں ان دونوں کو بلا کر لایا تو) حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان سے پوچھا: کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اچھا! اگر مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مسجد میں اپنی آواز بلند کرتے ہو؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–اس لیے کہ یہاں رہتے ہوئے اور یہاں کی مسجد کے آداب سے پورے طور پر واقف ہوتے ہوئے بھی اس کی خلاف ورزی کرتے ہو؛ لیکن چوں کہ اجنبی ہو، یہاں کے آداب سے پورے طور واقف نہیں ہو، اس لیے چھوڑ دیئے جاتے ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی حکم یہی تھا: ﴿لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایسے انداز میں بولنا کہ بولنے والے کی آواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہو جائے؛ اس کی اجازت نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی مسجدِ نبوی میں ضروری ہے کہ اس بات کا پورا لحاظ کیا جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب نهي من أكل ثوما أو بصلا أو كرّاثا أو غيرها مما له رائحة كريهة عن دخول المسجد قبل زوال الرائحة إلا لضرورة

کسی آدمی نے پیاز کھائی، یا لہسن کھایا، یا گندنا کھایا (یہ بھی ایک طرح کی سبزی ہے جو بدبودار ہوتی ہے) یا کوئی ایسی چیز - جو بدبودار ہو - استعمال کی؛ تو اس کو مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے جب تک کہ وہ بدبو زائل نہ ہو جائے۔ ہاں! پیاز اگر پکی ہوئی ہو، یا لہسن اگر پکا ہوا ہے، تو اس کے کھانے سے بدبو پیدا نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ بدبودار کوئی بھی چیز استعمال کرنے کے بعد مسجد میں آنا ممنوع ہے۔

جس نے لہسن کھایا ہو

حدیث ۱۷۰۱:-

عن ابن عمر رضی الله عنهما: أَنَّ النبيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ - يعني: الثُّومَ - فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا)). (متفق عَلَيْهِ)

وفي روايةٍ لمسلم: ((مساجدنا))

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (لہسن کی طرف اشارہ کرکے) ارشاد فرمایا: جس نے اس پودے کو کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ مسجدوں کے قریب نہ آئے۔

افادات:–پہلی روایت میں واحد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اسی لیے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حکم مسجدِ نبوی کے ساتھ خاص ہے؛ لیکن امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) دوسری روایت کے الفاظ بھی پیش کررہے ہیں کہ یہ حکم مسجدِ نبوی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ کسی بھی مسجد میں کچا لہسن استعمال کرنے کے بعد منھ میں بدبو ہوتے ہوئے داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی انسان مسجد میں نہ ہو تب بھی وہاں فرشتے تو ہوتے ہی ہیں، اور جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے ان سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ اور اگر جماعت کا وقت ہو یا کوئی مجمع موجود ہو تو فرشتوں کے ساتھ ساتھ انسانوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔

بیڑی، سگریٹ کا بھی یہی حکم ہے

بیڑی، سگریٹ، حقہ وغیرہ یا کوئی ایسی چیز جس کے استعمال سے منھ میں بدبو پیدا ہوتی ہو؛ وہ سب اس حکم میں داخل ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے، خاص کر رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں روزہ افطار کرنے کے بعد فوراً بیڑی پیتے ہیں، پھر برابر کلی بھی نہیں کرتے اور جلدی سے دوڑے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوئے مسجد میں گھس جاتے ہیں، ان کے منھ سے بدبو کے فوارے نکل رہے ہوتے ہیں، ان کے پاس کھڑا نمازی جو بیڑی نہیں پیتا اس کو اتنی شدت کے ساتھ بدبو محسوس ہوتی ہے کہ وہ سوچتاہے کہ نیت توڑ کر وہاں سے ہٹ جائے۔ لیکن جو بیڑی پینے والا ہوتا ہے وہ چوں کہ بدبو میں رہتاہے اور اس بدبو کا عادی ہو جاتا ہے، اس لیے اس کو بدبو کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

بیت الخلاء میں جاکر بیڑی والے بیڑی پیتے ہیں، پھر کوئی ایسا آدمی جو بیڑی نہیں پیتا وہ اگر اندر چلا جاتاہے تو اس کو فوراً احساس ہوتا ہے کہ یہاں کوئی بیڑی پی کر گیاہے۔ گویا بیت الخلاء کی بدبو پر بھی بیڑی کی بدبو غالب آجاتی ہے۔ ویسے واقعہ بھی ہے کہ بیت الخلاء کی بدبو کا ہر ایک عادی ہوتا ہے اس لیے اس کا احساس زیادہ نہیں ہوتا۔ اور بیڑی کی بدبو کا بیڑی نہ پینے والا عادی نہیں ہوتا؛ اس لیے اس کا احساس شدید ہوتا ہے۔

بہر حال! بیڑی پینے سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ آج کل تو دنیا والے بھی اس کی طرف توجہ کر رہے ہیں، اور بیڑی کے معاملہ میں ہر جگہ بیداری پیدا ہو رہی ہے، اور اس کی ممانعت بھی ہوتی ہے۔ ہوائی جہازوں میں مستقل ایسی فلائٹیں شروع ہوگئی ہیں کہ پورے ہوائی جہاز میں سگریٹ اور تمباکو نوشی کی ممانعت ہوتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

منہ میں بدبو ہوتے ہوئے دینی مجمعوں میں نہ جائے

حدیث ۱۷۰۲:-

وعن أنس - رضی الله عنه - قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :((مَنْ أَكَلَ مِنْ هذِهِ الشَّجَرَةِ فَلاَ يَقْرَبَنَّا، وَلاَ يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا)). (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اس پودے (یعنی لہسن) کو استعمال کرے وہ (بدبو ہوتے ہوئے) ہمارے قریب نہ آئے اور ہماری مسجد میں ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے (بدبو دور کرنے کے بعد آسکتا ہے)۔

افادات:- یہ حکم صرف مسجد ہی کا نہیں ہے بلکہ دینی جتنے مجمعے بھی ہوں، جیسے: کوئی جلسہ ہو، یا دینی اجتماع ہو، جہاں لوگ دینی کام کے لیے جمع ہوں، ہر ایسے مجمعے میں بدبودار چیز کو استعمال کرکے جانے سے منع کیا گیا ہے۔

بعضوں کو منھ کی بدبو کی بیماری ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لیے کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کو چاہیے کہ جماعت کی نماز میں بھی حاضری نہ دیں۔ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھ لیں گے تب بھی ان کو محض اس لیے جماعت کی نماز کا ثواب مل جائے گا کہ انہوں نے اپنی منھ کی بدبو کی تکلیف سے لوگوں کو بچایا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایسا آدمی ہم سے الگ رہے

حدیث ۱۷۰۳:-

وعن جابر رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ :مَنْ أَكَلَ ثُوماً أَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنا، أو فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا.(متفق عَلَيْهِ)

وفی روايةٍ لمسلم:مَنْ أَكَلَ البَصَلَ والثُّومَ والكُرَّاثَ، فَلا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإنَّ المَلاَئِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ.

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے لہسن کھایا ہو، یا پیاز کھائی ہو؛ وہ ہم سے الگ رہے۔ ہماری مسجدوں سے بھی دور رہے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے: جس نے پیاز کھائی، یا لہسن یا گندنا کھایا؛ وہ ہماری مسجد کے قریب نہ ہو، اس لیے کہ فرشتوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے جس سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

مسجد سے نکلوادیتے

حدیث ۱۷۰۴:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن عمربن الخطاب رضی الله عنه أنَّه خَطَبَ يومَ الجمُعَةِ فَقَالَ فی خطبتِهِ: ثُمَّ إنَّكُمْ أيُّهَاالنّاسُ تَأكُلونَ شَجرتَيْنِ مَاأَرَاهُمَا إلاَّ خَبِيثَتَيْنِ: البَصَلَ وَالثُّومَ. لَقَدْرَأَيْتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم إذَا وَجدَريحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فی المَسْجِدِ أمَرَبِهِ، فَأُخرِجَ إلَى البَقِيعِ، فَمَنْ أكَلَهُمَا، فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخاً. (رواه مسلم)

یہ مسلم شریف کی بڑی لمبی روایت ہے جس کا ایک ٹکڑا یہاں پیش کیا ہے:

ترجمہ:–حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جمعہ کے روز خطبہ دیا، اپنے اس خطبہ میں بہت ساری باتیں کہیں، ان میں ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی: اے لوگو! تم دو خراب پودے (پیاز اور لہسن) کھاتے ہو، حالاں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کسی آدمی کے منھ سے ان دونوں میں سے کسی کی بدبو محسوس کرتے اور وہ مسجد میں آیا ہوتا تو آپ اس کو مسجد سے باہر نکلوادیتے تھے (کہ جب تک بدبو دور نہ ہو؛ وہاں تک مسجد میں مت آئیو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر کوئی ان دونوں سبزیوں کو کھائے تو پہلے پکا کر اس کی بدبو دور کردے۔

افادات:–مسجدِ نبوی سے باہر جو میدان تھا اس کو بقیع کہتے تھے۔

آج کل تو بعض لوگ یہ ظلم کرتے ہیں کہ اعتکاف کے زمانہ میں مسجد میں سیخ کباب منگواتے ہیں، اور ساتھ میں کچی پیاز بھی ہوتی ہے، اوران لوگوں کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم مسجد میں بیٹھ کر کھا رہے ہیں۔ اعتکاف کے زمانہ میں آدابِ مسجد کا بڑا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے کہ مسجد میں کوئی ایسی چیز نہ آجائے۔ عام طور پر لوگ اس کی طرف سے غفلت برتتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهية الاحتباء يوم الجمعة والإمام يخطب لأنه يجلب النوم فيفوت استماع الخطبة ويخاف انتقاض الوضوء

جمعہ کے دن امام خطبہ دے رہا ہو، اس وقت گوٹ لگا کر بیٹھنا منع ہے:

اس لیے کہ یہ بیٹھک نیند لانے والی ہے، اس کی وجہ سے خطبہ سننے سے رہ جائے گا اور وضو ٹوٹنے کا اندیشہ ہے

اس باب میں ایک اور بات بتلانا چاہتے ہیں کہ جمعہ کے دن گوٹ لگا کر بیٹھنا ممنوع ہے۔ گوٹ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ نیچے سے پاؤں کھڑے کر دے، اور دونوں ہاتھوں کے ذریعہ حلقہ بنا لے۔ اور بعض مرتبہ ہاتھوں کو راحت دینے کے لیے پیچھے سے رومال لا کر باندھ دیتے ہیں، اور ہاتھ کھلے رہتے ہیں؛ یہ بھی گوٹ لگا کر بیٹھنا ہی ہوا، اس کو ”حبوہ“ اور ” احتباء“ کہتے ہیں۔ یہ ذرا آرام دہ بیٹھک ہے، اور جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت گوٹ لگا کر بیٹھنا ممنوع ہے، اس لیے کہ یہ طریقہ نیند لانے والا ہے۔ بعض لوگ جب مسجد میں آتے ہیں تو خطبہ شروع ہوتے ہی اس طرح بیٹھ جاتے ہیں، گویا نیند کو دعوت دے رہے ہوں کہ: آ جا نیند؛ مجھے دبوچ لے۔ حالاں کہ خطبہ سننا واجب ہے چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اور اس کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ چوں کہ یہ بیٹھک نیند کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کھینچنے والی ہے اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وہ بیٹھک جس سے آدمی پر نیند کا غلبہ ہو سکتا ہو؛ اس کو اختیار نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ اس کی وجہ سے نیند آجائے گی اور خطبہ سننے کی فضیلت اور ایک واجب کی ادائیگی سے محروم رہ جائے گا۔ اور ساتھ ہی وضو کے ٹوٹنے کا بھی اندیشہ ہے کہ اگر نیند کا زیادہ غلبہ ہو گا تو آدمی زمین دوز ہو جائے گا جس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا، اور ایسی حالت میں بیٹھنے سے کبھی ریح بھی خارج ہو سکتی ہے۔

حدیث ۱۷۰۵:-

عن مُعاذِ بن أنس الجُهَنِيِّ رضی الله عنه: أنَّ النبیَّ ﷺ نَهَى عَنِ الحِبْوَةِ يَوْمَ الجُمعَةِ وَالإمَامُ يَخْطُبُ. (رواه أبو داود والترمذی، وقالا: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت معاذ بن انس جہنی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو اس وقت گوٹ لگا کر بیٹھنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا۔

افادات:- اس کی وجہ وہی ہے جو اوپر بتلائی جا چکی۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ سب آداب بتلائے ہیں، حضورِ اکرم ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ یہ تعلیمات دی ہیں، لہٰذا ہمیں ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ دراصل یہ آپ ﷺ کی شفقت کی بات ہے کہ آداب سے تعلق رکھنے والی ایسی باریک باریک چیزیں بھی اپنی امت کو سکھلائیں، جیسے: ایک باپ جب اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی ان کو بتلاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب نهي من دخل عليه عشر ذي الحجة

وأراد أن يضحي عن أخذ شيء من شعره أو أظفاره حتى يضحي

جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے ناخن اور بال نہ کٹوائے،

یہاں تک کہ قربانی سے فارغ ہو جائے

اس باب میں ایک ادب بتلاتے ہیں کہ: جس آدمی نے قربانی کا ارادہ کر لیا ہو، چاہے نفلی قربانی کا ارادہ کیا ہو، یا جس پر قربانی واجب ہو؛ تو اس کو ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے ناخن اور بال کٹوانا منع ہے، جب قربانی سے فارغ ہو جائے اس کے بعد ناخن اور بال کو کٹوائے۔ لیکن جو آدمی قربانی کرنے والا نہ ہو اس کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

حدیث ۱۷۰۶:-

عن أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عنها، قالت: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((مَن كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ، فَإِذَا أَهَلَّ هِلَالُ ذِي الحِجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ من شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئاً حَتَّى يُضَحِّيَ)). (رواه مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قربانی کے لیے جانور خرید رکھا ہو، جب ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے؛ یہاں تک کہ قربانی سے فارغ ہو جائے۔

افادات:- احناف کے یہاں تو یہ حکم مستحب کا درجہ رکھتا ہے، واجب نہیں ہے۔ لیکن بعض ائمہ جیسے امام احمد بن حنبل اور اسحق بن راہویہ وغیرہ اس کو واجب کا درجہ دیتے ہیں۔

رحمتِ حق بہانہ می جوید

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بہانے ڈھونڈتی ہیں، جیسے حجاجِ کرام ان دنوں میں احرام کے ساتھ ہوتے ہیں، اور وہ بال و ناخن نہیں کاٹتے، اسی طرح قربانی کرنے والا بھی گویا ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرکے ان رحمتوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے کہ جس وقت ان حجاج پر رحمت کی بارشیں برسیں تو اس کی بدلی کا کوئی ٹکڑا ہم پر بھی کچھ چھینٹے برسادے۔ گویا اچھے لوگوں کی شباہت پیدا کرنا بھی بڑی نعمت ہے۔ اور حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک شعر بکثرت پڑھا کرتے تھے: ☐

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهي عن الحلف بمخلوق

كالنبي والكعبة والملائكة والسماء والآباء والحياة والروح والرأس وحياة السلطان ونعمة السلطان وتربة فلان والأمانة،

وهي من أشدها نهياً

مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان

شریعت میں اللہ تعالیٰ اوراس کی صفات کے علاوہ دوسری چیزوں کی قَسم کھانے کی ممانعت آئی ہے۔اس باب میں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) قسم کے متعلق احکام کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مخلوق کی قسم چاہے وہ نبی ہو، کعبہ ہو، فرشتے ہوں، آسمان ہو، آباء و اجداد ہوں، زندگی اور روح ہو۔یا کسی کے سر کی قسم کھانا، بادشاہِ وقت کی زندگی کی قسم کھانا، کسی کے مزار کی قسم کھانا، امانت کی قسم کھانا؛ یہ ساری قَسمیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانے کی اجازت نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

غیر اللہ کی قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہے

حدیث ۱۷۰۷:-

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما عن النبی ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفاً، فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ، أَوْلِيَصْمُتْ. (متفق علیہ)

وفی روایۃ فی الصحیح: فَمَنْ كَانَ حَالِفاً فَلَا يَحْلِفْ إِلَّا بِاللهِ، أَوْلِيَسْكُتْ

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتے ہیں اس بات سے کہ تم اپنے باپ دادوں کی قسم کھاؤ۔ اگر کوئی آدمی قسم کھاناہی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے، یا پھر خاموش رہے۔

افادات:- عرب میں آباء واجداد کی قسم کھانے کا عام رواج تھا جس سے منع کیا گیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کسی سے گفتگو کر رہے تھے، دورانِ گفتگو ان کی زبان سے نکلا: "وَأَبِي" میرے باپ کی قسم۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے نہایت تاکید سے فرمایا: آباء واجداد کی قسم کھانے سے اللہ تعالیٰ منع فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی جاسکتی ہے، جیسے: "وَاللهِ" اللہ کی قسم۔ یا اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام کی قسم کھائی جاسکتی ہے، جیسے: رحمن کی قسم، رحیم کی قسم، اور جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، جیسے:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

”وَقُدْرَۃِ اللہِ“ اللہ کی قدرت کی قسم۔ ”وَعِزَّۃِ اللہِ“ اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم ”وَعِلْمِ اللہِ“ اللہ تعالیٰ کے علم کی قسم۔ تو علم، عزت، قدرت؛ یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، لہٰذا ان کی بھی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم کھانے کی اجازت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہے۔

حدیث ۱۷۰۸:-

وعن عبد الرحمٰن بن سَمُرَةَ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ : ((لاَ تَحْلِفُوا بِالطَّوَاغِي، وَلاَ بِآبَائِكُمْ)).(رواہ مسلم)

((الطَّوَاغِي)): جَمْعُ طَاغِيَةٍ، وهِيَ الأَصنَامُ. وَمِنْهُ الحَدِيثُ: ((هٰذِهِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ)) أَيْ: صَنَمُهُمْ وَمَعْبُودُهُمْ. وَرُوِيَ فِي غير مسلم: ((بِالطَّوَاغِيتِ)) جَمْعُ طَاغُوت، وَهُوَ الشَّيْطَانُ وَالصَّنَمُ.

ترجمہ:–حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بتوں کی اور اپنے باپ دادوں کی قسم نہ کھاؤ۔

افادات:–عرب میں دستور تھا کہ لات، عزیٰ، منات، اور جن جن بتوں کی ان کے یہاں پوجا کی جاتی تھی؛ ان سب کی قسم کھاتے تھے، اور جس چیز کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی تعظیم مقصود ہوتی تھی، حالاں کہ تعظیم کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم کھانے کی اجازت نہیں، اس سے منع کیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہ ہم میں سے نہیں

حدیث ۱۷۰۹:-

وعن بُرَیدَةَ رضی الله عنه أنَّ رسولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَلَفَ بِالأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا. (حديث صحيح، رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت بریدہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے امانت کی قسم کھائی؛ وہ ہم میں سے نہیں۔

افادات:- اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو فرائض بندوں کے ذمہ لازم کیے ہیں جیسے: نماز، روزہ، حج، زکوۃ، یعنی احکام شرعیہ؛ ان ہی کو قرآنِ پاک میں امانت سے تعبیر کیا گیا ہے: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾ اب اگر کوئی آدمی روزہ کی قسم کھائے، نماز کی قسم کھائے، حج کی قسم کھائے؛ تو اس کے متعلق حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ وہ ہم میں سے نہیں۔ بہت بڑی وعید ہے۔ جب اس کی اجازت نہیں دی گئی؛ تو کسی اور چیز کی کیسے اجازت ہو گی؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جو یہ کہے: میں اسلام سے بری ہوں

حدیث ۱۷۱۰:-

وعنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ حَلَفَ فَقَالَ: إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الإِسْلاَمِ، فَإِنْ كَانَ كَاذِباً، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَإِنْ كَانَ صَادِقاً، فَلَنْ يَرْجِعَ إِلَى الإِسْلاَمِ سَالِماً)). (رواه أبو داود)

ترجمہ:- حضرت بریدہ اسلمی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے قسم کھاتے ہوئے یہ کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں، اب اگر وہ اپنی بات میں جھوٹا ہے؛ تب تو ایسا ہی ہے۔ اور اگر سچا ہے تب بھی اسلام کی طرف صحیح سلامت نہیں لوٹے گا۔

افادات:- مثلاً: کسی آدمی نے دوسرے سے کسی بات کے متعلق تاکیدی طور پر پوچھا: تم نے فلاں کام کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! میں نے نہیں کیا، اور اگر میں نے کیا ہو؛ تو میں اسلام سے بری ہوں۔ جیسے: بعض بولتے ہیں کہ میں نے اگر یہ کام کیا ہو تو میں یہودی، یا نصرانی ہوں۔ اب اگر وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے، یعنی واقعۃً اس نے کیا ہے، اس کے باوجود جھوٹی قسم کھا رہا ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وہ ایسا ہی ہے، یعنی اسلام سے نکل جائے گا۔ اور اگر سچا ہے تب بھی اسلام میں صحیح سالم نہیں لوٹے گا۔ یعنی اس قسم کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہو گا۔ بہر حال! ایسی قسم کھانے سے منع کیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بعض لوگ تاکید کے لیے ایسی قسم کھاتے ہیں کہ اگر میں نے فلاں کام کیا ہو تو میں یہودی، یا مشرک و کافر ہو جاؤں، تو اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر وہ قسم کھاتے ہوئے یوں سمجھتا ہے کہ اگر میں نے جھوٹی قسم کھائی تو میں واقعۃً اسلام سے نکل جاؤں گا۔ مثلاً: گذشتہ زمانے سے متعلق چوری کی تحقیق ہو رہی تھی، اس سے بھی پوچھا گیا کہ: بھائی! تو نے چوری کی ہے؟ تو یہ کہنے لگا: میں نے نہیں کی، اور اگر میں نے چوری کی ہو؛ تو میں یہودی ہوں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس نے چوری کی ہے۔ تو اس صورت میں اگر وہ یہ سمجھ کر قسم کھا رہا ہے کہ میں جھوٹی قسم کھاؤں گا تو یہودی ہو جاؤں گا اور اسلام سے نکل جاؤں گا؛ تب تو واقعۃً وہ ایمان سے نکل گیا۔ اب اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ایمان کی اور نکاح کی دونوں کی تجدید کرے۔

اور اگر آئندہ کے متعلق کسی کام کے بارے میں یوں کہے کہ مثلاً: اگر میں شراب پیوں تو میں یہودی ہوں، اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں شراب پیوں گا تو میں واقعۃً یہودی ہو جاؤں گا، پھر بھی اس نے شراب پی؛ تو وہ اسلام سے نکل گیا۔ اس لیے کہ جب یہ سمجھتا ہے کہ ایسا کروں گا تو اسلام سے نکل جاؤں گا پھر بھی وہ کام کیا، تو گویا وہ خود ہی اسلام سے نکلنے پر راضی ہے۔ اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔

اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرے ایسا کہنے کے بعد ایسا کام کر لینے کی وجہ سے میں اسلام سے نہیں نکلوں گا، اس لیے کہ ایمان کا تعلق تو دل سے ہے، اور میں تو صرف ایسا بول رہا ہوں، ایسا سمجھتے ہوئے اس نے وہ کام کر لیا؛ تو اس صورت میں وہ ایمان سے نہیں نکلے گا۔ اس لیے کہ وہ یہ سمجھتا ہی نہیں کہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایسا کرنے سے ایمان سے نکل جاؤں گا۔ گویا اس صورت میں کفر پر راضی ہونا لازم نہیں آتا۔ البتہ اس پر قسم کا کفارہ ہو گا۔

اسی لیے فقہانے لکھا ہے کہ بعض لوگ دھمکی دیتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ ایسا نہیں کروگے تو (نعوذباللہ) میں کافر ہو جاؤں گا؛ تو ایسا بولتے ہی وہ کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ اس کا یہ بولنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ کفر پر راضی ہے، اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔

جو غیر اللہ کی قسم کھائے

حدیث ۱۷۱۱:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلاً يقولُ: لَا وَالكَعْبَةِ فقالَ ابنُ عُمَرَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللهِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فقد كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ. (رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

وفَسَّرَ بَعْضُ العُلَمَاءِ قولَهُ: ((كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ)) عَلَى التَّغْلِيظِ. كما روى أَنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ: ((الرِّيَاءُ شِرْكٌ.))

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ کعبہ کی قسم کھا رہا تھا، تو اس سے کہا: غیر اللہ کی قسم مت کھاؤ، اس لیے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی غیر اللہ کی قسم کھائے گویا اس نے کفر یا شرک کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:– کعبہ بھی غیر اللہ ہی ہے، اور غیر اللہ کی قسم کھانے سے نبیٔ کریم ﷺ نے منع کیا ہے، اس لیے کعبہ کی قسم کھانا جائز نہیں۔ہاں !رب کعبہ کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ بہت سی احادیث میں آتا ہے: ورب الکعبۃ۔ کعبہ کے رب (یعنی اللہ تعالیٰ) کی قسم۔اور پہلے بتلایا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے آدمی حقیقۃً تو کافر نہیں ہوگا؛ لیکن یہ بڑا گناہ ہے۔ گویا گناہ کی بڑائی بتلانے کے لیے نبیٔ کریم ﷺ نے اس کو شرک سے تعبیر کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تغليظ اليمين الكاذبة عمداً

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا بڑا سخت گناہ ہے

حدیث ۱۷۱۲:-

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنّ النّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى مَالِ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ)) قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ الله - عز وجل -: {إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيلاً} إِلَى آخِرِ الآيَةِ (آل عمران:۷۷) (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے مال کے معاملہ میں ناحق قسم کھائی (یعنی وہ اس کا مالک نہیں ہے، اس کے باجود اپنے کو مالک بتلاتا ہے، اور جو مالک ہے اس کے مالک ہونے کا انکار کرتا ہے) تو وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے۔ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے قرآنِ پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ: جو لوگ اللہ کے عہد وپیمان اور اپنی قسموں کے بدلہ میں تھوڑا سا معاوضہ خرید لیتے ہیں (یعنی مال کے بدلہ میں جھوٹی قسم کھالیتے ہیں) تو ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کریں گے، نہ تو ان کو نظرِ رحمت سے دیکھیں گے، نہ تو ان کو گناہوں سے پاک کریں گے، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- مثلاً: کسی نے دوسرے کے گھر پر قبضہ کر رکھا تھا اور گھر کے مالک نے اس کے خلاف قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ یہ مکان میرا ہے، لیکن اس نے اس پر قبضہ کر رکھا ہے؛ مجھے دلوایا جائے۔ اب شریعت میں مسئلہ یہ ہے کہ قاضی اس کے دعویٰ پر اس سے - جس کے قبضہ میں مکان ہے - پوچھے گا: بھائی! یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مکان اس کا ہے، کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اگر وہ جواب میں یہ کہے: جی ہاں! یہ مکان اسی کا ہے، تو اس کے اقرار سے بات صاف ہو گئی اور اب مدعی سے گواہ مانگنے کی ضرورت نہیں رہی، بلکہ یہ مکان اس کو دلوا دیا جائے گا۔

لیکن اگر وہ انکار کر دے کہ: نہیں ! یہ مکان تو میرا ہے، تو اس صورت میں مدعی سے گواہ مانگے جائیں گے، اس کے لیے ضروری ہے کہ دو عادل، دین دار، مسلمان گواہ پیش کرے جو اس بات کی گواہی دیں کہ یہ مکان اس کا ہے۔ اگر وہ گواہ پیش کر دے گا تو اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور قاضی اس کے حق میں فیصلہ صادر کرے گا، اور وہ مکان اس کو دلوا دے گا۔

اور اگر مدعی نے کہا کہ: میرے پاس گواہ تو نہیں ہیں لیکن اس سے قسم لی جائے کہ یہ مکان میرا (یعنی مدعی کا) نہیں ہے۔ تو اس قبضہ دار سے قسم لی جائے گی، اب اگر یہ جھوٹی قسم کھالیتا ہے، اس لیے کہ اس نے تو ناحق قبضہ کر رکھا ہے، تو اس کے متعلق حضورِ اکرم ﷺ نے اس روایت میں فرمایا ہے کہ: وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چاہے پیلو کی ایک لکڑی ہی کیوں نہ ہو

حدیث ۱۷۱۳:-

وعن أبي أمامة إياس بن ثعلبة الحارثي (رضی اللہ عنہ) أن رسول الله ﷺ قَالَ: ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ، فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ. وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الجَنَّةَ)) فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئاً يَسِيراً يَا رسول اللهِ؟ قَالَ: ((وإِنْ كَانَ قَضِيباً مِنْ أَرَاكٍ)) (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے کسی مسلمان کا حق اپنی قسم کے ذریعہ سے چھین لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جہنم کو واجب کر دیا اور اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کوئی معمولی سی چیز ہو تب بھی؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: چاہے پیلو کی ایک لکڑی (یعنی معمولی سی چیز) ہی کیوں نہ ہو۔

افادات:- کسی بھی مسلمان کا حق مارنے کے لیے جو آدمی جھوٹی قسم کھائے گا، اس کے لیے یہی وعید ہے۔ بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بارے میں قسم کھا لیتے ہیں، مثلاً دو روپیہ کا قلم ہوتا ہے لیکن قسم کھا لیتے ہیں کہ میرا ہے، حالاں کہ اس کا نہیں ہوتا، تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتے ہیں اور جہنم کو واجب کر دیتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یمینِ غموس

حدیث ۱۷۱۴:-

وعن عبداللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہما) عن النبی ﷺ قَالَ: ((الْكَبَائِرُ: الإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، والْيَمِينُ الغَمُوسُ)). (رواہ البخاری)

وفی روايةٍ لَهُ: أَنَّ أعْرابِياً جَاءَ إِلَى النبیّ ﷺ فَقَالَ: يارسولَ اللهِ! مَا الكَبَائِرُ ؟ قَالَ: ((الإِشْرَاكُ بِاللهِ)) قَالَ: ثُمَّ مَاذا ؟ قَالَ: ((اليَمِينُ الغَمُوسُ)) قلتُ: وَمَا اليَمِينُ الغَمُوسُ ؟ قَالَ: ((الَّذِی يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ !)) يعنى بِيَمِينٍ هُوَ فِيهَا كَاذِبٌ.

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے، (۲) ماں باپ کی نافرمانی (۳) کسی کو ناحق قتل کرنا (۴) یمین غموس (یعنی جھوٹی قسم کھانا ہے)۔

ایک روایت میں ہے: ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! بڑے گناہ کیا کیا ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا (شرک؛ سب سے بڑا گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتے، اِلّا یہ کہ آدمی توبہ کرے اور باز آجائے) پھر اس نے پوچھا: اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جھوٹی قسم۔ حضرت عبداللہ بن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں، میں نے پوچھا: جھوٹی قسم کیا ہے؟ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسی قسم جس کے ذریعہ کوئی آدمی کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے (یعنی وہ مال اس کا نہیں ہے اس کے باوجود قسم کھا کر اس کو اپنا بتلا کر اس پر قبضہ جمالے۔)

افادات:- فقہاء نے قَسَم کی تین قسمیں بتلائی ہیں۔ جو قسم کھائی جا رہی ہے، اس کا تعلق گزشتہ زمانہ سے ہو گا، یا آئندہ زمانہ سے ہو گا۔ اگر اس کا تعلق گزشتہ زمانہ سے ہے، مثلاً: کسی چوری کی تحقیق ہو رہی تھی، اس سے پوچھا گیا کہ: تم نے چوری کی ہے، تو وہ انکار کرتا ہے کہ میں نے چوری نہیں کی، حالاں کہ اسی نے چوری کی ہے، اور قسم بھی کھائی کہ: واللہ! میں نے چوری نہیں کی؛ اسی کو فقہاء کی اصطلاح میں "یمینِ غموس" کہتے ہیں؛ اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔

"غموس" عربی لفظ ہے جس کا ترجمہ ہوتا ہے کسی کو ڈُبا دینا۔ گویا یہ قسم اپنے کھانے والے کو گناہ میں اور اس کے بعد جہنم میں ڈُبا دیتی ہے، اس لیے اس کو "یمینِ غموس" کہا گیا۔ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہوتا، اس کی تلافی صرف توبہ اور استغفار ہی ہے۔

اور اگر گزشتہ زمانہ سے تعلق رکھنے والی کسی بات پر قسم کھائے؛ لیکن یہ سمجھتے ہوئے کہ مَیں سچا ہوں، اور واقعہ یہ ہے کہ وہ سچا نہیں ہے، اس کو فقط یہ خیال ہے کہ میں سچی قسم کھا رہا ہوں، مثلاً: اس کو کسی نے بتلایا کہ فلاں آدمی سفر سے واپس آ گیا، اور وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ واپس آ گیا ہے، اب کسی نے پوچھا کہ بھائی! فلاں صاحب سفر سے واپس آ گئے؟ تو وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ: جی ہاں! وہ واپس آ گئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیکن واقعہ ایسا نہیں ؛تو ایسی قَسم کو" یمینِ لغو" کہتے ہیں۔ اس صورت میں بھی قسم کھانے والا گنہگار نہیں ہوتا،اس لیے کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹی قسم نہیں کھارہاہے،بلکہ اپنے آپ کو سچا سمجھ کر قسم کھارہا ہے اوراس کا کفارہ بھی نہیں،پھر بھی آدمی کوایسی قسم کھانے سے احتیاط کرنی چاہیے۔

اورایک صورت یہ ہے کہ کوئی بات بہت پہلے پیش آئی تھی،مثلاً:دس سال سے پہلے اس نے کسی کے متعلق کچھ کہا تھا،اب آج اس بات کی تحقیق ہورہی ہے،اور کسی نے اس سے پوچھا کہ تم نے ایسا کہا تھا؟اب اس کو تو یاد بھی نہیں رہا کہ میں نے ایسا کچھ کہا تھا،اس لیے وہ ایسا سمجھتے ہوئے-کہ میں نے ایسا نہیں کہاہے-قسم کھاکر کہتاہے کہ میں نے ایسا نہیں کہاہے،حالاں کہ حقیقۃً اس نے کہا تھا؛اس یمین کو"یمینِ لغو"کہتے ہیں،اس صورت میں بھی وہ گنہگار نہیں ہوگا۔اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

اس روایت میں تو"یمینِ غموس"کا تذکرہ آیاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب ندب من حلف عَلَى يَمينٍ فرأى غيرها خيراً مِنۡهَا أنۡ يفعل ذَلِكَ المحلوف عَلَيۡهِ ثُمَّ يُكَفِّر عن يمينه

بعض مرتبہ آدمی جوش میں آکر کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھا لیتا ہے، پھر بعد میں اس کو احساس ہوتا ہے کہ میں نے غلط قسم کھائی، مجھے تو وہ کام کرنا چاہیے، اور شرعاً اس کام کے کرنے کو پسندیدہ بھی بتلایا گیا ہے، مثلاً: باپ نے بیٹے کے متعلق ناراض ہو کر قسم کھالی کہ اس کے ساتھ کبھی بھی بات نہیں کروں گا، اور جب ناراضگی دور ہوئی تو اس کو احساس ہوا کہ یہ تو غلط قسم کھائی ہے، باپ ہونے کی حیثیت سے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے، اب وہ پچھتا رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ باپ کے لیے اس کی شفقت و محبت اور اس کے حقوق کی ادائیگی کا یہی تقاضا ہے کہ بیٹے کے ساتھ بات کرلے۔ یہ بہانہ نہ کرے کہ میں نے قسم کھالی ہے، اور میں قسم نہیں توڑ سکتا۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ قسم کا بہانہ بنا کر غلط بات پر اَڑے رہنا؛ مزید گناہ ہے۔ اس لیے اس کو چاہیے کہ اپنے بیٹے سے بات کرلے، اور جو قسم ٹوٹ گئی اس کا کفارہ ادا کردے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جس کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی ہے؛اس کو کرلو

حدیث ۱۷۱۵:-

عن عبد الرحمٰن بن سَمُرَةَ -رضی اللہ عنہ- قَالَ: قَالَ لِی رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْراً مِنْهَا، فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ)). (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب تم کسی بات پر قسم کھالو اور جس چیز کی قسم کھائی اس کے علاوہ دوسرے کام میں بھلائی دیکھو؛ تو جس کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی ہے اس کو کرلو، اور اپنی قسم کا کفارہ دیدو۔

جو کام بہتر ہے وہ کرلے

حدیث ۱۷۱۶:-

وعن أَبِي هريرة رضی اللہ عنه أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْراً مِنْهَا، فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَفْعَلِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی آدمی نے کسی بات پر قسم کھائی اور پھر اس کے علاوہ دوسرے کام میں اس نے بھلائی دیکھی؛ تو وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے، اور جو کام بہتر ہے وہ کرلے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–یعنی پہلے وہ کام کرلے تاکہ قسم کے خلاف ہوکر وہ قسم ٹوٹ جائے،اس کے بعد اس کا کفارہ ادا کردے۔

میں جس کام میں بھلائی دیکھتاہوں اس کو کرلیتاہوں

حدیث ۱۷۱۷:-

وعن أَبِي موسىٰ رضی الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ((إِنِّي واللهِ إنْ شاءَ اللهُ لا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ، ثُمَّ أَرَى خَيراً مِنْهَا إلاَّ كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيرٌ)).(متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:–حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں جب بھی کسی بات پر قسم کھاتاہوں، پھر اس کے علاوہ دوسرے کام میں بھلائی دیکھتا ہوں؛ تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دیتاہوں، اور جس کام میں بھلائی دیکھتاہوں اس کو کرلیتاہوں۔

افادات:–دراصل آپ ﷺ نے یہ ارشاد ایک موقعہ پر فرمایا تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ قبیلۂ اشعرین کے پاس ایک غزوہ میں جانے کے لیے سواری نہیں تھی، تو حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) اپنے قبیلہ والوں کی طرف سے اونٹ کی درخواست لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت مَیں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ کسی پر کسی وجہ سے ناراض تھے، مجھے معلوم نہیں تھا اور اسی وقت جاکر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں نے اپنی درخواست پیش کر دی، تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میرے پاس سواری نہیں ہے، اور پھر آپ نے قسم کھالی کہ میں تم کو سواری نہیں دوں گا۔ یہ سن کر وہ تو واپس ہو گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس کہیں سے کچھ اونٹ آگئے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو بلوایا اور کہا: لو! یہ اونٹ لے جاؤ۔ جب یہ اونٹ لے کر روانہ ہوئے تو ان کو خیال آیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تو قسم کھالی تھی کہ مجھے سواری نہیں دیں گے، پھر بھی مجھے عطا فرمائے، تو کہیں ایسا تو نہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی قسم بھول گئے ہوں اور بے خبری میں مجھے سواری دیدی ہو۔ اگر بغیر اطلاع کے مَیں لے کر چلا جاؤں گا تو اس میں ہمارے لیے خیر وبرکت نہیں ہو گی، اس لیے ہمیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بتلا دینا چاہیے۔ چناں چہ انہوں نے واپس آکر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے تو قسم کھا کر فرمایا تھا کہ میں تم کو سواری نہیں دوں گا، پھر بھی آپ نے ہمیں یہ سواری دی؟ اس پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جواب میں ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! میں کسی بات پر قسم کھاتا ہوں، پھر اس کے علاوہ دوسرے کام میں بھلائی دیکھتا ہوں تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں، اور جس کام میں بھلائی دیکھتا ہوں اس کو کرلیتا ہوں۔ گویا سواری دینا اچھی چیز ہے، اب اگرچہ میں نے سواری نہ دینے کی قسم کھالی تھی؛ لیکن چوں کہ اس کے خلاف کرنا (یعنی سواری دینا) نیکی کا کام تھا، اس لیے میں نے وہ کام کرلیا اور اب مَیں اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دوں گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ کے نزدیک زیادہ گناہ کی بات

حدیث ۱۷۱۸:-

وعن أبي هريرة -رضي الله عنه- قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((لأَنْ يَلَجَّ أَحَدُكُمْ فِي يَمِينِهِ فِي أَهْلِهِ آثَمُ لَهُ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى مِنْ أَنْ يُعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِي فَرَضَ اللهُ عَلَيْهِ)). (متفق عَلَيْهِ)

قَوْلُهُ: ((يَلَجّ)) بفتح اللام وتشديد الجيم أيْ: يَتَمَادَى فِيهَا، وَلاَ يُكَفِّرُ، وَقَوْلُهُ: ((آثَمُ)) هُوَ بالثاء المثلثة، أيْ: أَكْثَرُ إثْماً.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں کا کوئی آدمی اپنی اس قسم کے سلسلے میں جو گھر والوں کے سلسلے میں کھائی ہے؛ اَڑا رہے، یہ اس کے لیے اللہ کے نزدیک زیادہ گناہ کی بات ہے؛ بہ نسبت اس کے کہ وہ اپنی اس قسم کا کفارہ دے دے۔

افادات:- بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے گھر کے لوگوں کے متعلق قسم کھالیتا ہے، مثلاً: بیوی سے کسی بات پر ناراض ہوگیا اور قسم کھالی کہ اب تیرے ساتھ بات نہیں کروں گا۔ یا قسم کھالی کہ تیرے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ یا تیرے ابا کے گھر نہیں جاؤں گا۔ قسم کھانے کے بعد لوگ سمجھا رہے ہیں کہ تم نے جو قسم کھائی ہے وہ مناسب نہیں، اس سے بات کرلو، تو وہ اپنی قسم کو بہانہ بناکر کہتا ہے کہ بات کرنے کو تو میرا ابھی جی چاہتا ہے؛ لیکن کیا کروں کہ قسم کھالی ہے، اب اگر میں بات کروں گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور گناہ ہوگا۔ تو حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ قسم ٹوٹنے پر جو گناہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہو گا اس کی تلافی کے لیے اللہ تعالیٰ نے راستہ بتلایا ہے۔ اس لیے کہ قسم توڑنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کی حرمت میں کمی آتی ہے، گویا قسم توڑنا بھی ایک طرح کا قصور، کوتاہی اور گناہ ہے؛ لیکن اس کی تلافی کے واسطے کفارۂ قسم دلوایا جاتا ہے۔ اور اپنی قسم پر اَڑارہ کر جو اس سے بات نہیں کرے گا تو یہ بھی گناہ کا کام ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس گناہ کے مقابلہ میں زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اب آدمی کو فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ دو مصیبتوں میں سے جو ہلکی ہو اس کو اختیار کرے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب العفو عن لغو اليمين وأنه لا كفارة فيه وهو ما يجري على اللسان بغير قصد اليمين كقوله على العادة: لا والله، وبلى والله؛ ونحو ذلك

یمینِ لغو معاف ہے، اس میں کوئی کفارہ نہیں

یمینِ لغو یہ ہے کہ آدمی کی زبان پر بے قصد وارادہ الفاظِ یمین جاری ہو جائیں،

بات بات میں ''لَا وَاللهِ، بَلٰی وَاللهِ'' بولنے کی عادت پڑ گئی

پہلے بتلایا تھا کہ قسم کی تین قسمیں ہیں: (۱) ''یمینِ غموس'' (۲) ''یمینِ لغو'' (۳) ''یمینِ منعقدہ''

پہلی قسم: ماضی سے تعلق رکھنے والی بات پر قسم کھانا، اس کی دو شکلیں ہیں: ایک تو یہ کہ آدمی اپنے آپ کو جھوٹا سمجھتے ہوئے قسم کھا رہا ہے، یعنی وہ جانتا ہے کہ میں جو قسم کھا رہا ہوں وہ جھوٹی ہے: اس کو تو ''یمینِ غموس'' کہتے ہیں؛ اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے، صرف توبہ واستغفار ہے۔

دوسری قسم: ماضی سے تعلق رکھنے والی کسی بات پر اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہوئے قسم کھائے، اور واقعۃً وہ اس میں سچا بھی ہو؛ تب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر واقعۃً سچا نہیں تو یہ ''یمینِ لغو'' کہلائے گی، اس میں کوئی گناہ نہیں ہوتا، اور کفارہ بھی نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تیسری قسم: آئندہ سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کے متعلق قسم کھانا، یعنی قسم کے ساتھ یوں کہنا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا، یا میں فلاں کام کروں گا؛ یہ "یمینِ منعقدہ" کہلاتی ہے۔ آئندہ کے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں مضبوطی اور پختگی حاصل کرنے کے لیے قسم کھائی جائے۔ اس میں جھوٹ کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ اب اگر وہ آدمی اپنی قسم کو پورا کرے گا؛ تب تو ٹھیک ہے۔ اور اگر اس کے خلاف کرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اس پر کفارہ واجب ہو گا۔

اس تیسری قسم میں کفارہ آتا ہے، باقی دو قسمیں یعنی "یمین لغو" اور "یمین غموس" جو ماضی سے تعلق رکھنے والی ہیں؛ ان دونوں میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

قسم کے کفارہ میں تین چیزیں ہیں

قَالَ اللہ تَعَالَی: { لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ } (المائدۃ:۸۹)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں جو لغو ہوں، تمہارا مؤاخذہ اور پکڑ نہیں کرتے؛ لیکن تمہاری پکڑ کرتے ہیں ان قسموں میں جو تم نے منعقد اور مضبوط کی ہوں۔ اب اگر اس قسم کے خلاف کام کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو درمیانی درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان کو کپڑے دو، یا ایک غلام

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آزاد کرو۔اور جس آدمی میں ان چیزوں کی طاقت نہ ہو،وہ تین دن کے روزے رکھے۔یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھالو۔اور اپنی قَسموں کی حفاظت کرو۔

افادات:- قسم کے کفارہ میں تین چیزیں بتلائی ہیں (۱) دس مسکینوں اور غریبوں کو دو وقت پیٹ بھر کر درمیانی درجہ کا کھانا کھلانا، جیسے اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو۔ یہ اس وقت ہے جب اپنے یہاں بٹھا کر ان کو کھلائے۔ اور اگر دے دینا چاہتا ہو تو ایک فطرہ (یعنی پونے دو کیلو گیہوں) کی مقدار ہر ایک مسکین کو دیدے (۲) یا پھر دس غریبوں کو اتنا کپڑا دے کہ جس سے ان کا ستر چھپ جائے۔ اگر مرد ہو تو اس کا ستر ڈھانپنے جتنا لمبا کرتہ یا لنگی ہو۔ اور اگر عورت ہے تو اس کا ستر چوں کہ پورا جسم ہے لہٰذا اس کو پورا جسم چھپ جائے اتنا کپڑا دینا ضروری ہے (۳) یا پھر ایک غلام کو آزاد کیا جائے۔ اب اگر ان تین باتوں میں سے کسی کی بھی طاقت نہ ہو؛ تو لگاتار تین دن کے روزے رکھے۔

بعض لوگوں کی غریبوں کو کھانا کھلانے کی، یا کپڑا دینے کی طاقت ہوتی ہے، اس کے باوجود روزے رکھ کر یوں سمجھتے ہیں کہ ہمارا کفارہ ادا ہو گیا؛ تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ روزے والی شکل صرف اسی صورت میں ہے جب کہ کھانا کھلانے کی، یا کپڑا دینے کی طاقت نہ ہو۔

یمین لغو

حدیث ۱۷۱۹:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن عائشة رضی اللہ عنہا **قالت: أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَة: {لَايُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِى أَيْمَانِكُمْ} فى قَوْلِ الرَّجُلِ: لا واللهِ، وَبَلَى واللهِ.** (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ باری تعالیٰ کا ارشاد "لَايُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ أَيْمَانِكُمْ" آدمی کے اس جملہ کے سلسلے میں نازل ہوئی جو یوں کہتا ہے: لَا وَاللهِ بَلٰى وَاللهِ.

افادات:- "یمینِ لغو" میں کفارہ نہیں ہے؛ اس کی کیا شکل ہے؟ احناف کے یہاں اس کی شکل یہ ہے کہ گزشتہ کی کسی چیز پر اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہوئے قسم کھائے تب ہی "یمینِ لغو" ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی تشریح یہ نقل کی گئی ہے کہ کوئی آدمی بلا ارادہ کسی بات پر قسم کھالے، جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات میں بولتے ہیں: واللہ، باللہ (یعنی اللہ کی قسم) حالاں کہ ان کا ارادہ قسم کا نہیں ہوتا۔ تو احناف کے یہاں بھی اگر قسم کھانے کا ارادہ نہ ہو، پھر بھی زبان سے قسم کے الفاظ نکل جائیں، اور وہ چیز زمانۂ ماضی سے تعلق رکھنے والی ہو؛ تب ہی "یمینِ لغو" ہے۔ لیکن اگر آئندہ زمانہ سے تعلق رکھنے والی چیز ہے تو وہ قسم منعقد ہو جائے گی۔ یعنی اگر کسی نے آئندہ کے متعلق کہا کہ: اللہ کی قسم! میں فلاں جگہ نہیں جاؤں گا، اور بعد میں کہتا ہے کہ میرا ارادہ قسم کھانے کا نہیں تھا، مگر میری زبان سے "واللہ" نکل گیا؛ تب بھی ہمارے یہاں قسم منعقد ہو جائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھیۃ الحلف فی البیع وان کان صادقاً

خرید و فروخت میں قسم کھانے کی ممانعت؛ چاہے سچی ہو

حدیث ۱۷۲۰:-

عن أبي هريرةَ رضی الله عنه قال سَمِعتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: ((الحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ)). (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قسم سامان کو چلا دیتی ہے، لیکن کمائی کو مٹا دیتی ہے۔

حدیث ۱۷۲۱:-

وعن أبي قتادة رضی الله عنه أنَّه سمعَ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: ((إيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الحَلِفِ فِي البَيْعِ، فَإنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبیٔ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تم خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو، اس لیے کہ وہ سامان کو تو بکوا دیتی ہے، لیکن برکت کو ختم کر دیتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–تجارت اور بیوپار میں جھوٹی قسم کھانا تو ہے ہی گناہِ کبیرہ؛ لیکن اگر سچی قسم بھی کھائی جائے تو اس سے منع کیا گیا ہے۔ دنیا کے معمولی سامان کو بیچنے کے لیے اللہ کے نام کو بیچ میں لانا؛ در حقیقت اللہ کی عظمت اور اس کی شان کے خلاف ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اس سے آدمی کا سامان تو بک جائے گا، لیکن کمائی کی برکت اُٹھ جائے گی۔ لہٰذا خرید و فروخت میں قسم کھانے کی عادت نہیں ڈالنی چاہیے، اور سچی قسم کھانے سے بھی بچنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراهة أنْ يسأل الإنسان بوجه الله عز وجل غير الجنة وكراهة منع من سأل بالله تعالى وتشفع به

اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ کسی چیز کا سوال کرنا ناپسندیدہ ہے، اور جس سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کیا گیا اس کا سوال کو رَد کر دینا بھی ناپسندیدہ ہے

آدابِ معاشرت کا سلسلہ جاری ہے، جس میں آپس کی گفتگو کے مختلف آداب بتارہے ہیں، اسی ذیل میں ایک باب قائم کیا ہے کہ کوئی آدمی اگر اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ اور کسی چیز کا سوال کرے تو اس سے منع کیا گیا ہے، اگر اللہ کے واسطے سے کوئی چیز مانگنی ہے تو جنت مانگئے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی شان بہت بلند ہے، اس کی عظمت و کبریائی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے واسطہ سے دوسری چیزیں نہ مانگی جائیں۔ کسی بڑی شخصیت کا حوالہ دے کر کوئی آدمی معمولی چیز مانگے تو اس میں جس کا واسطہ دیا گیا ہے اس کی ایک طرح کی توہین اور ناقدری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نام بہت بڑا ہے، اس کی جلالت و عظمت کے پیشِ نظر اس کے واسطہ سے دنیا کی کوئی چیز مانگی ہی نہیں جاسکتی، اس لیے کہ دنیا کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، ہاں! جنت ایک ایسی چیز ہے جو اللہ کے واسطے سے مانگی جاسکتی ہے۔ اسی لیے کوئی انسان اللہ کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ اور کوئی چیز مانگے تو یہ ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک تو مانگنے والے کو یہ ادب سکھلایا گیا۔ دوسری طرف جن کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا جارہا ہے ان کو تاکید کی جارہی ہے کہ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کچھ مانگا، یا کوئی سفارش کی تو پھر آپ انکار مت کرو بلکہ فوراً دیدو۔ اس لیے کہ کتنی بڑی ذات کا آپ کو واسطہ دیا گیا ہے، پھر بھی تم نہ دو؛ تو یہ بھی ایک طرح کی ناقدری اور توہین ہے۔

حدیث ۱۷۲۲ :-

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللهِ إِلَّا الْجَنَّةُ. (رواه أبو داود)

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ کوئی چیز نہیں مانگی جاسکتی۔

اگر احسان کا بدلہ چکانے کی قدرت نہ ہو تو؟

حدیث ۱۷۲۳ :-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسُولُ اللهِ ﷺ: مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ فَأَعِيذُوهُ. وَمَنْ سَأَلَ بِاللهِ فَأَعْطُوهُ. وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ. وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفاً فَكَافِئُوهُ. فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ بِهِ فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ. (حدیث صحیح رواه أبو داود والنسائی بأسانید الصحیحین)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی تم سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پناہ مانگے تو اسے پناہ دو۔ اور کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کوئی چیز مانگے تو اسے دو۔ اور کوئی آدمی آپ کو دعوت دے تو اس کو قبول کرو۔ اور کوئی آدمی آپ کے ساتھ کوئی بھلائی واحسان کرے تو اس کے ساتھ اسی کے مناسب معاملہ کرو (اس کے احسان کا بدلہ چکاؤ) اگر آپ کے پاس اس کے مناسب دینے کے لیے کوئی ماڈی چیز نہیں ہے تو اس کے لیے دعا کرو، اور اتنی دعا کرو کہ تمہارا دل یہ گواہی دے کہ تم نے اس کے احسان کا بدلہ چکا دیا۔

افادات:- (۱) آپ کسی کو کوئی سزا دینا چاہتے ہیں اور اس نے کہا کہ اللہ کے واسطے مجھے سزا مت دو، میرے ساتھ ایسا معاملہ مت کرو، تو جب اس نے اللہ کا واسطہ دیدیا تو اب اس کو پناہ دیدو، اس معاملہ میں اب آگے مت بڑھو۔

(۲) ہم دنیوی اعتبار سے دیکھتے ہیں کہ کوئی بڑا آدمی آکر ہمیں کوئی کام کرنے کے لیے کہے، تو جی نہ چاہتے ہوئے بھی ہم اس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کام کو کر دیتے ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا جا رہا ہو، اس کے بعد بھی کوئی انکار کرے؛ تو بہت غلط اور نامناسب ہے۔

(۳) اگر کسی نے آپ کو ہدیہ میں کوئی چیز دی تو آپ بھی اس کے بدلہ میں اس کو کوئی چیز دیجیے۔ اس نے آپ کے ساتھ جیسا احسان کیا ہے، آپ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی احسان کیجیے۔ آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ بھی یہی تھی کہ کوئی آدمی آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرتا تو آپ بھی اس کے جواب میں اس کو عنایت فرماتے، بلکہ آپ جو دیتے وہ اس سے بہت زیادہ ہوتا تھا۔ اب اگر کسی نے آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کو کچھ مال دیا اور آپ کی مالی کمزوری کی وجہ سے اور اقتصادی طور پر استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے آپ اس کے ساتھ ویسا معاملہ نہیں کر سکتے، تو اس کے لیے خوب دعاؤں کا اہتمام کرو۔ اس لیے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ کوئی آدمی کسی کو کوئی چیز دے اور وہ اس کے جواب میں ”جزاک اللہ خیراً“ کہے تو اس نے اس کے احسان کا بدلہ چکا دیا۔ اس لیے کہ یہ دعا دے کر گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں تو آپ کے احسان کا بدلہ دینے سے قاصر ہوں، اس لیے میں اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس احسان کا بدلہ میری طرف آپ کو چکائے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑی چیز آپ اور کیا دے سکتے ہیں؟

تسکین میرٹھی ایک شاعر ہیں جنہوں نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے مکتوبات کو ”مکاتیبِ اسعد“ کے نام سے جمع کیا ہے، ان کا ایک شعر ہے:

گدا کو بھی اہلِ کرم کم نہ سمجھیں
بہت کچھ دیا جس نے دِل سے دُعا دی

اس لیے کوئی آدمی مادّی طور پر کسی کے احسان کا بدلہ نہ چکا سکتا ہو، تو اس کے لیے دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا دائمی معمول

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی میں لکھاہے کہ: جن جن لوگوں کے میرے ساتھ جس جس نوع کے بھی احسانات (جانی، مالی، جاہی، علمی، سلوکی، اخلاقی) ہیں؛ مَیں ان کے لیے دعاؤں کا بڑا اہتمام کرتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم، انعام واحسان سے اپنی شایانِ شان ان کے احسانات سے بہت زیادہ بڑھاکر ان کو بدلہ عطا فرمائے۔ میری یہ دعا اپنے سارے محسنوں کے لیے بیس برس کی عمر سے روزمرّہ کی اہم دعاؤں میں شامل ہے۔ اس میں تخلّف تو یاد نہیں کہ کبھی عمر بھر میں ہوا ہو، کئی کئی مرتبہ ہو جاتی ہے، ماہِ مبارک اور سفرِ حجاز میں تو خوب یاد ہے (اور حضرت شیخ (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ) یہ سیہ کار، نابکار، بے کار وبدکار اپنے محسنوں کے احسانات کا بدلہ بجز دعا کے اور کچھ نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ ہی اپنے کرم سے قبول فرمائے۔ (انتہیٰ بلفظہٖ)

ویسے شرافت ومروّت کا تقاضہ یہی ہے اور نبیٔ کریم ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے کہ جس کا جو بھی احسان ہو، اس کے لیے اس کے مناسب دعاؤں کا اہتمام کیا جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم قوله: شاهنشاه للسلطان وغیره

لأن معناه ملك الملوك، ولا يوصف بذٰلك غير الله سبحانه وتعالى

جو القاب حق تعالیٰ کے لیے خاص ہیں ان سے کسی بھی آدمی کو ملقب کرنا حرام ہے

اس باب میں ایک اور ادب سکھایا جاتا ہے کہ بعض القاب وصفات ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، اس لیے ان القاب وصفات سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کو یاد نہ کیا جائے۔ جیسے: "ملک الملوک" بادشاہوں کا بادشاہ۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے، اور یہ لقب اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتا ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

ذلیل ترین نام

حدیث ۱۷۲۴:-

وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبيِّ ﷺ قال: إنَّ أَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللهِ -عز وجل- رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الأَمْلَاكِ. (متفق عليه)

قال سُفيانُ بن عُيَيْنَةَ: ((مَلِكُ الأَمْلَاكِ)) مِثْلُ: شَاهِنْ شَاهِ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل نام اس آدمی کا ہے جس نے اپنے آپ کو "مَلِكُ الأَمْلَاكِ" سے موسوم کیا۔

حضرت سفیان بن عیینہ (رحمۃ اللہ علیہ) بہت بڑے محدث اور بزرگ تھے جو اس روایت کے ناقلین میں سے بھی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: شہنشاہ جو نام رکھا جاتا ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے۔

افادات:–یعنی جو آدمی اپنا نام "مَلِكُ الأَمْلَاكِ" رکھے، یا کوئی دوسرا اس کا نام "مَلِكُ الأَمْلَاكِ" رکھے اور وہ اس کو منظور رکھے، تو یہ اس کے حق میں بڑی ذلیل ترین حرکت ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے قول کا حاصل یہ ہے کہ اس روایت میں "مَلِکُ الأمْلَاکِ" کی جو ممانعت آئی ہے وہ عربی زبان کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ کسی بھی زبان میں اس مفہوم کو ادا کرنے والا جو لفظ ہوگا، اس نام سے کسی کو موسوم کرنا جائز نہیں۔ جیسے: فارسی میں شہنشاہ کا لفظ ہے جو اصل میں شاہِ شاہاں ہے، جس میں اضافتِ مقلوبی ہے، جیسے: پیرانِ پیر بولا جاتا ہے، وہ اصل میں پیرِ پیراں تھا، پیروں کے پیر۔ اسی طرح شاہِ شاہاں کو شہنشاہ بولا جاتا ہے۔ اور ہندی زبان میں "مہاراجہ" بھی اسی معنیٰ میں ہے، اس لیے کسی کا ایسا نام رکھنا جائز نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سماج میں رائج ایک خرابی

اسی طریقہ سے کوئی ایسا نام ہو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو، اگرچہ اس کا نام تو ایسا نہیں رکھا گیا لیکن معاشرہ میں لوگ اس کو اس نام سے پکارتے ہیں؛ تو اس سے بھی بچنا چاہیے۔ جیسا کہ ہمارے معاشرہ میں اللہ کے کسی نام کے ساتھ ”عبد“ ملا کر نام رکھا جاتا ہے، جیسے: عبد الرحمٰن، عبد الستار، عبد الجبار۔ تو اب لوگ صرف ”رحمٰن، ستار، جبار“ کہہ کر پکارتے ہیں؛ یہ درست نہیں ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ: جس معاشرہ وسماج میں ایسا پکارنے کا رواج ہو، وہاں اس طرح کے نام نہیں رکھنے چاہئیں۔ اور بعض لوگ تو پھر ایسے نام کو تصغیر یا توہین کے ساتھ پکارتے ہیں، حالاں کہ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے نام کو اگر بگاڑ کر پکارا جائے تو یہ کفر تک پہنچانے والا عمل ہے، اس لیے اس سے اپنے آپ کو بہت بچانے کی ضرورت ہے، لیکن ہمارے معاشرہ میں لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا بولتے ہیں اور اپنی ناواقفیت کی وجہ سے کفر تک پہنچ جاتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهي عن مخاطبة الفاسق

والمبتدع ونحوهما بِسَيِّدِي ونحوه

فاسق اور بدعتی یا ان جیسے اللہ کے نافرمان کافر و مشرک کو

"میرے آقا" کہہ کر پکارنے کی ممانعت

حدیث ۱۷۲۵:-

عن بُرَيْدَةَ ﷺ قالَ قالَ رسُولُ الله ﷺ: لاَتَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ، فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّداً فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ-عزوجل-. (رواه أبو داود بإسنادٍ صحيح)

ترجمہ:- حضرت بریدہ اَسلمی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: منافق یا فاسق کو سید (سردار) مت کہو؛ اس لیے کہ اگر منافق (فاسق و مشرک) سردار بن گیا تو تم نے (اس کو سردار بنا کر) اپنے رب کو ناراض کیا۔

افادات:- منافق، فاسق، کافر و مشرک: یہ سب اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور دشمن ہیں، ان کو سید و سردار کہہ کر پکارنا نہایت غلط ہے، جیسے: آپ کے کسی دشمن کو آپ کا بیٹا یا آپ کا دوست یا آپ کا کوئی ماتحت کسی اچھے لقب سے پکارے تو اس کو آپ گوارا کرلیں گے؟ نہیں! بلکہ فوراً اس پر اپنی ناراضگی کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اظہار کریں گے کہ ہمارے دشمن کو عزت کے القاب سے کیوں پکارتے ہو؟اسی طرح سے یہاں پر بھی ہے کہ کسی فاسق وفاجر اور بدعتی ومشرک کو عزت کا لقب دے کر پکارنے کی اجازت نہیں ہے،اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھۃ سبّ الحمّٰی

بخار کو برا بھلا کہنے کی کراہت و ممانعت

بعض مرتبہ کوئی بیماری طول پکڑ جاتی ہے تو اس سے تنگ ہو کر آدمی اس بیماری ہی کو برا بھلا کہنے لگتا ہے، حالاں کہ اس کو برا بھلا کہنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ یہ بیماری تو اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آئی ہے۔ جیسے: کوئی آدمی جب مصائب میں گرفتار ہوتا ہے اور تکالیف کا شکار ہوتا ہے تو وہ زمانہ کو ہی برا بھلا کہنے لگتا ہے، گویا وہ یوں سمجھتا ہے کہ زمانہ ہی مصائب و تکالیف کو بھیجنے والا ہے، اور اس سے یہ برائیاں مجھ تک پہنچی ہیں، حالانکہ حقیقت میں جو کچھ بھی اس کو پہنچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہنچتا ہے۔ جب وہ زمانہ کو برا بھلا کہے گا تو اس کی برائی اللہ تعالیٰ تک پہنچے گی، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی بخار کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث ۱۷۲۶:-

عن جابر رضی اللہ عنہ أَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ دَخلَ علی أُمِّ السّائِبِ، أو أُمِّ المُسَیِّبِ فَقَالَ: مَا لَكِ یَا أُمَّ السّائِبِ- أو یَا أُمَّ المُسَیِّبِ- تُزَفْزِفِینَ؟ قَالَتْ: الحُمَّی لَا بَارَكَ اللہُ فِیهَا! فَقَالَ: ((لَا تَسُبِّي الحُمَّی فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَایَا بَنِي آدَمَ كَمَا یُذْهِبُ الكِیرُ خَبَثَ الحَدِیدِ)). (رواہ مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

((تُزَفْزِفِينَ)) أيْ تَتَحَرَّكِينَ حَرَكَةً سَرِيعَةً، وَمَعْنَاهُ: تَرْتَعِدُ. وَهُوَ بِضَمِّ التاء وبالزاى المكررة والفاء المكررة، وَرُوِيَ أيضاً بالراء المكررة والقافين.

ترجمہ:–حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابیہ اُم سائب یا اُم مسیّب کے پاس تشریف لے گئے (بخار کی وجہ سے وہ کانپ رہی تھیں) نبیؐ کریم ﷺ نے فرمایا: اے اُم سائب یا اُم مسیّب! کیا بات ہے؟ کیوں کانپ رہی ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا: بخار ہے؛ اللہ پاک اس میں برکت نہ دے۔ تو نبیؐ کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: بخار کو برا بھلا مت کہو؛ اس لیے کہ وہ انسانوں کے گناہوں کو اس طرح ختم کرتا ہے جس طرح بھٹّی لوہے کے میل کچیل کو صاف کرتی ہے۔

افادات:–یہاں اگرچہ بخار کو گالی نہیں دی، بلکہ اس سے تنگ آکر اس کے لیے بد دعائیہ جملہ استعمال کیا تھا، اور گالی کے الفاظ بھی تنگ آکر ہی استعمال کئے جاتے ہیں؛ اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی تنگ آنے والی کیفیت کا اظہار جن الفاظ میں بھی ہو، چاہے بد دعا کی شکل میں ہو یا اور کسی طریقہ سے ہو؛ اس کی ممانعت ہے۔

اور اس روایت سے معلوم ہوا کہ آدمی جب بخار میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے، جیسے: لوہے کو جب بھٹّی میں ڈالا جاتا ہے تو لوہا ایک دم صاف شفاف ہو جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهي عن سب الريح وبيان ما يقال عند هُبُوبِهَا

ہوا کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

اور جب ہوا چلے تو اس وقت کیا پڑھنا چاہیے؟

حدیث ۱۷۲۷:-

عن أبي المنذِرِ أُبَي بن كعب رضي الله عنه قال قالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((لاَ تَسُبُّوا الرِّيحَ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَا تَكْرَهُونَ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ. وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ)). (رواه الترمذي، وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ:- حضرت اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہوا کو بُرا بھلا مت کہو، اگر کوئی ایسی چیز دیکھو جو تمہاری طبیعت کے خلاف ہے (جیسے آندھی طوفان اور تیز ہوا چل رہی ہو، تو برا بھلا کہنے مت لگ جاؤ، بلکہ اس وقت) یہ دعا پڑھو: اے اللہ! اس ہوا کی بھلائی اور اس میں جو بھلائی رکھی گئی ہے، اور یہ ہوا جن چیزوں کو لے کر بھیجی گئی ہے: اس کی بھلائی کا مَیں آپ سے سوال کرتا ہوں۔ اور اس ہوا کی برائی اور اس کے اندر جو برائی رکھی گئی ہے، اور یہ ہوا جن بری چیزوں کو لے کر بھیجی گئی ہے: اس سے مَیں پناہ مانگتا ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:– مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے اپنا کام کرتی ہے، اگر اس کی طرف سے ہمیں کوئی بھلائی، خیر وراحت اور فائدہ پہنچ رہا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہے۔ اور اگر اس کی طرف سے ہمیں کوئی تکلیف وشر پہنچتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی حکم سے ہے۔ اس لیے اس کے خیر کے ملنے اور اس کے شر سے بچنے کی اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرنی چاہیے۔

ہَوا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

حدیث ۱۷۲۸:-

عن أبي هريرة رضی الله عنه قال سمعتُ رسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: الرِّيحُ مِنْ رَوحِ اللهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِي بِالعَذَابِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَاتَسُبُّوهَا، وَسَلُوا اللهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا. (رواه أبو داود بإسناد حسن)

قوله- ﷺ -: ((مِنْ رَوْحِ اللهِ)) هو بفتح الراء: أي رَحْمَتِهِ بِعِبَادِهِ.

ترجمہ:– حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیِٔ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ہَوا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے (اللہ کے نیک بندوں کے لیے) وہ رحمت لے کر آتی ہے اور (گنہگاروں اور نافرمانوں کے لیے) عذاب بن کر آتی ہے۔ لہٰذا جب تم دیکھو (کہ تیز و تند ہَوا چل رہی ہے) تو اس کو برا بھلا مت کہو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر مانگو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

جب تیز ہَوا چلے اس وقت یہ دعا پڑھے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۱۷۲۹ :-

وعن عائشة رضی الله عنها قالت: کان النَّبِيُّ ﷺ - إذا عَصَفَتِ الرِّيحُ قال: ((اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرسِلَتْ بِهِ، وأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرسِلَتْ بِهِ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب ہَوا کو تیز چلتا ہوا دیکھتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اے اللہ! اس ہَوا کی بھلائی اور جو بھلائی اس کے اندر رکھی ہوئی ہے، اور جس بھلائی کو لے کر وہ بھیجی گئی ہے؛ اس کا مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اور اس ہَوا کی برائی اور جو برائی اس کے اندر ہے، اور جس برائی کے ساتھ وہ بھیجی گئی ہے؛ اس سے مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهة سب الديك

مرغ کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

حدیث ۱۷۳۰:-

عن زيد بن خالد الجُهَنِيِّ -رضی الله عنه- قال: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: ((لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ، فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ)).

(رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت زید بن خالد جُهَنِي (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا بھلا مت کہو، اس لیے کہ وہ نماز کے لیے اُٹھاتا ہے۔

افادات:- عام طور پر تہجد کا وقت جب شروع ہوتا ہے اس وقت وہ بولتا ہے، پھر جب صبح صادق ہوتی ہے اس وقت بھی بولتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تو اچھائی کے لیے بولتا ہے، اس لیے اس کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔

اور حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ: مرغ فرشتے کو دیکھ کر بولتا ہے، اور گدھا یا کتا شیاطین کو دیکھ کر چلاتے ہیں۔ اس لیے جب گدھا یا کتا چلاّئے تو "أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" پڑھنا چاہیے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے خیر مانگنی چاہیے(۱)۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا. وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا.(صحیح مسلم، باب اسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ عِنْدَ صِيَاحِ الدِّيكِ)

وعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ وَنَهِيقَ الْحُمُرِ بِاللَّيْلِ فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ.(سنن ابوداود، باب مَا جَاءَ فِي الدِّيكِ وَالْبَهَائِمِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَاب النهي عن قول الإنسان: مُطِرنا بِنَوْءِ كَذَا

کسی انسان کا یہ کہنا کہ فلاں ستارہ اور نچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی، یہ ممنوع ہے

بعض مخصوص ستاروں کی چال، ہیئت کی وجہ سے نجومی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ آج فلاں ستارہ فلاں بُرج میں پہنچا ہے تو بارش تیز ہوگی، یا ہلکی ہوگی، یا بالکل ہی نہیں ہوگی۔ تو ستاروں کی بنیاد پر بارش وغیرہ کا حساب لگاتے ہیں اس کو نچھتر کہتے ہیں اور عربی میں اُسے "نَوْءٌ" کہتے ہیں، اور گجراتی میں "નક્ષત્ર" کہتے ہیں۔

شرکیہ عقیدہ

حدیث ۱۷۳۱:-

عن زيد بن خالد رضي الله عنه قال: صلَّى بنا رسولُ الله ﷺ صَلَاةَ الصُّبحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فقالَ: ((هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟)) قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قال: ((قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي، وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وأما مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ)). (متفق عليه)

وَالسَّمَاءُ هُنَا: المَطَرُ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:– حضرت زید بن خالد جہنی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو مقامِ حدیبیہ میں فجر کی نماز ایسی حالت میں پڑھائی کہ اس رات بارش ہوئی تھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پرودگار نے آج کیا فرمایا؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں (جب تک کہ وہ ہمیں نہیں بتائیں؛ ہمیں کیسے پتہ چلے گا) حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ باری تعالیٰ نے یوں فرمایا: میرے بندوں میں بعضوں نے مجھ پر ایمان کی حالت میں صبح کی، اور بعضوں نے میرے ساتھ کفر کی حالت میں صبح کی۔ چناں چہ جن لوگوں نے اس بارش کے نتیجے میں یوں کہا کہ یہ بارش اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہوئی ہے؛ وہ تو مجھ پر ایمان رکھنے والے اور ستاروں (کی تاثیر) کا انکار کرنے والے ہیں۔ اور جو یوں کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کی (تاثیر کی) وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرا انکار کرنے والا اور ستاروں کی تاثیر کو ماننے والا ہے۔

افادات:– یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب نبی کریم ﷺ عمرہ کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے احرام باندھ کر آئے تھے اور مکہ والوں نے حضور ﷺ اور صحابہ کو حدیبیہ میں روک دیا تھا، آپ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ وہیں قیام پذیر تھے کہ ایک رات بارش ہوئی، اسی دن فجر کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی واقعۃً یہ سمجھتا ہو کہ بارش ستاروں کی گردش اور چال کی وجہ سے ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اس میں دخیل نہ سمجھتا ہو؛ تب تو وہ حقیقۃً کافر ہے۔ اور اگر وہ ایسا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں سمجھتا بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ بارش تو اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کی وجہ سے ہوتی ہے؛ لیکن ستارے کو علامت اور نشانی سمجھتا ہے؛ تو اس صورت میں کافر تو نہیں ہو گا؛ لیکن کفریہ عقیدے کی مشابہت کی وجہ سے ایسا بولنا بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم قوله لمسلم: یا کافر

کسی مسلمان کو "اے کافر" کہہ کر پکارنا حرام ہے

زبان سے تعلق رکھنے والی مختلف باتیں اور متفرق آداب پچھلے کئی ابواب سے چل رہے ہیں۔ آج عنوان قائم کیا ہے کہ کوئی آدمی کسی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارے؛ تو یہ حرام ہے۔اس سلسلہ میں روایت پیش فرماتے ہیں۔

حدیث ۱۷۳۲:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ -: ((إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، فَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ)) (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کو "اے کافر" کہہ کر پکارتا ہے؛ تو دونوں میں کوئی ایک ضرور اس لقب کو لے کر لوٹتا ہے۔اب جس کو کافر کہہ کر پکارا ہے اس میں واقعتاً کوئی بات کفر کی پائی جاتی ہے (یعنی اس نے کوئی ایسا کام کیا ہے، یا کوئی بات ایسی کہی ہے جس کی وجہ سے وہ اصولی طور پر اسلام سے نکل کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے) تب تو ٹھیک ہے؛ ورنہ وہ جملہ اس کے کہنے والے کی طرف ہی لوٹے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:—مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو مسلمان نہ سمجھتے ہوئے جان بوجھ کر کافر کہا، سب و شتم اور گالی کے طور پر نہیں کہا، بلکہ اس پر کافر ہونے کا حکم ہی لگانا چاہتا ہے؛ تو اس صورت میں یہ ہے کہ جس کو کافر کہا گیا ہے اس میں اگر کفر کی کوئی بات موجود نہیں تو پھر کہنے والا ہی کافر ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں کفر کی بات موجود ہے، یا اس کو کافر سمجھ کر کافر نہیں کہا، بلکہ بطور گالی کے یہ جملہ کہا ہے؛ تب بھی ایسا کہنا حرام ہے، اس صورت میں بھی ایسا جملہ کہنا اس کے لیے نقصان سے خالی نہیں ہے۔ ہمارے حضرت فقیہ الامت مفتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ: نجاست کے دلدل میں کوئی آدمی اگر پتھر پھینکے گا تو اس کے چھینٹے خود اسی پر اُڑیں گے۔

ورنہ وہ بول کہنے والے کی طرف لوٹیں گے

لعنت کے سلسلہ میں (حدیث کے اصلاحی مضامین، جلد:۱۳) میں تفصیل بتائی جا چکی ہے، تکفیر کے سلسلہ میں بھی وہی بات ہے۔ حضرت علامہ کشمیری (رحمۃ اللہ علیہ) نے لعنت کے سلسلہ میں بہت عمدہ مثال ارشاد فرمائی ہے کہ: گیند کو اگر آپ سامنے کسی جگہ پر ماریں تو اگر وہ جگہ نرم ہوگی اور اس گیند کو اپنے اندر اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوگی؛ تب تو وہ گیند اندر گھس جائے گی اور وہیں رہ جائے گی۔ لیکن اگر وہ جگہ سخت ہوگی تو پھر وہ گیند جتنی قوت سے سامنے کی طرف پھینکی گئی ہے اتنی ہی قوت سے پھینکنے والے کی طرف

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لوٹ کر آئے گی۔ ایسے ہی یہاں پر بھی ہے کہ جس کو کافر کہا گیا ہے، اگر اس میں کفر کی کوئی بات موجود ہے، تب تو ٹھیک ہے؛ ورنہ یہ جملہ کہنے والے کی طرف ہی لوٹے گا۔

نقصان کہنے والے ہی کو بھگتنا پڑے گا

حدیث ۱۷۳۳:-

وعن أبي ذرٍّ رضی الله عنه: أنَّه سَمِعَ رسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: مَنْ دَعَا رَجُلاً بالكُفْرِ، أو قالَ: عَدُوَّ اللهِ وَلَيْسَ كَذلكَ إلاَّ حَارَ عَلَيْهِ. (متفق عليه)

((حَارَ)): رَجَعَ.

ترجمہ:– حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس آدمی نے کسی مؤمن کو کفر سے یاد کیا (یعنی یوں کہا: اے کافر) یا یوں کہا: اے اللہ کے دشمن (حالاں کہ مؤمن تو اللہ کا دوست ہوتا ہے) اور وہ ایسا نہیں ہے (یعنی اس میں کفر کی کوئی بات نہیں ہے، یا اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی ہے جس کی بنیاد پر اس کو اللہ کے دشمن سے پکارا جائے) تو یہ جملہ اس کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔

افادات:– گویا اس صورت میں اس جملہ کا نقصان کہنے والے ہی کو بھگتنا پڑے گا۔ اس لیے ایسے جملے بولنے سے بہت زیادہ احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا

ویسے بھی فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ کسی کے اوپر کفر کا حکم لگانا بہت خطرناک ہے۔ اگر کسی نے کوئی ایک بات کہی جس کے سو مطلب نکل سکتے ہیں اور ان میں سے ننانوے مطلب ایسے ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے لیکن ایک مطلب ایسا ہے جس کی وجہ سے کفر لازم نہیں آتا؛ تب بھی اس پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگا سکتے ہیں۔ یہ اس وقت ہے جبکہ اس نے خود اپنی بات کا مطلب متعین نہ کیا ہو، اور اگر وہ یوں کہے کہ میں نے جو جملہ کہا ہے اس کا یہی مطلب ہے، اور وہ مطلب کفریہ ہے؛ تب تو اس پر کفر کا حکم لاگو پڑ سکتا ہے۔ لیکن اگر اس نے کوئی وضاحت نہیں کی ہو تو ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ محض احتمال کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم لگائیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهي عن الفحش وبذاء اللسان

بے حیائی اور بدزبانی کی ممانعت

اپنی زبان سے ایسی باتیں نکالنا جو بے حیائی کی ہوں ، جیساکہ بعضوں کا مشغلہ ہی ہوتا ہے کہ لوگوں کو ہنسانے کے لیے بے حیائی کے کلمات بولتے رہتے ہیں؛ تو یہ حرام ہے۔اسی طرح سے بدکلامی کرنے کی بھی ممانعت آئی ہے۔

مومن ایسا نہیں ہوتا

حدیث ۱۷۳۴ :-

عن ابن مسعودٍ رضی الله عنه قال قالَ رسولُ اللهِ ﷺ : ((لَيْسَ المُؤْمِنُ بالطَّعَّانِ، وَلاَ اللَّعَّانِ، وَلاَ الفَاحِشِ، وَلاَ البَذِيِّ)) (رواه الترمذی، وقال: حديث حسن)).

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن طنز و طعن کرنے والا، اور لعنت بھیجنے والا، اور فحش گو (یعنی اپنی زبان سے بے حیائی کی باتیں نکالنے والا) اور بدکلام نہیں ہوتا۔

افادات:- (۱) ایک بات کسی کو صاف طور پر کہنے کے بجائے لپیٹ کر کہنا؛ جس کو ٹونٹنگ کہتے ہیں۔ کلام کے درمیان ایسے جملے استعمال کرنا جس سے وہ یہ سمجھے کہ اس سے میری ہی طرف اشارہ ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان الفاظ کے ذریعہ مجھے ہی مخاطب بنایا جارہا ہے اور میرے اوپر ہی الزام لگایا جارہا ہے، تو یہ جائز نہیں ہے۔ اس لیے کسی مؤمن کو اس طرح لپیٹ کر مخاطب کرنا جس کی وجہ سے اس کی دل آزاری ہو اور دل دُکھے، اسی کو طنز سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ اور یہ حرام ہے۔

پہلے بھی آچکا ہے کہ مؤمن کی عزت وحرمت کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی وقعت واہمیت ہے، اور ایسی کوئی بات کہنا جس سے اس کی عزت کے اوپر آنچ آتی ہو؛ اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

(۲) بات بات میں بددعائیہ کلمات کہنا؛ یہ بھی مؤمن کی شان نہیں ہے۔ پہلے بھی بتایا جاچکا کہ اگر کسی نے کسی پر لعنت بھیجی، یا کسی کو بددعائیہ جملہ کہا، اور جس کو کہا گیا ہے وہ اس کا اہل نہیں ہے؛ تو یہی جملہ خود اس کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔

(۳) بے حیائی کی باتوں سے بہت سختی سے منع کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے۔

(۴) مؤمن بدکلام نہیں ہوتا۔ بے حیائی کے علاوہ زبان کی بے احتیاطیوں کو بذاءت یعنی بدکلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شرم وحیاء خوبی پیدا کر دیتی ہے

حدیث ۱۷۳۵ :-

وعن أنسٍ رضی اللہ عنہ قال قالَ رسولُ اللہِ ﷺ :((مَا كَانَ الفُحشُ فِي شَيءٍ إلاَّ شَانَهُ، وَمَا كَانَ الحَيَاءُ فِي شَيءٍ إلاَّ زَانَهُ)). (رواہ الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس چیز میں بے حیائی ہوتی ہے وہ اس میں عیب پیدا کر دیتی ہے۔ اور جس چیز میں شرم وحیا ہوتی ہے وہ اس میں زینت وخوبی پیدا کر دیتی ہے۔

افادات:- شرم وحیا جہاں بھی آئے گی وہ خوبی لے کر ہی آئے گی۔ اور بے حیائی وبے شرمی عیب لے کر ہی آئے گی۔ دورِ حاضر میں جس تہذیب کو پھیلایا جارہا ہے اس کی بنیاد ہی بے حیائی پر ہے، اور پہلے بھی گزر چکا ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ نبیؐ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حیا اور ایمان دونوں جُڑواں ہیں، ایک جہاں ہوگا وہاں دوسرا بھی ہوگا، اور جہاں سے ایک رخصت ہوگا وہاں سے دوسرا بھی چلا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهة التقعير في الكلام والتشدُّق فيه وتكلف الفصاحة واستعمال وحشي اللُّغة ودقائق الإعراب في مخاطبة العوام ونحوهم

بات کو گلے کے اندر سے بہ تکلف کہنے، اپنی بات میں فصیح وبلیغ جملے بہ تکلف بولنے کا اہتمام کرنے کی ممانعت

اور اپنے کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جس کا معنٰی عام طور پر لوگ جانتے نہ ہوں، اور عوام سے بات کرتے ہوئے ان کی سطح سے اوپر کے کلمات استعمال کرنے کی ممانعت

اگر کسی آدمی کی زبان ہی شستہ وصاف ہو کہ غیر اختیاری طور پر اس کی زبان سے فصیح کلمات نکلتے ہیں؛ تب تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کسی کی زبان میں تو یہ خوبی نہیں ہے پھر بھی وہ بہ تکلف ایسے فصیح کلمات نکالتا ہے۔ یا عوام کے ساتھ ان کی سطح سے اونچے الفاظ میں بات چیت کرتا ہے کہ وہ ان الفاظ کے معانی کو آسانی سے سمجھ ہی نہیں سکتے؛ تو اس کو پسند نہیں کیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک لطیفہ

جیسے: ایک مرتبہ لکھنؤ کے نواب صاحب کے پاس ان کی رعیت کے کچھ کسان لوگ ملاقات کے لیے آئے تو نواب صاحب نے ان سے پوچھا: اِمسال کِشتِ زارِ گندم میں تقاطرِ اَمطار کیسا ہے؟ یعنی آپ کے گیہوں کے کھیت میں بارش کا کیا حال ہے؟ وہ بیچارے دیہاتی لوگ تھے، اس بات کو کہاں سمجھ پاتے، آپس میں کہنے لگے کہ: اس وقت نواب صاحب کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں، چلو! بعد میں ملیں گے۔

خلاصہ یہ کہ بات کرتے ہوئے ایسے کلمات استعمال کرنا جس سے سامنے والا بات نہ سمجھ سکے، یہ تکلف ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

"مُتَنَطِّع" ہلاک ہوئے

حدیث ۱۷۳۶:-

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ: أَنَّ النبيَّ ﷺ قال: ((هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ.)) قَالَهَا ثَلَاثًا. (رواہ مسلم)

((الْمُتَنَطِّعُونَ)): الْمُبَالِغُونَ فِي الأُمُورِ.

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: "مُتَنَطِّع" ہلاک ہوئے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:– "مُتَنَطِّعْ" یعنی جو کسی بھی چیز میں مبالغہ آرائی کرنے والے اور حد سے آگے بڑھنے والے ہوں، چاہے بولنے کا ہی معاملہ ہو۔

ٹی وی اور ڈرامے دیکھنے کی نحوست

آج کل سینما، ٹی وی وغیرہ میں جو مختلف ڈرامے دکھلائے جاتے ہیں اور اس میں جتنے بھی ڈائیلاگ اور جملے ہوتے ہیں، وہ سب تکلّفات کے قبیل سے ہی ہوتے ہیں، پھر ان کو دیکھ کر اور سن کر لوگ بھی انہیں جملوں کو استعمال کرنے لگتے ہیں؛ وہ سب اس وعید میں داخل ہیں۔ بہت سے چھوٹے بچے بھی جو تعلیم کی باتیں نہیں سمجھتے لیکن ایسی باتوں کو دیکھ کر اور سن کر جب دُہراتے ہیں تو وہ ایسی اونچی ہوتی ہیں جس کو سن کر آدمی حیرت میں پڑ جائے کہ بڑا ذہین اور سمجھدار بچہ معلوم ہوتا ہے؛ لیکن پڑھائی کے معاملہ میں جب اسی بچے کے متعلق اس کے استاذ سے پوچھا جاتا ہے تو وہ یہ رپورٹ دیتے ہیں کہ بالکل غبی ہے۔ یہ ساری نحوست بچپن سے ٹی وی دیکھتے رہنے کی ہوتی ہے کہ اسی کو دیکھ دیکھ کر اور سن سن کر اس کے عادی بن جاتے ہیں لیکن فہم وسمجھ کو بڑھانے والی صلاحیت ان میں پیدا نہیں ہوتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو ناپسند کرتے ہیں

حدیث ۱۷۳۷:-

وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما: أَنَّ رَسُولَ اللهِ - ﷺ - قال: ((إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ البَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَتَخَلَّلُ البَقَرَةُ)). (رواه أبوداود والترمذي، وقال: حديث حسن)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بلاغت کا کلام کرنے والے آدمی کو ناپسند کرتے ہیں جو اپنی زبان کو اس طرح موڑتا ہے جیسے گائے چارا کھاتے وقت اپنی زبان کو موڑتی ہے۔

افادات:- گائے چارا کھا کر پہلے اندر اتار لیتی ہے، پھر جگالی کرنے کے لیے جب اس کو دوبارہ منھ میں واپس لاتی ہے اس وقت اپنی زبان کو پورا موڑ لیتی ہے۔ جو آدمی بہ تکلّف بلاغت پیدا کرتا ہے وہ بھی اپنی زبان کو گویا گائے کی طرح موڑتا ہے؛ ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کلام کے اندر بھی سادگی پسندیدہ ہے۔

دربارِ نبوت میں محبوب ترین کون؛ اور مبغوض ترین کون؟

حدیث ۱۷۳۸:-

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وعن جابر بن عبد الله (رضی اللہ عنہما) **أَنَّ رسُولَ الله ﷺ قال: إنَّ مِنْ أحَبِّكُمْ إِلَيَّ، وأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِساً يَومَ القِيَامَةِ، أحَاسِنَكُمْ أَخْلاَقاً. وإنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ، وأَبْعَدَكُمْ مِنِّي يَومَ القِيَامَةِ، الثَّرْثَارُونَ وَ المُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ.** (رواه الترمذی،وقال: حديث حسن). وقد سبق شرحه في بَابِ حُسْنِ الخُلُقِ.

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وپسندیدہ، اور قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والے؛ وہ لوگ ہوں گے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھے ہوں۔ اور تم لوگوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض و ناپسندیدہ، اور قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ دور؛ وہ لوگ ہوں گے جو بات کرنے میں کثرت سے تکلّف کرنے والے ہوں (گویا ان کا مزاج ہی تکلّف والا بن گیا ہو) اور جو بہ تکلّف منھ بھر بھر کر باتیں کرنے کے عادی ہوں، اور جو اپنی بڑائی جتلانے کے لیے بات کرنے والے ہوں۔

افادات:- جن کے اخلاق اچھے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کو بہت زیادہ محبوب اور پسند ہیں اور قیامت کے روز ان کا مقام حضور ﷺ سے قریب ہوگا۔

بعض لوگوں کا بات کرنے کا انداز ہی ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنی بڑائی اور فوقیت جتلانا چاہتے ہیں؛ ایسے لوگ حضور اکرم ﷺ کی نگاہوں میں ناپسندیدہ ہیں اور قیامت کے روز حضور سے دور ہوں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھة قوله: خَبُثَتْ نَفْسی

کسی کلام کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے دو کلمات ہیں اور دونوں ایک ہی مطلب و مفہوم کو ادا کرتے ہیں؛ لیکن ان میں سے ایک کلمہ بھاری ہوتا ہے، جسے سننے کو طبیعت پسند نہیں کرتی، اور دوسرے کلمہ میں وہ برائی نہیں ہوتی؛ تو شریعت یہ ہدایت دیتی ہے کہ جب اس مفہوم کو ادا کریں تو جس کلمہ میں وہ برائی نہیں ہے اس کو استعمال کیجیے۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھئے کہ آپ کسی کو بے وقوف کہنا چاہتے ہیں تو ایک تو یہ ہے کہ آپ اسے بے وقوف کہیں، اور دوسرا یہ ہے کہ آپ اس کو گدھا کہیں۔ جب کسی کو گدھا کہا جاتا ہے تو بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے، حالاں کہ دونوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے، بولنے والا گدھا بول کر بھی سامنے والے کو بے وقوف ہی کہنا چاہتا ہے؛ لیکن لفظ گدھا سن کر سننے والے کو زیادہ وحشت ہوتی ہے۔ تو دیکھو! ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے دو لفظ ہیں لیکن دونوں میں سے ایک لفظ اتنا بھاری نہیں لگتا جتنا دوسرا لگتا ہے۔

تعبیر کے دو انداز

حدیث ۱۷۳۹:-

عن عائشة رضی الله عنها عن النبیّ -صلی الله علیه وسلم- قال: ((لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: خَبُثَتْ نَفْسِى، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ: لَقِسَتْ نَفْسِى)) (متفق علیه)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى ((خَبُثَتْ)): غَثَتْ، وَهُوَ مَعْنَى: ((لَقِسَتْ)) وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی "خَبُثَتْ نَفْسی" نہ کہے، بلکہ اس کو چاہیے کہ "لَقِسَتْ نَفْسی" کہے۔

علماء نے فرمایا کہ: "خَبُثَتْ" کا معنیٰ ہے "غَثَتْ" یعنی جی متلانا، اور "لَقِسَتْ" کا مطلب بھی وہی ہے؛ لیکن "خَبُثَتْ" والے لفظ کو حضورِ اکرم ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔

افادات:- نبیِ کریم ﷺ نے کلام کے آداب بھی ہمیں سکھلائے ہیں چناں چہ بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ سننے والوں کے لیے وہ بڑے گراں ہوتے ہیں، گویا کان ان الفاظ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، بقولِ شخصے: کان کُلّی کرتے ہیں۔ اسی طرح اس روایت میں بھی حضورِ اکرم ﷺ الفاظ کا استعمال بتلارہے ہیں کہ جب کسی کا جی متلا رہا ہو، متلی آرہی ہو، آدمی کی طبیعت میں قے کی کیفیت پیدا ہورہی ہو، تو اس کو تعبیر کرنے کے لیے عربی زبان میں دو لفظ استعمال کئے جاتے ہیں، ایک لفظ "لَقِسَتْ نَفْسی" ہے کہ میرا جی برا ہورہا ہے، مجھے متلی آرہی ہے۔ اور دوسری تعبیر "خَبُثَتْ نَفْسی" ہے، اس کا ترجمہ بھی وہی ہوتا ہے؛ لیکن لفظ "خبیث" استعمال ہورہا ہے کہ میرا جی خبیث ہورہا ہے، تو "خَبُثَتْ" والے لفظ میں "لَقِسَتْ" کے مقابلہ میں قباحت زیادہ ہے، حالاں کہ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے؛ لیکن "خَبُثَتْ" والا لفظ ذرا بھاری تھا؛ اس لیے اس کو استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہودیوں کی شرارتیں

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دونوں لفظ کا معنیٰ یکساں ہوتا ہے لیکن ایک لفظ ایسا ہے جس میں بعض شر پسندوں کو شرارت کا موقعہ ملتا ہے، دوسرے لفظ کا بھی مفہوم تو وہی ہے لیکن کسی کو شرارت کا موقعہ نہیں مل سکتا؛ تو پھر ایسے لفظ کو استعمال کرنے سے منع کریں گے جس میں شر پسندوں کو شرارت کا موقعہ ملتا ہو۔ جیسے: یہودی جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو حضور کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے لفظ ''رَاعِنَا'' کہتے تھے۔ یہ عربی کا لفظ ہے جو ''رَاعیٰ، یُرَاعِیْ، مُرَاعَاۃً'' سے بنتا ہے جس کا معنیٰ ہے خیال کرنا، ''رَاعِنَا'' یعنی ہمارا بھی خیال کیجئے۔ اب دیکھا جائے تو عربی کے اعتبار سے بڑا اچھا لفظ ہے، لیکن عبرانی زبان میں یہ ایک گالی ہے۔ اور یہود ہمیشہ ایسا کلام استعمال کرتے تھے جس کو سامنے والا آسانی سے سمجھ نہ سکے اور ان کو شرارت کرنے کا موقعہ مل جائے۔

اب یہود آکر ''رَاعِنَا'' کہتے تھے اور یہ عبرانی زبان میں گالی ہے اور وہ اسی مفہوم کی وجہ سے یہ لفظ بولتے تھے؛ لیکن ان کے دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی ''رَاعِنَا'' کہنا شروع کر دیا۔ اب مسلمان تو عربی مفہوم کی وجہ سے کہتے تھے کہ بڑا اچھا لفظ ہے؛ لیکن یہودی تنہائی میں مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور بہت خوش ہوتے تھے کہ تمہاری گالی برابر چل رہی ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں آیت نازل فرمائی: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا﴾ اے ایمان والو! جب تم حضور اکرم ﷺ کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اپنی طرف متوجہ کرنا چاہو؛تو”رَاعِنَا“مت کہو،بلکہ ”أُنْظُرْنَا“ کہو۔حالاں کہ ”أُنْظُرْنَا“ کا مطلب بھی وہی ہے کہ اے اللہ کے رسول!ہماری طرف نظرِ عنایت فرمایئے۔جو مطلب ”أُنْظُرْنَا“کا ہے،وہی مطلب ”رَاعِنَا“کا بھی ہے، لیکن چوں کہ یہودی ”رَاعِنَا“ کو غلط مطلب میں استعمال کرتے تھے اس لیے اس لفظ کے استعمال سے منع فرمادیا۔

اسی طرح یہود جب حضور ﷺ کے پاس آتے تو ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ “(تم پر سلامتی ہو)کے بجائے”أَلسَّامُ عَلَيْكُمْ “کہا کرتے تھے۔عربی میں”سَام“موت کو کہتے ہیں،یعنی تم پر موت آئے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں معنوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔اگر کوئی آدمی دھیان سے نہ سنے تو اس کو پتہ ہی نہ چلے کہ ”السَّلَامُ “کہا، یا”السَّامُ “کہا۔ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں اور یہود نے آکر”أَلسَّامُ عَلَيْكُمْ “کہاتو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا:”عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ“ (یعنی تم پر موت ہو اور لعنت) گویا مارے غصہ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے لعنت کا لفظ بڑھا دیا، حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ذرا نرمی سے کام لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں : یارسول اللہ ! آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے جواب میں کیا کہا؛وہ تم نے نہیں سنا؟ انہوں نے ”أَلسَّامُ عَلَيْكُمْ “ کہا، تو حضور ﷺ نے صرف ”عَلَيْكُمْ “فرمایا، یعنی تم پر بھی وہی ہو۔”Same To You“

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھة تسمیة العنب کرماً

انگور کو کرم کا نام دینے کی ممانعت

اہلِ عرب کے یہاں سخاوت والی خوبی بہت اعلیٰ سمجھی جاتی ہے، اور ہے بھی ایسا ہی کہ سخاوت بہت ساری خوبیوں کی جڑ ہے۔ اس کے مقابلہ میں بخل ہے جس کی وجہ سے بہت سی برائیاں وجود میں آجاتی ہیں۔ آدمی جب شراب پیتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے ہوش وحواس برقرار نہیں رہتے، اور شراب پینے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس میں وہ مال بہت خرچ کرتا ہے۔ گویا شراب اپنے نتیجے کے اعتبار سے اس کو مال کے خرچ کرنے پر آمادہ کرنے کا ذریعہ بنی۔ اور شراب بنتی ہے انگور سے، اس وجہ سے اہلِ عرب نے انگور کا نام ہی "کَرَم" رکھ دیا۔ کرم یعنی سخاوت۔ اور یہ عمدہ صفت ہے، اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام کریم بھی ہے۔ انہوں نے انگور کو یہ نام اس وجہ سے دیا کہ اس سے شراب بنتی ہے اور شراب پینے کے نتیجے میں آدمی کے ہوش وحواس باقی نہیں رہتے، اور اس کے نتیجے میں آدمی مال خوب خرچ کرتا ہے۔ تو گویا اصل اور جڑ تو انگور ہی ہوا۔ اور شراب کو اچھا بتلانے کے لیے انگور کو کرم کا نام دیا گیا۔ تو گویا اس نام کے پیچھے مقصد شراب کو رواج دینا ہوا، اور چوں کہ شراب کو شریعت نے حرام بتلایا ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے انگور کو اس نام سے یاد کرنے سے منع فرمایا۔

کرم مؤمن کا دل ہے

حدیث ۱۷۴۰:-

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسولُ اللهِ ﷺ: لاَ تُسَمُّوا العِنَبَ الكَرْمَ، فَإِنَّ الكَرْمَ المُسْلِمُ.

(متفق عليه، وهذا لفظ مسلم)

وفي رواية: فَإِنَّمَا الكَرْمُ قَلْبُ المُؤمِنِ.

وفي رواية للبخاري ومسلم: يَقُولُونَ الكَرْمُ، إِنَّمَا الكَرْمُ قَلْبُ المُؤْمِنِ.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انگور کو کَرْم مت کہو، اس لیے کہ کَرْم تو مسلمان ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ: کَرْم مؤمن کا دل ہے۔

افادات:- ایک چیز اعمال ہیں اور ایک چیز اخلاق ہیں، جیسے صدقہ کرنا ایک عمل ہے؛ لیکن آدمی کو صدقہ کرنے پر دل کا جو جذبہ اور کیفیت اُبھارتی ہے وہ سخاوت اور کرم ہے؛ یہ کیفیت ''خُلُق'' کہلاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اعمال کا تعلق ظاہری اعضاء سے ہے، اور اخلاق کا تعلق دل سے ہے۔ لیکن ہمارے عرف اور محاورہ میں کوئی آدمی لوگوں سے ہنس ہنس کر بات کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ اس کے اخلاق بہت اچھے ہیں، حالاں کہ صرف ہنس کر باتیں کرنے کا نام اخلاق نہیں ہے، بلکہ اخلاق دل کی صفات کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نام ہے، جیسے: تواضع وانکساری، زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی، اخلاص یعنی ہر ایک کام کو اللہ تعالیٰ کے واسطے انجام دینا، اسی طرح سے سخاوت بھی ایک اچھی صفت ہے۔ تو یہ ساری دل کی خوبیاں اور قلب کے اوصاف ہیں، جس دل میں یہ خوبیاں ہوں گی اس کے اعمال پر بھی اس کا اثر پڑے گا اور اسی کے مطابق اس سے اعمال سرزد ہوں گے۔ اسی طرح بداخلاقیاں اور برائیاں ہیں، جیسے: تکبر، بخل، دنیا کی محبت، شہوت وغیرہ صفات بھی دل کی ہیں، ان کا بھی اثر انسان کے اعمال پر پڑتا ہے کہ ان کی وجہ سے انسان کے اعمال بگڑتے ہیں۔

اس روایت میں حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کرم یعنی سخاوت تو بندۂ مؤمن کے قلب کی صفت ہے، اس لیے انگور کو کرم مت کہو۔

حدیث ۱۷۴۱:-

وعن وائلِ بنِ حُجرٍ رضی الله عنه عن النّبيّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قال: لاتَقُولُوا: الكَرْمُ، وَلٰكِنْ قُولُوا: العِنَبُ، والحَبَلَةُ. (رواه مسلم)

((الحَبَلَةُ)) بفتح الحاء والباء، ويقال أيضاً بإسكان الباء.

ترجمہ:- حضرت وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: انگور کو کرم مت کہو، بلکہ عنب اور حَبَلہ کہو۔

افادات:- انگور کے لیے عربی میں ”عِنَبٌ“ اور ”حَبلَةٌ“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النھی عن وصف محاسن المرأۃ لرجل إلاَّ أن یحتاج إلی ذلك لغرض شرعی کنکاحھا ونحوہ

کسی مرد کے سامنے کسی عورت کے اوصاف اور خوبیوں کو بغیر شرعی حاجت کے بیان کرنے کی ممانعت

اگر کوئی آدمی کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہے اور اس کے سامنے کوئی عورت اس کی خوبیاں بیان کرے کہ وہ حسین و جمیل ہے اور اس کے اندر یہ خوبیاں ہیں؛ تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، اس لیے کہ یہ تو ایک ضرورت کی وجہ سے ہے۔ لیکن اگر کوئی شرعی ضرورت نہیں ہے پھر بھی کسی عورت کی خوبیوں کا کسی مرد کے سامنے ذکر کیا جا رہا ہو، چاہے بیان کرنے والا مرد ہو یا عورت؛ تو اس کی اجازت نہیں۔ عام طور پر دلالی کرنے والی عورتیں دوسری عورتوں کی خوبیوں اور خوبصورتی کو اجنبی مردوں کے سامنے بیان کیا کرتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سننے والوں کے دل میں غیر اختیاری طور پر اس عورت کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، پھر اس سے راہ و رسم پیدا کرنے کے طریقے سوچتا ہے اور پھر اس کی ملاقات کی تدبیریں کرتا ہے، اور پھر یہی چیز آگے جا کر گناہ میں مبتلا ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔ آج کل یہ شکلیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں، حالاں کہ اس سے شریعت نے منع کیا ہے۔ اور کسی عورت کے سامنے کسی مرد کے حالات بیان کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ حرکت حرام کاری تک پہنچادیتی ہے

حدیث ۱۷۴۲:-

عن ابن مسعودٍ - رضی اللہ عنہ - قال قال رسول اللہ ﷺ: ((لَاتُبَاشِرِ المَرْأَةُ المَرْأَةَ فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا)). (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت کسی عورت کو اس نیت سے نہ دیکھے، یا اس کے جسم کو اس لیے نہ چھوئے کہ پھر اپنے شوہر کے سامنے اس کے حالات اس انداز سے بیان کرے کہ گویا وہ اس عورت کو دیکھ رہا ہے

افادات:- کسی عورت کا جسم چھو کر اپنے شوہر کو بتانا کہ اس کا جسم تو بڑا گدازاور نرم ونازک ہے، اور فلاں کا چہرہ تو بڑا حسین ہے، آنکھیں ایسی ہیں؛ تو یہ ممنوع ہے۔ اگر بیوی ہی اپنے شوہر کے سامنے کسی اجنبیہ کی خوبیاں اس طرح بیان کرے کہ گویا پورا نقشہ ہی کھینچ کر شوہر کے سامنے رکھ دے تو اس سے منع فرمایا ہے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ اس کی وجہ سے کبھی ایسی نوبت آجاتی ہے کہ اس عورت کی محبت شوہر کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے، پھر اگر وہ بے نکاحی عورت ہے تو اس کو نکاح کا پیغام دے کر اس سے نکاح کرلے گا اور اس پہلی بیوی کو چلتا کر دے گا۔ گویا اس نے خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا۔ یہ تو ممانعت کی ایک وجہ ہوئی۔ لیکن اگر ایسی نوبت نہ آئے تب بھی ہر حال میں کسی اجنبی مرد کی خوبیوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کوکسی اجنبی عورت کے سامنے اوراجنبی عورت کی خوبیوں کوکسی اجنبی مرد کے سامنے بیان کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی،اس لیے کہ یہی چیزیں آگے جاکر حرامکاری تک پہنچادیتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهة قول الإنسان: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، بل يجزم بالطلب

دعا کو مشیتِ الٰہی کے ساتھ مقید نہ کرے بلکہ پختگی سے مانگے

مختلف آداب کا سلسلہ پچھلی کئی مجالس سے جاری ہے۔، آج دعا کے سلسلہ میں باب قائم کیا ہے کہ آدمی جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا ہو، چاہے اپنی مغفرت کا سوال ہو، یا اور کسی چیز کی دعا مانگ رہا ہو، تو ایسا صیغہ استعمال کرنا جس میں بظاہر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی درخواست کو پختگی کے ساتھ پیش نہیں کیا جارہا ہے، جیسے یوں کہے کہ: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے معاف کردے؛ اس طرح سے دعا مانگنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ دعا تو پختگی اور قوت کے ساتھ مانگنی چاہیے کہ: اے اللہ! میری مغفرت کردے، مجھ پر رحم کردے، مجھے روزی عطا فرمادے۔ ایسا نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے روزی دے۔

حدیث ۱۷۴۳:-

وعن أبي هريرة رضي الله عنه أنّ رسول الله ﷺ قال: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ. (متفق عليه)

وفي رواية لمسلم: وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی دعامیں ایسا نہ کہے کہ: اے اللہ! تو اگر چاہے تو مجھے معاف کردے، اے اللہ! تو اگر چاہے تو مجھ پر رحم فرمادے (دوسری روایت میں ہے: "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ إِنْ شِئْتَ" اے اللہ! تو اگر چاہے تو مجھے روزی دے) بلکہ سوال پختگی اور قوت کے ساتھ کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر جبر وزبردستی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے: لیکن پختگی سے مانگے، اور خوب شوق ورغبت ظاہر کرے، کیوں کہ اس کی مطلوبہ چیز اگر اللہ تعالیٰ اسے دیدیں گے تو اس کی وجہ سے (نعوذباللہ) اللہ تعالیٰ پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا، (یا اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں آجائے گی۔)

افادات:- اس لیے کہ عام طور جب کسی سے اس انداز سے کوئی سوال و مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہاں سامنے والے کو یہ جتلانا مقصود ہوتا ہے کہ تمہیں جو بات کہی جارہی ہے اس میں تمہیں اختیار دیا جارہا ہے، تم چاہو تو کرو، نہ چاہو تو نہ کرو۔ اور عام طور پر آدمی ایسے الفاظ اس وقت استعمال کرتا ہے جبکہ سامنے ایسی شخصیت ہو جس کے متعلق اس کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اس کو کہنے کے نتیجہ میں وہ میری بات کا بوجھ لے لے گا، اور یہ اپنی بات یا مطالبہ سے اس پر بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا۔ گویا اس طرح کے الفاظ استعمال کرکے سامنے والے کو یہ بتایا جارہا ہے کہ ہم تم سے جو مطالبہ کررہے ہیں اس کو پورا کرنے کے سلسلہ میں ہماری طرف سے تم پر کوئی جبر وزبردستی نہیں ہے، آپ کو اختیار ہے اگر آپ چاہیں تو ہمارے اس مطالبہ کو پورا کیجئے، ورنہ نہیں۔ جیسے باپ نے بیٹے سے کہا کہ کل بمبئی میں فلاں کام ہے، اگر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چاہو تو چلے جاؤ۔ گویا باپ اس طرح کے الفاظ کہہ کر بیٹے کو یہ بتلانا چاہتا ہے کہ اس سلسلہ میں تمہیں اختیار ہے، میری طرف سے تم پر کوئی جبر وزبردستی نہیں ہے۔ گویا سامنے والے کو اپنے کسی معاملہ میں آزاد رکھنے کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

اس روایت میں حضور اکرم ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ: اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو میری مغفرت کر دیجئے، بلکہ پوری قوت کے ساتھ یوں کہے کہ: اے اللہ! میری مغفرت کر ہی دیجئے۔

اب یہ ہے کہ ”إِنْ شِئْتَ “ کے ذریعہ سے چاہنے والا لفظ جو استعمال کیا جاتا تھا اس کا مقصد سامنے والے کو اختیار دینا اور یہ جتلانا ہوتا تھا کہ ہماری طرف سے آپ پر کوئی جبر نہیں ہے۔ اب اگر ہم کتنی ہی قوت کے ساتھ کیوں نہ کہیں، اللہ تعالیٰ پر تو ہمارا کوئی جبر ہے ہی نہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں: ” فَإِنَّهُ لَامُكْرِهَ لَهُ“ کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر وزبردستی کرنے والا نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو ہی دیں گے۔ اس لیے آپ یہ نہ سوچئے کہ اگر میں یوں کہوں گا کہ: اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف کر دیجئے، تو اس کی وجہ سے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی ہو جائے گی۔ اس لیے آدمی کو چاہیے کہ دعا میں اپنا مطالبہ پوری قوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرے۔ حدیث پاک میں اس کی ایک وجہ یہی بتائی گئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس طرح سے دعا نہ مانگنے کی ایک اور وجہ بھی بتائی جاتی ہے کہ اس طرح مطالبہ کرنے میں گویا ایک طرح کی بے رغبتی پائی جاتی ہے۔ مثلاً: آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے، اور آپ کسی سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر آپ چاہیں تو مجھے یہ چیز دیدیجئے۔ تو یہ کہہ کر آپ سامنے والے کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ہم نے جو چیز مانگی ہے وہ اگر ہمیں مل جائے تو اچھا ہے، اور اگر نہ بھی ملے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس انداز سے مطالبہ کرنا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک طرح کی گستاخی ہے؛ اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث ۱۷۴۴:-

وعن أنس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ((إذا دَعَا أحدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ المَسْأَلَةَ، وَلاَ يَقُولَنَّ: اللّٰهُمَّ إنْ شِئْتَ، فَأَعْطِنِي، فَإنَّهُ لاَ مُسْتَكْرِهَ لَهُ)). (متفق علیه)

یہ روایت حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے، اس کا بھی مفہوم وہی ہے جو حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) والی روایت کا تھا، الفاظ کا ذرا سا فرق ہے۔

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی جب دعا کرے تو پختگی اور قوت کے ساتھ سوال کرے۔ یہ نہ کہے کہ: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے یہ چیز دیدے (اور آپ یہ نہ سوچئے کہ اگر مَیں قوت سے مانگوں گا تو زبردستی ہو جائے گی) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھة قول: مَاشَآءَ اللّٰہُ وشَآءَ فُلَانٌ

"اللہ تعالیٰ نے چاہا اور فلاں نے بھی چاہا" کہنا ناپسندیدہ ہے

اللہ تعالیٰ کی شان میں جن آداب کی رعایت کرنا بندوں کے لیے ضروری ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی معاملہ میں آدمی جب اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کو ظاہر کر رہا ہو، اور ساتھ ہی بندوں کی مشیت اور ارادے کو بھی بولا جا رہا ہے، تو ان دونوں ارادوں کو ظاہر کرنے کے لیے ایسا انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے نعوذ باللہ دونوں کی برابری کا شبہ پیدا ہوتا ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو ظاہر کرنے کے بعد بندے کا ارادہ ظاہر کرنے سے پہلے درمیان میں ایسا لفظ لایا جائے جس سے سننے والوں کے سامنے دونوں کا فرق نمایاں ہوتا ہو۔ یہ بھی آدابِ الوہیت میں سے ہے۔

حدیث ۱۷۴۵:-

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَاتَقُوْلُوْا: مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ. (رواه أبو داود بإسناد صحيح)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسامت کہو کہ: اللہ تعالیٰ نے چاہا اور فلاں نے چاہا، بلکہ یوں کہو: اللہ تعالیٰ نے چاہا، اس کے بعد فلاں نے چاہا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–مثلاً: کوئی یوں کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا تو میرا کام بن جائے گا، تو اس جملہ میں لفظ ”اور“ استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں لفظ ”اور“ سے پہلے، اور لفظ ”اور“ کے بعد جو بات کہی گئی ہے ان دونوں کی برابری ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی و عظمت کا جو ادب ادا کرنا چاہیے، اس میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس کی مدد شاملِ حال ہوئی، اور اس کے بعد آپ کی توجہ ہوگی؛ تو ہمارا کام ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ بندے کے عمل کی حیثیت اس کے مطابق ہونی چاہیے۔ کسی بھی کام میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا ذکر اس طرح کرنا جس میں بظاہر دونوں کی برابری لازم آتی ہو؛ یہ بہت غلط طریقہ ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے یہ ادب بھی ہمیں سکھایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهة الحديث بعد العشاء الآخرة

عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کی ممانعت

والمُرادُ بِهِ الحَدِيثُ الذى يَكُونُ مُبَاحاً فى غَيرِ هذا الوَقْتِ، وَفِعْلُهُ وَتَرْكُهُ سواءٌ. فَأَمَّا الحَدِيثُ المُحَرَّمُ أو المَكرُوهُ فى غير هذا الوقتِ، فَهُوَ فى هذا الوقت أَشَدُّ تَحرِيماً وَكَرَاهَةً. وأَمَّا الحَدِيثُ فى الخَيرِ كَمُذَاكَرَةِ العِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِينَ، وَمَكَارِمِ الأَخْلاَقِ، والحديث مع الضَّيفِ، ومع طالبِ حَاجَةٍ، ونحو ذٰلك، فلا كَرَاهَة فيه، بل هُوَ مُسْتَحَبٌّ، وكَذَا الحَدِيثُ لِعُذْرٍ وعَارِضٍ لا كَراهَةَ فِيه. وقد تظاهَرَتِ الأَحَادِيثُ الصَّحيحةُ على كُلِّ ما ذَكَرْتُهُ.

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) خود بھی اس باب کی کچھ تشریح فرماتے ہیں:-

پہلی بات تو یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنے کی جو ممانعت ہے وہ اُس بات چیت کے متعلق ہے جو دیگر اوقات میں فی نفسہٖ جائز ہے؛ لیکن جو باتیں دیگر اوقات میں بھی گناہ اور ممنوع ہیں ان کو عشاء کے بعد اگر کیا جائے گا تو اس کا گناہ اور زیادہ بڑھ جائے گا، اس لیے کہ عشاء کے بعد ان باتوں سے بھی منع کیا گیا ہے جو جائز کی حد میں آتی ہیں؛ تو پھر جو اپنے آپ کو ناجائز باتوں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں مشغول کرے گا اس کے لیے تو اور زیادہ شناعت وقباحت ہو گی، جیسے: عشاء کے بعد ٹی وی کے سامنے ڈرامہ اور فلم دیکھنے بیٹھ گیا، یا غیبت کی مجلسیں لگائیں۔

بعض باتیں جائز بھی ہیں

البتہ عشاء کے بعد نیکی کی باتوں میں لگنا، جیسے ہمارا یہ سلسلہ (۱) عشاء کے بعد ہی جاری ہے، اسی طرح علمی باتیں اور مذاکرات، نیک لوگوں کے واقعات سننا سنانا، اچھے اخلاق کی تعلیم اور ان کو بیان کرنا، جواز کی حد میں رہتے ہوئے مہمان کے اکرام میں اس سے بات چیت کرنے بیٹھنا، کوئی ضرورت مند عشاء کے بعد آگیا تو اس سے بات چیت کرنا؛ ان جیسی صورتوں میں بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ مستحب ہے، اسی طرح کسی عذر اور ضرورت کے حالات کی وجہ سے بات چیت کرنے میں بھی کوئی ممانعت نہیں ہے، جیسے: پڑوسی نے آواز لگائی اور آپ پہنچ گئے اور اس سے بات چیت میں مشغول ہوئے کہ بھائی! کیا بات ہے؟ کیوں آواز لگائی؟ میری کسی مدد کی ضرورت ہے؟ عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کے جواز کی جتنی بھی صورتیں یہاں بتائی گئی ہیں ان سب کے سلسلہ میں احادیث موجود ہیں جن سے ان کا درست ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) ہر شبِ یکشنبہ کو بعد نمازِ عشاء، مسجدِ انوار، نشاط سوسائٹی، اڈاجن پاٹیا، سورت میں حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم ومدت فیوضہم کا عمومی درسِ حدیث کا مقبول سلسلہ جو یکم جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۴ر ستمبر ۱۹۹۶ء سے تا حال جاری ہے۔ مرتب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد بات چیت کرنا ناپسندیدہ ہے

حدیث ۱۷۴۶:-

عن أبي برزة رضي الله عنه: أنّ رسولَ الله ﷺ كان يكرهُ النّومَ قبلَ العِشَاءِ والحديثَ بعدَها. (متفقٌ عليه)

ترجمہ:- حضرت ابوبرزہ اسلمی (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔

افادات:- عشاء سے پہلے اگر کوئی سو گیا تو اندیشہ ہے آنکھ لگی رہ جائے اور صبح صادق تک سورہا تو عشاء کی نماز ہی قضا ہو جائے گی، یا اگر درمیان میں آنکھ کھل بھی گئی تو جماعت تو فوت ہو ہی گئی، اس لیے منع کیا گیا ہے۔ البتہ اگر آپ کو وثوق ہے یا آپ نے کوئی ایسا انتظام کر رکھا ہے جس کے نتیجے میں آپ کو جماعت کے فوت ہونے کا یا نماز کے قضا ہونے کا اندیشہ نہیں ہے، جیسے: کسی کو مقرر کر دیا ہے کہ میں تھکا ہوا ہوں اس لیے ابھی سو جاتا ہوں، ۰۰-۹ بجے کی نماز ہے، لہٰذا مجھے ۳۰-۸ بجے اُٹھا دینا؛ تو پھر کوئی حرج کی بات نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عشاء کے بعد باتیں کرنے سے ممانعت کی وجہ

اور عشاء کے بعد بات کرنے سے جو منع فرمایا وہ اس لیے کہ آدمی اگر عشاء کے بعد فوراً نہیں سوئے گا بلکہ باتوں میں مشغول ہوگا، تو سونے کی یہ تاخیر اُٹھنے میں تاخیر کا باعث بنے گا، جس کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ تہجد سے محرومی ہوگی، یا فجر کی جماعت چلی جائے، یا بالکل قضاء ہی ہو جائے۔ بہت سے لوگ رات کو ایک دو بجے تک گپ شپ کرتے رہتے ہیں، ٹی وی دیکھتے رہتے ہیں، واہیات باتوں میں لگے رہتے ہیں؛ یہ بالکل ممنوع ہے۔

راتوں کے جلسوں میں غلو

ہمارے اکابر میں حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی (رحمۃ اللہ علیہ) گزرے ہیں، ان کے متعلق سنا کہ جب کوئی جلسہ رات دیر تک لمبا چلتا تو اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ: جو لوگ نماز کے پابند ہیں وہ کسی حال میں نماز نہیں چھوڑتے، لہٰذا فجر کی نماز تو اگرچہ جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں لیکن رات ایک دو بجے تک ہونے والے اس جلسہ کی وجہ سے نیند کم ہوتی ہے، اس کی وجہ سے طبیعت پر اثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے نماز میں جو نشاط و چستی اور توجہ مطلوب ہے وہ حاصل نہیں ہوتی، اور فجر کی نماز سستی و بے رغبتی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے؛ اس لیے ایسا جلسہ بھی درست نہیں ہے۔ آج کل دینی جلسوں کے معاملہ میں ہم نے یہی غلو اختیار کر رکھا ہے؛ تو پھر دوسری چیزوں کی تو کہاں اجازت دی جائے گی؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نبی کریم ﷺ کی ایک پیشین گوئی

حدیث ۱۷۴۷:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ صَلَّى العِشَاءَ فى آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قال: أرأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ؟ فَإِنَّ عَلَى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ الْيَوْمَ أَحَدٌ. (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ایک روز عشاء کی نماز پڑھائی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے (حضراتِ صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: بتلاؤ! تمہاری آج کی اس رات میں روئے زمین پر جو لوگ موجود ہیں؛ آج سے سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

افادات:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کی روایت میں تصریح موجود ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی وفات سے ایک ماہ پہلے کا ہے۔

اس سے انسان مراد ہیں، فرشتے اور جنات مراد نہیں، چناں چہ ہوا بھی ایسا ہی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کی ایک روایت میں ہے، بعض لوگوں کو اس روایت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی اور وہ یہ سمجھے کہ سو سال کے بعد ساری دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت آجائے گی، حالاں کہ اس کا مطلب ایسا نہیں ہے، بلکہ حضورِ اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا حاصل تو یہ تھا کہ اس وقت انسانوں کی جو نسل زندہ تھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ان میں کا کوئی بھی باقی نہیں بچے گا۔ چنانچہ صحابہ میں سب سے اخیر میں وفات پانے والے حضرت ابوالطفیل بن عامر (رضی اللہ عنہ) ہیں جن کی وفات کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں، سب سے آخری قول جو کہا گیا ہے وہ ۱۱۰ھ کا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ۱۰ھ میں ارشاد فرمائی تھی۔ گویا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی تھی جو وقوع پذیر ہوئی۔

اس روایت کو یہاں لا کر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ عشاء کی نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات ارشاد فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو عشاء کی نماز کے بعد بھی کی جاسکتی ہیں۔

آدھی رات کی تقریر

حدیث ۱۷۴۸:-

وعن أنس -رضی اللہ عنہ-:أنهم انتظروا النّبيّ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَاءهُمْ قريباً مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَصَلَّى بِهِمْ -يَعْنِي: العِشَاءَ- ثُمَّ خَطَبنا فقالَ: ((ألاَ إنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا، ثُمَّ رَقَدُوا، وَإنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلاَةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلاَةَ)) (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی کے اندر عشاء کی نماز کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا (لیکن بہت دیر ہوگئی۔ بعض روایتوں میں تو یہاں تک آتا ہے کہ صحابہ بیٹھے بیٹھے سوگئے، پھر اٹھے، پھر سوگئے، دو تین مرتبہ ایسا ہوا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے قریب تشریف لائے اور عشاء کی نماز پڑھائی، اس کے بعد آپ نے تقریر فرمائی جس میں ارشاد فرمایا: (تم لوگ یہاں مسجدِ نبوی میں میرے انتظار میں بیٹھے رہے؛ لیکن) دنیا کی دوسری مسجدوں میں لوگوں نے اول وقت ہی میں عشاء کی نماز پڑھ لی اور سو گئے (ان کی تو آدھی نیند بھی ہو گئی، لیکن تم لوگ یہ مت سمجھنا کہ اتنی دیر تک تم لوگوں نے میرا انتظار کیا تو تمہارا وقت ضائع اور برباد ہوا، بلکہ) نماز کے انتظار میں جتنی دیر تک تم لوگ بیٹھے رہے؛ نماز ہی کے حکم میں رہے۔

افادات:- اس زمانے میں گھڑی گھنٹے تو تھے نہیں، اس لیے نماز کے اوقات بھی متعین نہیں تھے، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے اندازے سے مسجد میں آجاتے تھے اور جب نبیٔ کریم ﷺ اپنے حجرۂ شریفہ سے باہر تشریف لاتے تھے تو آپ کو آتا ہوا دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت شروع فرمادیا کرتے تھے اور نماز کھڑی ہو جاتی تھی۔

موضوعِ بحث نہیں بنانا چاہیے

آج کل کے ہمارے مصلیوں کو تو یہ بات سمجھ میں ہی نہیں آئے گی، اس لیے اگر امام صاحب دو تین منٹ لیٹ ہو جائیں تو پتہ نہیں ان پر کیا کیا تبصرے شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر چہ اوقات کی تعیین کی وجہ سے ان کو بھی پابندی تو کرنی ہی چاہیے، لیکن کبھی کسی وجہ سے معمولی تاخیر ہو جائے- اور ظاہر ہے کہ امام صاحب جان بوجھ کر تو تاخیر کریں گے نہیں- تو اس کو موضوعِ بحث نہیں بنانا چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

روایت کے اسباق

(۱)"تم نماز ہی کے حکم میں رہے" یعنی نماز شروع کر دی ہوتی اور اتنی دیر تک نماز پڑھتے رہتے اور اس پر تمہیں جو ثواب واجر ملتا وہی ثواب واجر اتنی دیر انتظار کرنے پر بھی ملے گا۔ گویا نماز کے انتظار میں تمہاری یہ جو گھڑیاں گزری ہیں ان کو اپنے حق میں بے کار مت سمجھنا۔ اسی سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ آدمی جتنی دیر نماز کے انتظار میں ہوتا ہے اتنی دیر نماز ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ اپنے اس ارشاد کے ذریعہ سے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہ کو دیر تک انتظار کی وجہ سے جو مشقت لاحق ہوئی اس کی تلافی فرمارہے ہیں۔

(۲) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بڑے کی وجہ سے ماتحتوں کو کوئی زحمت برداشت کرنی پڑے تو اگرچہ ان کی طرف سے کوئی اعتراض تو ہوتا نہیں، وہ برضا ورغبت اس چیز کو برداشت کر لیتے ہیں، لیکن بڑے کی طرف سے بھی اس کی تلافی کی کوئی شکل ہونی چاہیے تاکہ ان کا جی خوش رہے۔ یہاں پر بھی نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو محسوس فرمایا کہ ان حضرات نے دیر تک انتظار کیا جس کی وجہ سے ان کو جو مشقت لاحق ہوئی، لہٰذا اس کی تلافی فرمائی۔

(۳) یہاں تو اس روایت کو لا کر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد گفتگو فرمائی۔ معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت گفتگو کرنے کی اجازت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم امتناع المرأة من فراش زوجها إِذَا دعاها ولم يكن لَهَا عذر شرعي

جب شوہر کی طرف سے بیوی سے بستر پر آنے کا مطالبہ ہو، تو اس کے لیے کسی عذرِ شرعی کے بغیر انکار کرنا حرام ہے

ایک تو یہ ہے کہ اس کو عذرِ شرعی لاحق ہو، مثلاً: وہ حالتِ حیض میں ہے تو اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز نہیں۔ یا ایسی سخت بیماری میں ہے کہ اس کے لیے اس حالت میں جماع و صحبت قابلِ برداشت نہیں۔ یا دن میں مطالبہ کیا اور رمضان کا فرض روزہ ہے (نفل روزے کا حکم یہ نہیں ہے، وہ آگے آ رہا ہے) اس لیے اس نے انکار کیا؛ تب تو اس پر وہ وعید لاگو نہیں پڑے گی جو آگے آ رہی ہے۔ لیکن اگر بغیر کسی شرعی عذر کے انکار کیا، جیسا کہ آج کل ایک فیشن بن گیا ہے؛ تو اس پر سخت وعید ارشاد فرمائی گئی ہے۔ بیرونِ ممالک کے بہت سے لوگ شکایت کرتے ہیں، اور معلوم ہوا ہے کہ وہاں عورتوں کو اس طرح کی ترغیب دی جاتی ہے کہ شوہر کی طرف سے صحبت کا مطالبہ ہو تو اپنی فوقیت ثابت کرنے کے لیے انکار کر کے شوہر کو پریشان کرو؛ تاکہ اس کو بھی تمہارے رتبہ کا پتہ چلے۔ شیاطین نئی نئی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چیزیں سکھلاتے رہتے ہیں، حالاں کہ شریعتِ مطہرہ نے جو بھی آداب بتلائے ہیں وہ شیاطین کی چالوں کے توڑ کے لیے ہی ہیں۔

فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں

حدیث ۱۷۴۹ :-

عن أبي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ))(متفق عليه) وفی روایة: ((حَتَّى تَرْجِعَ)).

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مرد نے اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف (صحبت کے لیے) بلایا تو اس نے انکار کیا اور اس پر شوہر نے اس سے ناراض ہو کر رات گزاری، تو فرشتے اس عورت کے اوپر صبح تک لعنت (یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہونے کی بد دعا) کرتے رہتے ہیں۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ: فرشتے اس عورت کے اوپر لعنت (یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہونے کی بد دعا) کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ عورت اپنی اس حرکت سے باز آجائے

افادات:- روایت میں صبح کا تذکرہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ عام طور پر شوہر کی طرف سے ایسے مطالبے رات ہی میں ہوا کرتے ہیں۔ باقی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر شوہر کی طرف سے دن میں مطالبہ ہو تو انکار کیا جاسکتا ہے۔ دن کا بھی یہی حکم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شوہر کے اس مطالبے پر عورت کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

انکار اس کو فرشتوں کی بد دعا کا حقدار بنا دیتا ہے۔ اور صبح تک بد دعا کرنے کا تذکرہ اس لیے کیا کہ عام طور پر شوہر کی ناراضگی صبح تک رہتی ہے۔

نکاح کا فلسفہ

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ شریعت نے اتنی زیادہ تاکید کیوں فرمائی؟ دراصل بات یہ ہے کہ شریعت یہ چاہتی ہے کہ عفت و عصمت کا جو نظام بنایا ہے وہ برابر باقی رہے یعنی نکاح کا حکم عصمت وعفت کی حفاظت اور پاک دامنی کے لیے دیا گیا ہے، اور مرد جب کسی عورت کو نکاح میں لاتا ہے وہ اسی لیے کہ اس سے اپنی جنسی ضرورت پوری کر کے اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کرے، اور اس سے اس عورت کی عفت و عصمت کی بھی حفاظت ہوگی۔ اور شرّاح نے لکھا ہے کہ مرد کی طبیعت میں جب صحبت کا تقاضہ پیدا ہوتا ہے تو بڑی قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، جب مرد کی طبیعت میں عورت کے ساتھ صحبت کرنے کا تقاضہ پیدا ہوا اور بیوی کی طرف سے اگر انکار کر دیا جائے تو پھر وہ دوسری راہیں سوچنے لگتا ہے، گویا بیوی کا یہی انکار مرد کو گناہ کے راستوں تک لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے، اور ظاہر ہے کہ نکاح تو اسی لیے کیا گیا تھا کہ زنا سے حفاظت ہو، اور یہاں انکار کی وجہ سے نکاح کے باوجود زنا کی شکلیں پیدا ہو رہی ہیں؛ تو پھر شریعت کسی عورت کو انکار کرنے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے؟ اس لیے عورت کو انکار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

روٹی جل جائے تو جلنے دو

بعض روایتوں میں تو یہاں تک آتا ہے کہ عورت اگر چولہے پر بیٹھی روٹیاں پکا رہی ہو، اور شوہر کی طرف سے مطالبہ ہو، تو اس کو چاہیے کہ پہلے شوہر کا مطالبہ پورا کرے۔(سنن ترمذی،باب مَا جَاءَ فِي حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ) اس لیے کہ یہاں بہت سے بہت تو ایک روٹی خراب ہو گی؛ لیکن اس کے انکار کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شوہر دوسری سوچ پر چلنا شروع کر دیتا ہے، اور اس کے دل میں ہمیشہ کے لیے اس عورت کے لیے نفرت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں ، اور پھر وہ اس کو طلاق دینے کی سوچتا ہے، اور ازدواجی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اس لیے شریعت یہ چاہتی ہے کہ ایک روٹی خطرے میں پڑتی ہے تو پڑتی رہے؛ لیکن اس ذراسی بات کی وجہ سے ازدواجی زندگی خطرے میں نہیں پڑنی چاہیے۔ اس لیے کہ کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا مقصدِ اعظم (بنیادی مقصد) یہی ہے، اس کے علاوہ دوسری جتنی چیزیں ہیں وہ اس کے تابع ہیں؛ اس لیے اس میں کسی طرح کی کمی کوتاہی نہیں آنی چاہیے۔

میاں بیوی کو تاکید

اسی لیے عورت کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ وہ شوہر کے لیے زیب وزینت کا اہتمام کرے، اور کسی بھی اجنبی کے سامنے زیب وزینت کرنے کو حرام قرار دیا گیا۔ آج کل تو معاملہ ایسا برعکس ہو گیا ہے کہ بے چارہ شوہر کما کر اس کے لیے بہترین لباس وزیورات لاتا ہے لیکن وہ سارے لباس وزیورات

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گویا دوسروں کے لیے ہو گئے ہیں، گھر میں تو وہ بھوتنی ہی بنی رہتی ہے۔یعنی جس نے زیب وزینت کے اسباب کے لیے پیسے خرچ کئے ہیں وہ تو اس کے جلووں سے محروم رہتا ہے، دوسرے لوگ اس کے جلوے دیکھتے رہتے ہیں؛ یہ بالکل غلط طریقہ ہے، شریعت کسی حال میں بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔اسی لیے حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر اجنبیوں کے پاس سے گذری، وہ ایسی ہے، ایسی ہے (یعنی زانیہ ہے) نبیٔ کریم ﷺ نے اس کو زانیہ سے تشبیہ دی۔

آج کل عورتوں کا ایک عام مزاج بنتا جارہا ہے کہ جہاں زیب وزینت کا اہتمام کیا جانا چاہیے تھا وہاں نہیں کیا جاتا، اور جب گھر سے باہر جانے کے وقت آتا ہے تو اس کا بڑا اہتمام کرتی ہیں۔ گویا زیب و زینت کا محل ہی بدل دیا۔

شریعت نے تو اس کا اتنا زیادہ اہتمام کروایا کہ شوہر اگر سفر میں گیا ہو اور واپسی ہو رہی ہے تو اچانک گھر پہنچنے سے نبیٔ کریم ﷺ نے منع فرمایا، اس کی وجہ یہی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ شوہر کے گھر پر نہ ہونے کی وجہ سے عورت نے زیب وزینت کا کوئی اہتمام نہ کیا ہو، اور اس وقت وہ میلے کچیلے لباس میں ہو، اگر شوہر اچانک گھر پر پہنچ گیا اور اس کو ایسے میلے کچلے لباس میں دیکھ لیا تو ہو سکتا ہے کہ شوہر کے دل میں اس کے لیے نفرت پیدا ہو جائے اور یہی نفرت آگے جا کر ازدواجی زندگی کے لیے خطرہ بن جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گویا یہ ساری تاکیدات اس وجہ سے کی گئی ہیں کہ ازدواجی زندگی کی حقیقی مسرتیں باقی رہیں، اور آج کل ہمارے سماج میں قصداً ایسی صورتیں اختیار کی جاتی ہیں جن سے ازدواجی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحريم صوم المرأة تطوعاً وزوجها حاضر إلاَّ بإذنه

شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے نفل روزہ کی ممانعت

دیکھئے! شریعت کی طرف سے شوہر کے حقوق کا کتنا زیادہ اہتمام کروایا جارہا ہے کہ شوہر گھر پر موجود ہے، کہیں سفر میں نہیں گیا ہے، تو شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے نفل روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ شوہر کا حق ادا کرنا واجب اور ضروری ہے، اور نفل روزہ بہر حال نفل اور مستحب کا درجہ رکھتا ہے، اور واجب کو نفل کے مقابلہ میں ترجیح حاصل ہے۔

شوہر کے حقوق کی بے مثال تعلیمات

حدیث ۱۷۵۰:-

وعن أبي هريرة -رضي الله عنه-: أَنَّ رسولَ الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: لاَ يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إلاَّ بِإِذْنِهِ، وَلاَ تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إلاَّ بِإِذْنِهِ. (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جس عورت کا شوہر گھر پر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر بیوی کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، اور شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر میں کسی کو بھی آنے کی اجازت نہ دے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- نفل روزہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے شوہر کی اجازت لے لے۔ یا اگر اس نے ایک عادت بنا رکھی ہے (مثلاً: بیوی ہر پیر و جمعرات کو روزہ رکھتی ہے) اور شوہر کو معلوم ہے اور اس نے اس کی منظوری بھی دے رکھی ہے، تو پھر الگ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، اس معمول کی منظوری ہی اس دن کی اجازت کے قائم مقام ہو جائے گی۔

اور شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے گھر میں کسی کو بھی آنے نہ دے، چاہے اس کا کوئی عزیز، رشتہ دار اور محارم میں سے ہی کیوں نہ ہو، جیسے: بیوی کا بھائی (سالا) ہے؛ لیکن اگر شوہر نے منع کر رکھا ہے کہ اس کو آنے مت دیجیو، تو پھر عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو بھی گھر میں آنے کی اجازت دے۔ بیوی کے لیے کسی کو بھی بلا اجازت شوہر کے گھر میں داخل ہونے دینا حرام و ممنوع ہے۔ اسی لیے بیوی کے ماں باپ کے متعلق بھی لکھا ہے کہ اگر شوہر ان کے آنے کو پسند نہیں کرتا تو ان کو بھی گھر میں بلانا ممنوع ہے؛ لیکن شریعت نے ان کا حق بھی بالکل ختم نہیں کر دیا، بلکہ کچھ قوانین کے ساتھ ان سے ملاقات کے لیے خود گھر سے باہر نکل سکتی ہے، یا وہ گھر سے باہر رہتے ہوئے اس کی خیر خیریت پوچھ سکتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم رفع المأموم رأسه من الركوع أو السجود قبل الإمام

مقتدی کا امام سے پہلے رکوع وسجدہ سے سر اُٹھانا منع ہے

کچھ متفرق احکام وآداب بتلانے کا سلسلہ جاری ہے، اسی سلسلہ میں آج یہ عنوان قائم کیا ہے کہ: آدمی جب امام کے ساتھ جماعت سے نماز ادا کر رہا ہو تو اس کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ امام سے پہلے کوئی کام انجام نہ دے، بلکہ امام کے ساتھ یا امام کے بعد ہی وہ کام کرے۔ چناں چہ رکوع یا سجدے سے سر اٹھانے میں اگر امام سے پہلے سر اٹھالیا تو اس کی اجازت نہیں دی گئی ہے، مقتدی کے لیے ایسا کرنا مکروہِ تحریمی ہے، اور اس پر وعید بتائی گئی ہے۔

نہایت سخت وعید

حدیث ۱۷۵۱:-

عن أَبِي هريرة رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ! أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ. (متفق عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:– حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے جیسا بنادے جبکہ وہ اپنے سر کو امام کے سر سے پہلے اٹھاوے، یا اس کا چہرہ گدھے جیسا بنادے۔

افادات:– گویا اس حرکت پر اتنی سخت وعید سنائی گئی۔

عبرت آموز واقعہ

ملا علی قاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے مرقاۃ شرحِ مشکوٰۃ میں ایک محدث کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک محدث دوسرے محدث کے پاس حدیث حاصل کرنے کے لیے گئے، استاذ صاحب ہمیشہ پردے میں رہ کر ان کو حدیثیں سناتے رہے، ایک زمانہ تک ان کے پاس آنے جانے کی وجہ سے جب وہ مانوس ہو گئے تو ایک مرتبہ استاذ صاحب نے پردہ ہٹایا، شاگرد نے دیکھا کہ ان کا چہرہ گدھے جیسا ہے، انہوں نے یہ حدیث سنا کر بتایا کہ جب پہلی مرتبہ میں نے یہ حدیث سنی تو میں نے اس کو ناممکن سمجھ کر امام سے پہلے اپنا سر اٹھالیا، جس کی مجھے یہ سزا دی گئی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهة وضع اليد علَى الخاصرة فى الصلاة

نماز کی حالت میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی کراہت

حدیث ۱۷۵۲:-

عن أبي هريرة-رضى الله عنه-: أنَّ رسولَ الله ﷺ نَهَى عن الخَصْرِ فى الصَّلاةِ. (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔

افادات:- نماز کی حالت میں کوکھ کے اوپر ہاتھ رکھنا بھی ممنوع اور مکروہِ تحریمی ہے۔

ممانعت کی وجوہات

اس کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ طرز نماز میں خشوع و خضوع والی کیفیت کے منافی ہے۔

ایک وجہ اور بھی بتائی جاتی ہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے جب زمین پر پھینکا اس وقت وہ اسی طرح کوکھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا رہا، اس سے مشابہت ہونے کی وجہ سے منع ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک اوروجہ بھی بتائی جاتی ہے کہ یہ جہنمیوں کی راحت کا سبب ہوگا،یعنی جہنمی جب عذاب سے تھک جائیں گے توکچھ آرام وراحت حاصل کرنے کے لیے کوکھ پر ہاتھ رکھ کر اسی طرح کھڑے رہیں گے۔گویاان کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے اس سے منع کیاگیاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَاب كراهة الصلاة بحضرة الطعام وَنَفْسُهُ تَتُوْقُ إِلَيْهِ أَوْمَعَ مدافعة الأخبثين وهما البول والغائط

کھانا موجود ہو اور طبیعت اس کی طرف مائل ہو، یا پیشاب پاخانہ کا تقاضہ ہو رہا ہو؛ ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

یہاں ایک اور مسئلہ بتاتے ہیں کہ کھانا موجود ہو اور طبیعت کھانے کی طرف لگی ہوئی ہو، ایسی حالت میں بھی نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔پہلے کھانے سے فارغ ہو جاؤ، تاکہ طبیعت کھانے کی طرف سے یکسو ہو جائے؛ پھر نماز میں لگو۔یا پیشاب پاخانہ کا تقاضہ کو دباتے ہوئے بھی نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ ہر وہ چیز جو نمازی کی توجہ کو نماز سے ہٹانے کا ذریعہ بن سکتی ہو،ایسی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

پھر اطمینان سے نماز پڑھیں گے

ہمارے شیخ الشیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری (رحمۃ اللہ علیہ) ایک مرتبہ سفر سے واپس تشریف لائے، کھانا باقی تھا، نماز پڑھنی بھی باقی تھی اور کھانا تیار تھا،کسی نے کہا:پہلے نماز پڑھ لیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پھر اطمینان سے کھانا کھائیں گے، تو حضرت نے فرمایا: بھائی! پہلے کھانا کھالیں پھر اطمینان سے نماز پڑھیں گے۔ گویا بتایا کہ اطمینان سے کرنے کا کام نماز ہے، نہ کہ کھانا۔

کھانا نماز بنے

امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: میرا کھانا نماز بنے یہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میری نماز کھانا بنے۔ مطلب یہ ہے کہ طبیعت میں کھانے کا تقاضہ ہو ایسی حالت میں آدمی اگر نماز پڑھے گا تو ظاہراً جسمانی طور پر تو نماز میں ہو گا لیکن اس کا دل کھانے میں لگا ہوا ہو گا، گویا اس کی نماز کھانا بن گئی۔ اس کے برخلاف اگر وہ پہلے کھانا کھائے گا تو جو نماز کا پابند ہوتا ہے اس کی طبیعت پر عام طور پر نماز کا تقاضہ ایسا غالب ہوتا ہے کہ کھانا کھانے کی حالت میں بھی اس کا جی نماز کی طرف لگا ہوا ہوتا ہے، گویا اس کا کھانا نماز بن گیا۔ اسی طرح پیشاب پائخانہ کے تقاضہ کا بھی حال ہے کہ ایسی حالت میں آدمی اگر نماز پڑھے گا تو اس کا جی نماز میں نہیں لگے گا، اس لیے اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔

حدیث ۱۷۵۳:-

عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عنها قالت: سَمِعْتُ رسولَ الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقولُ: ((لا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ)). (رواہ مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کھانے کی موجودگی میں نماز نہ پڑھی جائے۔اور نہ ایسی حالت میں نماز پڑھی جائے کہ پیشاب وپائخانہ اس کو دھکا دے رہے ہوں (یعنی اپنی طرف متوجہ کررہے ہوں)

کن صورتوں میں کھانا پہلے، اور کن صورتوں میں نماز پہلے

افادات:–اس سلسلے میں فقہاء نے احکام کی تفصیل فرمائی ہے کہ کھانا موجود ہو، تو کن کن صورتوں میں پہلے کھانا کھایا جائے؟ اور کن کن صورتوں میں پہلے نماز پڑھی جائے؟

تو علماء نے لکھا ہے کہ (۱) بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو، تو پہلے کھالے تب نماز پڑھے۔ایسی حالت میں بغیر کھانا کھائے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے (۲) البتہ اگر وقت اتنا تنگ ہو جائے کہ کھانے کے بعد فرض اور سنتِ مؤکدہ نہیں پڑھ سکے گا، تو پہلے نماز پڑھ لے۔(۳) اسی طرح اگر جماعت جانے کا خوف ہو اور بھوک اس قدر شدید نہ ہو کہ بے چین کرے، تو پہلے جماعت سے نماز پڑھ لے (۴) اور اگر بھوک ایسی شدید ہو کہ نماز میں خشوع وخضوع قائم نہ رہ سکے گا، تو جماعت کو ترک کرے اور پہلے کھانے سے فارغ ہو جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قضائے حاجت کے وقت کے احکام کی تفصیل

پیشاب پاخانہ کا تقاضہ ہونے کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے: ایک تو یہ ہے کہ پہلے سے ان چیزوں کا تقاضہ ہے تب تو نماز شروع کرنا ہی درست نہیں، پہلے ان چیزوں سے فارغ ہو جائے پھر نماز شروع کرے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ نماز شروع کر چکا ہے، دورانِ نماز ان کا تقاضہ اور غلبہ ہو جائے جو دل کو مشغول کرے، تب بھی نماز پڑھتے رہنا مکروہِ تحریمی ہے۔ اس کو چاہیے کہ نماز توڑ دے، اور ان حاجات سے فارغ ہو کر وضو کر کے پھر نماز پڑھے۔ اسی حالت میں اگر نماز پڑھتا رہے گا تو گنہگار ہوگا، اور نماز کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا ہو جائے گی۔ ائمۂ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ اور جب کراہیتِ تحریمیہ کے ساتھ نماز ادا ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت کے اندر اندر اس نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ البتہ اہلِ ظاہر اس طرف گئے ہیں کہ نماز ہوگی ہی نہیں۔ اور یہ حکم تمام نمازوں کا ہے، خواہ وہ فرض ہو، یا واجب ہو، یا نفل ہو۔ لیکن اگر نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو اسی حالت میں پڑھ لے، اس لیے کہ وہ دوبارہ حاصل ہونے والی نہیں ہے۔

اور اگر جماعت جاتے رہنے کا خوف ہو تب بھی ان ضروریات سے فارغ ہو کر نماز پڑھے، خواہ جماعت چھوٹ جائے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ تقاضہ ایسا شدید ہو کہ وہ تقاضہ کو دباتا ہے لیکن

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ادھر سے تقاضہ ہوتا ہی رہتا ہے، اس صورت میں تو اس کے لیے نماز پڑھنا ممکن ہی نہیں؛ لہٰذا پہلے فارغ ہو جائے پھر نماز پڑھے۔

اور اگر فرض یا واجب نماز کا وقت اتنا تنگ ہو کہ قضائے حاجت کر کے وضو کرنے تک وقت جاتا رہے گا تو ایسی حالت میں نماز قضا نہ کرے، بلکہ وقت کے اندر نماز پڑھ لے، کیوں کہ وقت کی رعایت مقدم ہے، اور کراہت کے ساتھ ادا کرنا بالکل قضا کرنے سے اَولیٰ ہے۔

اور اگر تقاضہ اتنا شدید نہیں ہے، بلکہ ہلکا سا تقاضہ تھا، ذرا سا دبانے کی صورت میں تقاضہ جاتا ہی رہا، تب تو نماز پوری کر لے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس وقت نماز پڑھ رہا ہو اس وقت طبیعت ادھر متوجہ نہیں ہونی چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهى عن رفع البصر إِلَى السماء فى الصلاة

نماز میں نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھانے کی ممانعت

نماز کے علاوہ عبرت کے لیے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کی ان بڑی بڑی مخلوقات میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے:﴿أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾﴾ جب آدمی ان کو دیکھ کر ان میں غور وفکر کرے گا تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت حاصل ہوگی، اس لیے اس کی طرف متوجہ کیا گیا ہے؛ لیکن نماز کی حالت میں آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت آئی ہے۔

حدیث ۱۷۵۴:-

عن أنس بن مالك رضى الله عنه قَالَ قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: ((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِى صَلَاتِهِمْ!)) فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِى ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ: ((لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ، أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ!)) (رواه البخارى)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا حال ہے ان لوگوں کا جو نماز کی حالت میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر) اس بارے میں آپ ﷺ نے اور زیادہ شدت اختیار فرمائی یہاں تک کہ ارشاد فرمایا: یا تو وہ لوگ آسمان کی طرف آنکھ اُٹھانے سے باز آجائیں، یا پھر ان کی نگاہیں اُچک لی جائیں گی (اور وہ بینائی سے محروم کردئے جائیں گے)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھۃ الالتفات فی الصلاۃ لغیر عذر

نماز کی حالت میں بغیر عذر کے اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے

دیکھنے کی تین شکلیں ہیں:

(۱) پہلی شکل یہ ہے کہ اس طرح دیکھے کہ اس کا سینہ قبلے سے پھر جائے۔ اس صورت میں تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور ٹوٹ جائے گی۔

(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ سینہ تو قبلہ کی طرف رہے، البتہ چہرہ پھیر کر دیکھے، یہ مکروہِ تحریمی ہے۔ اور اگر چہرہ پھیر کر اتنی دیر تک دیکھتا رہا کہ دور سے دیکھنے والا اس کے متعلق یہ یقین کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے؛ تب تو نماز فاسد ہی ہو جائے گی۔

(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ سینہ اور چہرہ تو قبلہ کی طرف ہی ہے، البتہ کنکھیوں اور آنکھ کے کونوں سے دیکھ رہا ہے، تو اگر یہ کسی ضرورت کی وجہ سے ہے تب تو جائز ہے، اس میں کوئی کراہت بھی نہیں۔ اور اگر بلا ضرورت ہے تو مکروہِ تنزیہی ہے یعنی اس کو اچھا نہیں سمجھا گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شیطان کا نماز میں سے اُچک لینا

حدیث ۱۷۵۵:-

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: سألتُ رسُولَ الله ﷺ عَنِ الالتفَاتِ فی الصَّلاَةِ فَقَالَ: هُوَ اخْتِلاَسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلاَةِ العَبْدِ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے متعلق پوچھا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے آدمی کی نماز میں سے اچانک اُچک لینا ہے۔

افادات:- کسی کے پاس کوئی چیز ہو اس کو جھپٹ مار کر لے لینا "اختلاس" کہلاتا ہے۔ گویا شیطان بھی اسی انتظار میں رہتا ہے کہ جب کوئی بندہ نماز میں مشغول ہو تو اس میں سے کچھ چھین لے۔ جیسے: جیب کترا ہمیشہ موقعہ کے انتظار میں رہتا ہے کہ کسی کی طرف سے ذرا سی غفلت ہو تو وہ اپنا کام کرلے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہے کہ شیطان آدمی کی نماز میں سے اپنا حصہ لینے کے انتظار ہی میں رہتا ہے، جیسے ہی آدمی نے اِدھر اُدھر دیکھا تو شیطان نے نماز کا اتنا حصہ لے لیا، اس لیے کہ اتنی دیر تک اس کی توجہ بجائے نماز کے دوسری چیز کی طرف ہوگئی، تو نماز کا اتنا حصہ نکل گیا، اس پر شیطان نے قابو پالیا۔ اسی کو "اختلاس" سے تعبیر کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ہلاکت ہے

حدیث ۱۷۵۶:-

وعن أنس رضی الله عنه قَالَ قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ : إِيَّاكَ والالتِفَاتَ فِي الصَّلَاةِ، فَإِنَّ الالتفَاتَ فی الصَّلَاةِ هَلَكَةٌ، فَإِنْ كَانَ لَابُدَّ، فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فی الفَرِيضَةِ. (رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے بچو، اس لیے کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ہلاکت ہے۔ اور اگر دیکھنا بہت ضروری ہی ہو؛ تو نفل میں دیکھیو، فرض میں نہیں۔

افادات:- گویا فرض نماز کی طرف زیادہ توجہ اور اہتمام ہونا چاہیے۔ ویسے نوافل کے اندر فرائض کے مقابلہ میں کچھ چیزوں میں تسامح برتا گیا اور کچھ چھوٹ چھاٹ دی گئی ہے، جیسے: فرض نماز کھڑے ہونے کی قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھیں گے تو درست نہیں ہوگی، اور نفل نماز باجود کھڑے ہونے کی طاقت وقدرت کے بھی بیٹھ کر پڑھیں گے؛ تو درست ہو جائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَاب النهي عن الصلاة إِلَى القبور

قبر سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھنے کی ممانعت

اس سلسلے میں فقہاء نے تفصیل بتلائی ہے، وہ یہ ہے کہ:

اگر نمازی کے سامنے قبر موضعِ سجود کے بقدر نزدیک ہو۔ یعنی آدمی کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہا ہو اور اس کی نگاہیں سجدے کی جگہ پر جمی ہوئی ہوں اور سامنے سے کوئی گزرے تو نمازی کی نگاہیں اس کو نہ دیکھ سکیں (جس کی تحدید نمازی کے کھڑے ہونے کی حالت میں اس کے پاؤں سے دو صف کے برابر تقریباً نو (۹) یا دس (۱۰) فٹ بتلائی ہے) قبر کے اتنے سامنے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور اگر نمازی اور قبر کے درمیان میں دس فٹ سے زیادہ فاصلہ ہو، یا درمیان میں کوئی سترہ حائل ہو؛ تو پھر مکروہ نہیں۔

سُترہ کے متعلق مسئلہ کی وضاحت

اور امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے اور ایک مقتدی کا سترہ دوسرے کے لیے کافی نہیں جبکہ سب کے سامنے قبریں ہوں۔ یہاں ایک مسئلہ اور ہے کہ کھلے میدان میں نماز پڑھی جارہی ہے اور آگے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سے کسی کے گزرنے کا امکان ہو اور امام اپنے سامنے کوئی سترہ اور آڑ رکھ لے تو امام کا اپنے سامنے رکھا ہوا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہو جائے گا

لیکن اگر نمازیوں کے سامنے قبریں ہیں اور امام نے قبروں اور اپنے درمیان سترہ رکھا تو اس کا یہ سترہ مقتدیوں کے لیے کافی نہیں ہو گا۔ مثلاً: امام کے سامنے قبر ہے اور اس نے اپنے سامنے سترہ رکھا تو اس کے لیے تو کافی ہو جائے گا، اور اس کے مقتدیوں میں پہلی صف کے کونے میں ایک آدمی کھڑا ہے جس کے سامنے بھی موضعِ سجود میں قبر پڑتی ہے تو امام والا سترہ اس کے لیے کافی نہیں ہو گا، اس کو اپنے لیے الگ سے آڑ رکھنی پڑے گی۔

اور اگر قبرستان میں کوئی جگہ نماز کے لیے بنائی گئی ہو جہاں قبریں یا نجاست نہ ہو تو نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ اور اگر قبریں دائیں بائیں یا پیچھے ہوں تب بھی مکروہ نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنے کی جگہ بنائی ہو اور قبروں کے درمیان میں آڑ کر دی گئی ہو تو نماز پڑھنا جائز ہے۔

قبروں کی طرف چہرہ کر کے نماز مت پڑھو

حدیث ۱۷۵۷:-

عن أَبِي مَرْثَدٍ كَنَّازِ بْنِ الْحُصَيْنِ رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: لا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا. (رواه مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:–حضرت ابو مَرثَد کَنَّاز بن حُصَین (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قبروں کی طرف چہرہ کر کے نماز مت پڑھو، اور نہ ان پر بیٹھو۔

افادات:–ویسے قبر کا بھی اپنا ایک احترام ہے، قبر میں جو مردہ سویا ہوا ہے اس کو ان سب چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی لیے قبروں پر پیشاب پاخانہ کرنے سے حدیثِ پاک میں ممانعت آئی ہے کہ یہ چیز مردے کے لیے باعثِ تکلیف ہے، اس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اسی طریقے سے قبر پر ٹیک لگانے اور اس پر بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم المرور بَیْنَ یدی المصلّی

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی ممانعت

حدیث ۱۷۵۸:-

عن أَبِي الْجُهَيْمِ عبد الله بن الحارِثِ بن الصِّمَّةِ الأَنْصَارِيِّ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رسُولُ الله ﷺ : لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ.

قَالَ الراوی: لا أَدْرِي قَالَ: أَرْبَعِينَ يوماً، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْراً، أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً. (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابو جُہیم عبد اللہ بن حارث بن صِمَّہ انصاری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نمازی کے سامنے سے گزرنے والا اگر یہ جان لے کہ اس گزرنے پر اس کے لیے کیا وبال ہے تو نمازی کے سامنے سے گزرنے کے مقابلہ میں چالیس تک کھڑا رہنا اس کے لیے زیادہ بہتر ہو۔

(چالیس سے کیا مراد ہے؟) راوی کہتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ چالیس دن مراد ہیں، یا چالیس مہینے مراد ہیں، یا چالیس سال مراد ہیں۔

افادات:- دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس سال تک کھڑا رہنا گوارا کرے گا لیکن نمازی کے آگے سے گذرنا گوارا نہیں کرے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نمازی کے آگے سے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گذرنا کتنا خطرناک ہے، چوں کہ یہ نمازی کی توجہ کو ہٹانے والا ہے۔ اگر نمازی کے آگے سترہ اور آڑ رکھی ہوئی ہو اور آڑ کے اُس طرف سے کوئی گذرے تو اس کی اجازت ہے۔

بڑی اور چھوٹی مسجد کی تحدید اور حکم

اور اگر کھلے میدان میں نماز پڑھ رہا ہے، یا بڑی مسجد ہے تو اس صورت میں نمازی کے موضعِ سجود کے آگے سے گذرنے کی اجازت ہے۔ (اور موضعِ سجود کا مطلب اوپر بتلایا کہ آدمی کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہا ہو اور اس کی نگاہیں سجدے کی جگہ پر جمی ہوئی ہوں اور سامنے سے کوئی گذرے تو نمازی کی نگاہیں اس کو نہ دیکھ سکیں۔ حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ: بندے نے اس کا اندازہ لگایا تو نمازی کے کھڑے ہونے کی حالت میں اس کے پاؤں سے دو صف کے برابر ہوا، جو تقریباً نو (۹) یا دس (۱۰) فٹ ہوتا ہے۔)

اور چھوٹی مسجد ہو تو پھر نمازی اور قبلہ والی دیوار کے درمیان میں سے گذرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور چھوٹی مسجد کی تفصیل بھی فقہاء نے لکھی ہے کہ اگر ایسی چھوٹی مسجد یا کمرے میں نماز پڑھ رہا ہے جس کا کل رقبہ (ایریا) چالیس (۴۰) ہاتھ یعنی ساٹھ (۶۰) فٹ سے کم ہے؛ تو نمازی کے سامنے سے گذرنا مطلقاً ناجائز ہے، خواہ قریب سے گذرے یا دور سے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بڑی مسجد کا جو رقبہ ساٹھ (۶۰) فٹ بتایا تو کیا کل ۶۰/ اسکویر فٹ مراد ہے ؟ یا ۶۰x۶۰ یعنی ۳۶۰۰/ اسکویر فٹ مراد ہے ؟ تو اس سلسلہ میں مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے تو یہی فتویٰ دیا ہے کہ کل ۶۰/ اسکویر فٹ مراد ہے؛ لیکن ہمارے اکابر میں سے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا ہے کہ: ۴۰x۴۰ ہاتھ (یعنی ۶۰x۶۰ فٹ) کے کل ۳۶۰۰/ اسکویر فٹ ہوتے ہیں، اس سے بڑی مسجد ہو تو اس صورت میں نمازی جہاں کھڑا ہے اس سے دو صف جتنی جگہ (یعنی نو (۹) یا دس (۱۰) فٹ) چھوڑ کر آگے سے کوئی گذرنا چاہے تو گذر سکتا ہے، اور اگر اس سے چھوٹی مسجد ہے تو اس صورت میں پھر نمازی اور قبلہ والی دیوار کے درمیان میں سے گذرنے کی اجازت نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ تفصیل ہوئی۔

سامنے سے گزرنے والا گنہگار یا نمازی؟

ایک اور مسئلہ ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے میں جبکہ کوئی سترہ یا آڑ نہ ہو؛ تو گنہگار ہونے کی چار صورتیں ہیں:

(۱) پہلی یہ کہ گزرنے والے کے لیے گنجائش موجود ہو کہ وہ نمازی کے سامنے سے نہ گزرے، اور نمازی نے بھی راستہ نہ روکا ہو۔ یعنی نمازی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کی وجہ سے جانے والے کا راستہ نہیں رکتا ہے، اور گزرنے والا نمازی کے سامنے سے گزرے بغیر بھی اپنا راستہ نکال لے سکتا ہے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پھر بھی وہ نمازی کے آگے سے گزرا؛ تواس صورت میں گناہ گزرنے والے پر ہو گا، نمازی پر کوئی گناہ نہیں۔ اس لیے کہ کوتاہی گزرنے والے کی طرف سے ہو رہی ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ دوسری طرف کو اور کوئی راستہ ہے ہی نہیں، اور نمازی نے راستہ روک لیا ہے۔ یعنی نمازی ایسی جگہ کھڑا ہو گیا جہاں سے لوگوں کے آنے جانے کا راستہ ہے (بعض لوگ ایسا ہی کرتے ہیں) تو اس صورت میں گناہ نمازی پر ہو گا، گزرنے والے پر نہیں۔ اس لیے کہ یہاں کوتاہی نمازی کی طرف سے پائی گئی ہے۔ اس کو سوچ سمجھ کر ایسی جگہ پر کھڑا رہنا چاہیے تھا جہاں سے گزرنے والوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا نہ ہوتی ہو۔

(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ نمازی نے راستہ تو روک لیا ہے لیکن گزرنے والا اور طرف سے بھی نکل سکتا ہے، پھر بھی نمازی کے سامنے سے گزرا؛ تواس صورت میں دونوں گنہگار ہوں گے۔ نمازی اس لیے کہ راستہ روکا، اور گزرنے والا اس لیے کہ اس کے لیے بچنا ممکن تھا پھر بھی وہ سامنے سے گزرا۔

(۴) چوتھی شکل یہ ہے کہ نمازی نے راستہ نہیں روکا، اور گزرنے والے کے لیے بھی اور کوئی راستہ نہیں ہے، اور آدمی نمازی کے سامنے سے گزرے؛ تو اس صورت میں دونوں میں سے کوئی بھی گنہگار نہیں ہو گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهة شروع المأموم فى نافلة بعد شروع المؤذن فى إقامة الصلاة، سواء كَانَتْ النافلة سنة تلك الصلاة أَوْ غيرها

جماعت کھڑی ہوچکنے کے بعد مسجد ہی میں سنتیں یا نوافل پڑھنا مکروہ ہے

اس باب میں ایک مسئلہ اور بتلاتے ہیں کہ کسی نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی (یعنی جماعت کھڑی ہوگئی) تو اس مسجد میں اور کوئی نماز شروع نہ کی جائے، چاہے وہ نماز اسی وقت کی سنت ہو، یا کوئی نفل ہو۔

فجر کے علاوہ دوسری چار نمازوں میں سے ظہر عصر اور عشاء سے پہلے سنتیں ہیں اور اس میں بھی عصر وعشاء سے پہلے کی سنتیں تو غیر موکدہ ہیں، لیکن ظہر سے پہلے سنتِ موکدہ ہیں۔ ان تینوں میں مسئلہ یہی ہے کہ جب جماعت کھڑی ہوجائے اس کے بعد کوئی اور نماز شروع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ فجر میں کوئی آدمی مسجد آیا اور جماعت کھڑی ہوچکی ہے تو اس صورت میں حضراتِ ائمہ میں دورائیں ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما اس بات کے قائل ہیں کہ چوں کہ احادیثِ مبارکہ میں فجر کی سنتوں کے متعلق بڑی تاکید آئی ہے، اور اتنی زیادہ تاکید دوسری سنتوں کے متعلق نہیں ہے، اس لیے اگر فجر کی جماعت شروع ہوچکی ہو اور اس کو اندازہ ہو کہ میں اپنی سنتیں پڑھنے کے بعد بھی جماعت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں شریک ہو جاؤں گا، اور مجھے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی؛ تو اس صورت میں وہ مسجد سے ہٹ کر باہر کوئی جگہ ہو تو مسجد سے باہر سنتیں پڑھ لے۔ جیسے: ہماری اس مسجد میں باہر جگہ موجود ہے، اوپر بھی جگہ ہے، جماعت خانہ کے اندر جماعت چلتے ہوئے سنتیں پڑھنے کی قطعاً اجازت نہیں۔

اور اگر کسی مسجد میں جماعت خانہ کے علاوہ جگہ ہی نہ ہو، تو پھر کسی کونہ میں پڑھے۔ صف میں جماعت کے نمازیوں کے ساتھ کھڑے ہو کر نہ پڑھے؛ کہ اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ دوسری رائے آگے آرہی ہے۔

حدیث ۱۷۵۹:-

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی فرض نماز کے لیے اقامت کہی جائے (یعنی جماعت شروع ہو جائے) تو اب فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز پڑھنا درست نہیں۔

افادات:- اسی لیے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما اس طرف گئے ہیں کہ فجر کے اندر بھی جماعت کھڑی ہو گئی ہو تو سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اوپر تفصیل بتلا دی گئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھة تخصیص یوم الجمعة بصیام أو لیلته بصلاة من بین اللیالی

جمعہ کے دن خصوصیت سے روزہ رکھنا اور شبِ جمعہ میں خصوصیت سے عبادت کرنا مکروہ ہے

پچھلی کئی مجلسوں سے یہ سلسلہ جاری ہے کہ امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) متفرق آداب و مسائل بتارہے ہیں۔ آج ایک عنوان قائم کیا ہے کہ: خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن روزہ رکھنے، یا خصوصیت کے ساتھ جمعہ کی رات میں عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چناں چہ روایت پیش کرتے ہیں۔

حدیث ۱۷۶۰:-

عن أبي هريرة رضی الله عنه عن النبيِّ ﷺ قَالَ:((لا تَخُصُّوا لَيلَةَ الجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي، وَلاَ تَخُصُّوا يَومَ الجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الأَيَّامِ، إِلاَّ أَنْ يَكُونَ فِي صَومٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ علیہ) نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لیے خاص مت کرو، اور دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے مخصوص مت کرو؛ البتہ جمعہ کا دن کسی ایسے دن پڑ جائے کہ اس میں آدمی کے روزہ رکھنے کی عادت ہے (تو اس کی اجازت ہے)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:– مثلاً: کوئی آدمی ہر مہینہ کے پہلے چاند کو روزہ رکھتا ہے۔ یا ہر مہینہ کے دسویں چاند کو روزہ رکھتا ہے، اور اب کی مرتبہ پہلا یا دسواں چاند جمعہ کو ہی پڑ گیا؛ تو پھر کوئی حرج نہیں۔ لیکن جمعہ کے دن جمعہ ہونے کی حیثیت سے روزہ رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ہاں ! صرف جمعہ کا روزہ نہ رکھتے ہوئے اس سے آگے یا پیچھے ایک روزہ ملا لیا جائے یعنی جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا، یا جمعہ کے ساتھ سنیچر کو ملا کر روزہ رکھ لیا؛ تو اس کی اجازت ہے، جیسا کہ اگلی روایت میں آ رہا ہے۔

آگے پیچھے ایک روزہ ملا لیا کرے

حدیث ۱۷۶۱:-

وعنه قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: لَا يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوماً قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ. (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:– حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کوئی آدمی جمعہ کا روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک روزہ رکھ لے۔ (تو رکھ سکتا ہے)

حدیث ۱۷۶۲:-

وعن محمد بن عَبَّادٍ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِراً رضی الله عنه: أَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَومِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. (متفق عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-حضرت محمد بن عباد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: کیا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جمعہ کے دن کے روزہ سے منع فرمایاہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ (صرف جمعہ کے دن کا اکیلا روزہ رکھنے سے منع فرمایاہے۔)

حدیث ۱۷۶۳:-

وعن أُمِّ الْمُؤمِنِينَ جويرية بنت الحارث رَضِيَ اللهُ عنها: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: أَصُمْتِ أَمْسِ؟ قالت: لا. قَالَ: تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَداً؟ قالت: لاَ. قَالَ: فَأَفْطِرِي. (رواه البخاری)

ترجمہ:- اُم المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے یہاں جمعہ کے دن تشریف لائے اور ان کا روزہ تھا تو حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا: گذشتہ کل (یعنی جمعرات) کا تم نے روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو پوچھا کہ: آئندہ کل (یعنی سنیچر) کا روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ تو کہا: نہیں۔ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: پھر یہ روزہ توڑ ڈالو۔

افادات:-کوئی آدمی نفل روزہ توڑ ڈالے تو اس کی قضاء کے سلسلہ میں ائمہ کے درمیان میں اختلاف ہے، احناف کے یہاں یہ ہے کہ اس کی قضاء ضروری ہے۔ بہرحال! یہاں تو یہ بتلانا ہے کہ صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے، اور اکیلی جمعہ کی رات میں عبادت کرنے سے منع فرمایاہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم الوصال فی الصوم

وَهُوَ أنْ يصوم يومَينِ أَوْ أكثر وَلاَ يأكل وَلاَ يشرب بينهما

صومِ وصال کی حرمت کا بیان

صومِ وصال کا مطلب یہ ہے کہ آدمی دو یا زیادہ دنوں کا روزہ مسلسل اس طرح رکھے کہ درمیان میں نہ تو افطار کرے، نہ سحری؛ اس کو صومِ وصال کہتے ہیں، اور اس کی اجازت نہیں ہے۔ اور ایک شکل یہ ہے کہ روزانہ کا روزہ رکھے جس میں افطار بھی کرے، رات میں کھائے پیئے اور سحری بھی کرے؛ اس کو صومِ دہر کہتے ہیں؛ اس کی اجازت ہے۔

حدیث ۱۷۶۴:-

عن أَبي هريرة وعائشة رضی الله عنهما: أَنَّ النبيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - نهى عن الوِصَالِ. (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صومِ وصال سے منع فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میرا معاملہ تمہاری طرح نہیں ہے

حدیث ۱۷۶۵ :-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنھما قَالَ: نَهَى رسُولُ اللهِ - ﷺ - عَنِ الوِصَالِ. قالوا: إنَّكَ تُواصِلُ؟ قَالَ: ((إنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ، إنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى)). (متفق عَلَيْهِ. وهذا لفظ البخاری)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صومِ وصال سے منع فرمایا، تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کا معمول تو صومِ وصال کا ہے؟ (اورامت کو تو آپ کے اتباع و پیروی کا حکم دیا گیا ہے) تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (صومِ وصال میری خصوصیت ہے) مَیں تمہاری طرح نہیں، مَیں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔

افادات:- بعض عبادات ایسی تھیں جن کی آپ ﷺ کے لیے تو اجازت تھی؛ لیکن امت کو اس کی اجازت نہیں۔ یا آپ کے لیے واجب تھی اور امت کے لیے واجب نہیں۔ جو کام ایسے ہوں جو امت کے لیے منع ہوں لیکن آپ کے لیے ممنوع نہ ہوں؛ وہ آپ ﷺ کی خصوصیات کہلاتی ہیں؛ لیکن کسی بھی چیز کا خصوصیت ہونا اس وقت تک ثابت نہیں مانا جائے گا جب تک کہ اس سلسلہ میں کوئی روایت موجود نہ ہو۔ یہاں صومِ وصال کے متعلق روایت موجود ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

”مَیں کھلایا پلایا جاتا ہوں“یعنی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی روحانی نعمتیں دی جاتی ہوں جو کھانے پینے کے قائم مقام ہو جاتی ہوں، اور ایک آدمی کو کھانے پینے سے جو قوت حاصل ہوتی ہے وہی قوت آپ کو ان نعمتوں سے حاصل ہو جاتی ہوں، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا معاملہ تمہاری طرح نہیں ہے۔

بَاب تحریم الجلوس عَلیٰ قبر

قبر کے اوپر بیٹھنے کی ممانعت

ایک مؤمن کا جو ادب واحترام اس کی زندگی میں ملحوظ رکھا جاتا ہے وہی ادب و احترام اس کی موت کے بعد ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چناں چہ اس کی قبر کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنا جو اس کے ادب و احترام کے خلاف ہو؛ اس کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ اسی لیے زیارتِ قبر کے سلسلہ میں جو طریقہ بتلایا گیا ہے اس کے متعلق کتبِ فقہ میں فقہاء نے لکھا ہے کہ آدمی صاحبِ قبر کی پائنتی قبلہ کی طرف اس طرح کھڑا ہو کہ اس کا چہرہ صاحبِ قبر کے سامنے ہو، اور پیٹھ قبلہ کی طرف ہو۔ اور وہاں ایک بات خاص لکھی ہے کہ صاحبِ قبر کی زندگی میں اس سے جتنا قریب اور دور رہتا تھا، زیارتِ قبر کے وقت بھی اسی لحاظ سے رہے۔ جیسے: کوئی استاذ یا شیخ کی قبر ہے جن کی زندگی میں آپ ان سے دو چار گز دور بیٹھتے تھے تو جب ان کی قبر کی زیارت کے لیے جائیں تب بھی اسی مناسبت سے دور کھڑے رہنا چاہیے۔

حدیث ۱۷۶۲:-

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رسولُ اللہ ﷺ: ((لأنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ، فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ)). (رواہ مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی انگارے کے اوپر بیٹھے اور وہ انگارا اس کے کپڑوں کو جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے (اور اس کی وجہ سے اس کی کھال متاثر ہو اور اس کو تکلیف ہو) یہ اس کے لیے بہتر ہے بہ نسبت اس بات کے کہ وہ کسی قبر کے اوپر بیٹھے۔

افادات:- اس سے قبر کے اوپر بیٹھنے کی ممانعت معلوم ہوئی۔ اسی لیے بعض علماء اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ بعضوں نے اس کو مکروہ بتلایا ہے۔ ہاں! قضائے حاجت کے لیے بیٹھنا بالاتفاق حرام ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه

قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر (قبہ، کمرہ وغیرہ) تعمیر کرنے کی ممانعت

حدیث ۱۷۶۷:-

عن جابر رضی الله عنه قَالَ: نَهَى رسولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أن يُجَصَّصَ القَبْرُ، وأنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأنْ يُبْنَى عَلَيْهِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس بات سے منع فرمایا کہ قبر کو پختہ (پکّا) بنایا جائے، اور اس پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا، اور اس پر قبہ، کمرہ وغیرہ تعمیر کرنے سے بھی منع فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تغلیظ تحریم إباق العبد من سیدہ

غلام کا اپنے آقا کے یہاں سے بھاگ جانا سخت حرام ہے

حدیث ۱۷۶۸:-

عن جریر رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رسولُ اللہِ ﷺ: ((أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ)). (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت جریر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو غلام بھاگ گیا تو اس سے اسلام کا ذمہ بری ہے۔

افادات:- اس کو اللہ و رسول کی طرف سے جو امان دیا گیا ہے، یا جو وعدے کئے گئے ہیں وہ سب اس کے بھاگ جانے کی وجہ سے باقی نہیں رہیں گے۔

کفر سے مراد کیا ہے؟

حدیث ۱۷۶۹:-

وعنہ عن النبیِّ ﷺ: إِذَا أَبَقَ العَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ. (رواہ مسلم)

وفی روایۃٍ: ((فَقَدْ كَفَرَ))

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:-- حضرت جریر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) ہی کی روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی غلام بھاگ جاتا ہے تو اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ اس نے گویا کفر کیا۔

افادات:-- یعنی اگرچہ نماز درست ہو جائے گی اور اس کا ذمہ بری ہو جائے گا، اس کے اوپر اس نماز کی قضاء واجب نہیں ہوگی، کل قیامت میں نماز کے اوپر یہ مؤاخذہ و گرفت نہیں ہوگی کہ نماز نہیں پڑھی، لیکن قبول نہیں ہوگی یعنی اس کی نماز پر اس کو کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ کفر کا معنٰی ناشکری۔ یعنی اس نے آقا کے احسان کی ناشکری کی۔ یا اگر اس نے اس حرکت کو حلال سمجھتے ہوئے کیا یعنی اس کے لیے بھاگنا حرام ہے اور وہ حلال سمجھتے ہوئے بھاگا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کفر شمار ہوگا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم الشفاعۃ فی الحدود

شریعت کی مقرر کی ہوئی سزاؤں کے متعلق سفارش حرام ہے

اس باب میں علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مقررہ سزائیں ہیں ان کے سلسلہ میں سفارش کرنا جائز نہیں ہے۔

حدودِ اربعہ

چار گناہ ایسے ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا مقرر کر دی گئی ہے، جن کو "حدودِ اربعہ" کہا جاتا ہے:

(۱) **زنا:**- کوئی آدمی اگر زنا کا ارتکاب کرے اور وہ محصَن (یعنی شادی شدہ) ہے، اور ساتھ میں کچھ دیگر شرطیں بھی ہیں، تو اس کی سزا "رجم" یعنی سنگسار کر دینا ہے، اس کو پتھر مار مار کر ختم کر دیا جائے، چاہے مرد ہو یا عورت ہو۔ اور اگر وہ غیر محصَن (یعنی غیر شادی شدہ) ہے تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں۔ ایک گناہ تو زنا ہوا کہ جس میں شریعت کی طرف سے سزا مقرر ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(۲)سرقہ:- دوسرا گناہ چوری کا ہے کہ کسی پر اگر شرعی اعتبار سے کچھ شرائط کے ساتھ چوری کا ثبوت ہو جائے، یا وہ اقرار کرلے، تو اس کا داہنا ہاتھ پہنچے سے کاٹ دیا جائے گا، یہ سزا بھی شریعت کی طرف سے مقرر ہے۔

(۳)شراب نوشی:- تیسرا گناہ شراب نوشی کا ہے اس کی سزا اسّی کوڑے ہے۔

(۴)تہمتِ زنا:- چوتھا گناہ یہ ہے کہ اگر کسی پاک دامن مرد یا عورت کے اوپر زنا کی تہمت لگائے، اور اپنے اس دعوے پر چار گواہ پیش نہ کر سکے؛ تو اس کو بھی بطورِ سزا کے اَسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔ یہ چار سزائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں، انہیں کو شریعت کی اصطلاح میں ''حد'' کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر جرائم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی ہے۔ ہاں! حاکمِ وقت اس کے مناسب جو سزا ہو وہ اس کے لیے تجویز کر سکتا ہے۔

حدود کے سلسلہ میں سفارش کرنا جائز نہیں

تو حدود کے سلسلہ میں سفارش کرنا جائز نہیں ہے۔ سفارش کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا معاملہ حاکم کے پاس پہنچ گیا اور اس کے اوپر زنا کا ثبوت اس کے اقرار کی وجہ سے، یا گواہوں کی کاروائی کے نتیجے میں ہو گیا؛ تو اس پر جو سزا شریعت نے لازم کی ہے، حاکم وہ سزا اس پر ضرور جاری کرے گا۔ اب اس سلسلہ میں کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ حاکم کے پاس جا کر اس کی سفارش کرے کہ اس کو معاف کر دو، ہم

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کی طرف سے اتنا معاوضہ دیدیتے ہیں، یا اتنا تاوان (ڈنڈ) بھر دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سفارش کرنا حرام ہے۔ چاروں گناہوں کا یہی حکم ہے۔

ایک شکل میں سفارش کی اجازت ہے

البتہ کتابوں میں لکھا ہے کہ کوئی معاملہ حاکم کے پاس پہنچے اس سے پہلے کوئی آدمی ان گواہوں سے سفارش کا معاملہ کرے تو اس کی اجازت ہے، مثلاً: کسی کو زنا کرتے ہوئے گواہوں نے دیکھا اور وہ حاکم کے پاس یہ معاملہ پہنچانے والے ہیں، اب وہ لوگ یہ معاملہ وہاں لے کر جائیں اس سے پہلے کوئی آدمی ان گواہوں سے کہے کہ: تم یہ معاملہ حاکم کے پاس مت لے جاؤ؛ تو اس کی اجازت ہے۔ اور وہاں بھی صرف سفارش کی جاسکتی ہے، ان کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن معاملہ جب حاکم کے پاس پہنچ گیا تو اب سفارش کی اجازت نہیں۔ یہی حال چوری کا بھی ہے۔

لیکن فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں بھی یہ دیکھا جائے گا کہ صرف اسی آدمی کے متعلق سفارش کی جاسکتی ہے جس کی زنا کی عادت نہیں ہے، بلکہ ماحول کا شکار ہو کر وہ پھنس گیا اور اس سے زنا کا صدور ہو گیا۔ لیکن اگر کوئی آدمی ان گناہوں کا عادی بن چکا ہو، تو پھر حاکم کے پاس جانے سے پہلے بھی سفارش کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ اس صورت میں تو یہ کوشش کی جائے کہ معاملہ حاکم کے پاس پہنچے، پھر اس کا ثبوت ہو، اور اس کو سزا ملے، تاکہ آئندہ یہ بھی باز رہے، اور لوگوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قرآنی آیت

قَالَ اللہ تَعَالَیٰ: الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ. (النور:۲)

ترجمہ:- زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ، اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو پورا کرنے کے معاملہ میں تمہیں ان پر کوئی رحم نہ آئے، اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

افادات:- مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد جاری کرنے کے معاملہ میں ان پر ذرا بھی رحم کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس آیت کو پیش کرکے بتلانا چاہتے ہیں کہ اس معاملہ میں کسی کی کوئی سفارش قبول نہ کی جائے۔

اس معاملہ میں تم سفارش کرتے ہو؟

حدیث ۱۷۷۰:-

وعن عائشة رَضِيَ اللهُ عنها: أَنَّ قُرَيْشاً أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ ﷺ؟ فقالوا: وَمَنْ يَجْتَرِءُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فَقَالَ رسُولُ اللهِ ﷺ : أَتَشْفَعُ فِی حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ تَعَالَى ؟! ثُمَّ قَامَ فاختطب، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ، أَقَامُوا عَلَيْهِ الحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا. (متفق عَلَيْهِ)

وفی روايةٍ: فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ الله ﷺ، فَقَالَ: أَتَشْفَعُ فِی حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ!؟ فَقَالَ أُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: ثُمَّ أَمَرَ بِتِلْكَ المَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا.

ترجمہ مع مختصر تشریح:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ قبیلۂ مخزوم کی اس عورت کے معاملہ نے قریش کو بہت فکر میں ڈال دیا جس نے چوری کی تھی (یہ واقعہ فتحِ مکہ کے وقت کا ہے کہ قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود سے چوری کا صدور ہوا اور وہ معاملہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا، چوری کا ثبوت بھی ہو گیا ادھر قریش کو بڑی فکر لاحق ہوئی کہ یہ عورت قبیلۂ مخزوم کی ہے جو قریش کا باعزت قبیلہ ہے، اگر چوری کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو یہ اس کے لیے بھی اور پورے خاندان کے لیے بھی بڑی بے عزتی کی چیز ہوگی، اس لیے کوئی ایسی تدبیر و کوشش ہونی چاہیے کہ اس کا ہاتھ کٹنے کی نوبت نہ آئے۔ حضراتِ صحابہ کو معلوم نہیں تھا کہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس میں سفارش نہیں چل سکتی، اس لیے ان کی آپس میں میٹنگ ہوئی اور اس بات پر غور و فکر ہوا کہ کون ہے جو اس معاملہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جا کر سفارش کرنے کی ہمت کرے) آپس میں کہنے لگے کہ اس سلسلہ میں حضور ﷺ سے کون بات کرے گا؟ (اس لیے کہ حضورِ اکرم ﷺ سے اس قسم کی بات کرنا بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی) پھر انہوں نے آپس میں طے کیا کہ اس سلسلہ میں بات کرنے کی ہمت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا، اس لیے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے محبوب اور لاڈلے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(حضورِ اکرم ﷺ ان سے بڑی محبت فرماتے تھے، ان کے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بھی نبی کریم ﷺ بڑی محبت فرماتے تھے، ان کا لقب بھی حِبُّ الرسول تھا) چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے گفتگو کی (کہ آپ اس کو معاف کر دیجئے) دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت اُسامہ کی اس بات کو سن کر نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ مارے غصے کے بدل گیا اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے ایک سزا کے سلسلے میں تم سفارش کرتے ہو؟ یہ سن کر حضرت اُسامہ سہم گئے اور درخواست کی کہ: اے اللہ کے رسول! میرے لیے دعائے مغفرت کیجئے، مجھ سے کوتاہی ہو گئی۔

(راوی کہتے ہیں کہ حضرت اسامہ کو تو تنبیہ فرمادی؛ لیکن حضور ﷺ جانتے تھے کہ یہ بھی لوگوں کے کہنے سے سفارش کرنے آئے ہیں اور اس سلسلہ میں امت کو رہنمائی کرنے کا ایک موقعہ تھا) اس لیے نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: تم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان کو اسی بات نے ہلاک و برباد کر دیا کہ ان میں جب کوئی شریف اور اونچے گھرانے کا آدمی چوری کرتا تھا (تو اس پر شریعت کی مقرر کردہ سزا جاری نہیں کرتے تھے) اس کو چھوڑ دیتے تھے، اور جب کوئی کمزور و معمولی درجہ کا آدمی چوری کرتا تھا تو اس پر سزا جاری کرتے تھے۔ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ (اعاذھا اللہ منھا) بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔

(حضرت لیث بن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ جب یہ جملہ آئے تو "أعاذھا اللہ منھا" کہنا چاہیے۔)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضور ﷺ کے چہیتے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قصہ

افادات:- حضرت زید رضی اللہ عنہ دراصل غلام تھے، ان کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ ان کے قبیلے پر دوسرے قبیلے والوں نے چھاپا مارا (اس زمانے میں لوٹ مار چلتی رہتی تھی، ایک قبیلہ دوسرے کے اوپر حملہ آور ہو کر ان کے ساتھ زیادتیاں کرتا تھا) اس حملے میں دوسرے قبیلے والوں نے ان کے قبیلے کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کرلیا، مال بھی لوٹ لیا، اس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی گرفتار کئے گئے اوران کو مکہ مکرمہ لاکر بیچ دیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خریدا، جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضورِ اکرم ﷺ کے ساتھ ہوا تو انہوں نے ان کو نبیٔ کریم ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ ان کے والد ان کی جدائی میں بہت غمگین رہتے تھے، اوران کی جستجو و تلاش میں تھے کہ میرا بیٹا کہاں ہے، لوگوں سے پوچھتے رہتے تھے، ہر آتے جاتے قافلوں سے بھی دریافت کرتے رہتے۔ ان کے قبیلے کے کچھ لوگ مکہ مکرمہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے، انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو جاکر ان کے والد کو اطلاع کی کہ تمہارا بیٹا وہاں ہے۔ چناں چہ ان کے والد ان کے چچا کو لے کر مکہ مکرمہ آئے، اور معلوم کیا کہ ہمارا بیٹا کس کی غلامی میں ہے، معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی غلامی میں ہے، تو دونوں بھائی حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان کے والد نے حضور ﷺ کے سامنے سارا معاملہ رکھا کہ میں اپنے بیٹے کو لینے کے لیے آیا ہوں، اورآپ تو بڑے شریف ہیں اور آپ کے بہت اونچے اوصاف ہیں، آپ تو لوگوں کے ساتھ احسان کرتے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جواب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے! مگر پہلے ان سے تو معلوم کرلیا جائے کہ وہ آپ لوگوں کے ساتھ آنے کے لیے تیار بھی ہیں یا نہیں؟ اگر وہ آنا چاہتے ہیں تو میں نہیں روکوں گا، میری طرف سے ان کو اجازت ہے؛ لیکن اگر وہ آپ کے ساتھ آنا نہیں چاہتے تو میں تمہارے ساتھ زبردستی کیسے بھیجوں؟ ان کے والد یہ سمجھتے تھے کہ وہ تو ساتھ آہی جائے گا، چناں چہ حضورِ اکرم ﷺ نے ان کے والد اور چچا کو بٹھاکر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ ان کو پہچانتے ہو؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ تمہیں لینے کے لیے آئے ہیں، اگر تم کو ان کے ساتھ جانا ہے تو میری طرف سے تم کو اجازت ہے۔ انہوں نے فوراً کہا: میں تو جانا نہیں چاہتا، آپ کے پاس ہی رہنا چاہتا ہوں۔ ان کے والد بہت سٹپٹائے اور ناراض بھی ہوئے کہ عجیب آدمی ہو، غلامی کی زندگی کو آزادی کی زندگی پر ترجیح دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ: میں نے ان سے جو سلوک دیکھا ہے اس کے بعد میں آپ لوگوں کے ساتھ آنا پسند نہیں کرتا۔ جب انہوں نے یہ کہا تو نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو آزاد بھی کردیا اور ان کو اپنے ساتھ لے کر حرم میں گئے اور اعلان کیا کہ سب لوگ گواہ رہو کہ آج سے میں نے ان کو اپنا بیٹا بنالیا۔ اور اس زمانے میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی آدمی کسی کو منھ بولا بیٹا بنالیتا تھا تو اسی کی طرف اس کی نسبت کرتے تھے، جیسے سگے باپ کی طرف کی جاتی ہے۔ چناں چہ لوگ ان کو زید بن محمد کے نام سے پکارنے لگے۔ بعد میں جب سورۂ احزاب کی آیت نازل ہوئی جس میں منھ بولے بیٹوں کو بجائے حقیقی باپ کے بیٹا بنانے والے کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طرف منسوب کرنے کی ممانعت آئی، اور حکم آیا کہ حقیقی باپ کی طرف منسوب کرو۔ چناں چہ اس کے بعد ان کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

مشہور قیافہ شناس کی گواہی

حضرت زید رضی اللہ عنہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بڑے لاڈلے تھے، ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ جنہوں نے نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بچپن میں کھلایا تھا انہیں کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا، اور انہیں سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ چوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بڑے حسین و جمیل تھے؛ لیکن ماں حضرت ام ایمن حبشیہ سیاہ فام تھیں اس لیے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ سانولا تھا، تو بعض لوگ ان کی رنگت کی وجہ سے اور چہرہ باپ کے مشابہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے نسب کے معاملہ میں شک وشبہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ دونوں مسجدِ نبوی کے صحن میں چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، دونوں کے چہرے ڈھنپے ہوئے تھے اور پاؤں کھلے ہوئے تھے، عرب کا ایک مشہور قیافہ شناس مُجَزِّز مُدلجي جب وہاں سے گزرا اور اس نے دونوں کے پاؤں دیکھے تو کہا: "إِنَّ هٰذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ" یہ دونوں پاؤں باپ بیٹے کے معلوم ہوتے ہیں، یہ سن کر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بڑی مسرت ہوئی۔ (بخاری و مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چوں کہ اہلِ عرب قیافہ شناسوں کی باتوں کو بڑی اہمیت دیتے تھے، گویا ایک ایسے آدمی کی بات سے اس کی تائید ہوگئی جن پر ان لوگوں کو بھی اعتماد تھا۔

میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں

خیر! حضرت زید رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بھی نبی کریم ﷺ بڑی محبت فرماتے تھے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ایک ران پر بٹھایا اور اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھایا اور فرمایا: ”أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا“ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، جو ان دونوں سے محبت رکھے تو ان سے محبت رکھیو۔ (بخاری شریف، بَاب مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا)

تحقیر؛ فتنہ میں مبتلا کرتی ہے

بہر حال! حضرت اسامہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم ﷺ کے بڑے لاڈلے تھے، اور عام طور پر سفر میں جب یہ حضور ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے تو حضور ان کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب نبی کریم ﷺ عرفات سے مزدلفہ روانہ ہو رہے تھے، غروبِ شمس ہو چکا تھا، روانگی کی تیاری تھی، لیکن ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضور ﷺ کسی کا انتظار فرما رہے ہیں، اس وقت یمن کے کچھ معزز حضرات بھی نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھے، وہ آپس میں سرگوشی کرنے لگے

کہ: کس کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے؟ اتنے میں دیکھا کہ ایک نوجوان آیا اور اس کو نبی کریم ﷺ نے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھایا اور روانہ ہوئے، وہ حضرت اسامہ تھے۔ اور چوں کہ یہ لوگ یمن والے تھے حضرت اسامہ کو پہچانتے نہیں تھے، اور حضرت اسامہ سانولے رنگ کے جوان لڑکے تھے، ناک بھی چپٹی تھی، ان کی شکل و صورت دیکھ کر وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ: ان کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑا؟ گویا ان کو معمولی سمجھا۔

اس واقعہ کو نقل کرنے والے حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کا جو فتنہ پھیلا اور یمن کے لوگ ارتداد میں مبتلا ہوئے؛ وہ ان کی اسی تحقیر کی وجہ سے ہوئے۔ اسی لیے بزرگوں نے لکھا ہے کہ کسی کو بھی معمولی اور حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

”قانون کی نگاہوں میں سب برابر ہیں“ کا مطلب

اس روایت سے نبی کریم ﷺ نے یہ واضح فرمادیا کہ شریعت کی مقرر کردہ سزاؤں کو جاری کرنے کے معاملہ میں کسی کی رعایت نہیں کی جائے گی۔ ”قانون کی نگاہوں میں سب برابر ہیں“ کا یہی مطلب ہے کہ جس گناہ کے لیے جو قانون مقرر کیا گیا ہے اس کا ارتکاب چاہے کوئی بڑا کرے تو اس پر بھی وہ سزا جاری کی جائے گی، بڑا ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت نہیں کی جائے گی۔ اور چھوٹے نے وہ قصور کیا ہو تو اس پر بھی وہی سزا جاری کی جائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النھی عن التغوط فی طریق الناس وظلّھم وموارد الماء ونحوھا

لوگوں کے راستے میں یا لوگ جہاں سایہ حاصل کرتے ہوں یا پانی کی جگہوں پر پیشاب پاخانہ کرنے کی ممانعت

قالَ اللہ تعَالَی: وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَاناً وَإِثْماً مُبِيناً. (الأحزاب:۵۸)

ترجمہ:- جو لوگ ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی ایسا کام کیا ہو (جس کی وجہ سے ان کو تکلیف دی جائے) تکلیف دیتے ہیں، تو وہ ایسا کرکے اپنے اوپر بہت بڑا بہتان اور بڑے گناہ کا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔

افادات:- معلوم ہوا کہ کوئی بھی ایسا کام جس سے ایمان والوں کو تکلیف پہنچتی ہو؛ اس کا ارتکاب حرام ہے۔ پہلے بھی کئی مرتبہ بتلا چکا ہوں، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ کسی بھی کام سے کسی کو بے جا تکلیف پہنچے، جیسے راستے میں ایسی پارکنگ کردی جس کی وجہ سے آنے جانے والوں کے لیے تکلیف ہو؛ تو یہ حرام ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لعنت والے دو کام

حدیث ۱۷۷۱:-

وعن أبي هريرة رضي الله عنه: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: اتَّقُوا اللاَّعِنَيْنِ. قالوا: وَمَا اللاَّعِنَانِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو ایسے کام جو لعنت کو لانے والے ہیں ان سے بچو (یعنی جس کی وجہ سے لوگ ان کاموں کے کرنے والوں پر لعنت کرتے ہیں) صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: لعنت والے دو کام کونسے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے راستے میں یا جہاں لوگ سایہ حاصل کرکے بیٹھتے ہوں وہاں قضائے حاجت کرنا۔

افادات:- راستے میں کسی نے پاخانہ کر دیا تو جو بھی وہاں سے گزرے گا وہ برا بھلا کہے گا کہ کس نالائق اور کس کمبخت نے ایسا کیا۔ گویا یہ حرکت آدمی کے لیے لعنت کا باعث بنتی ہے۔ اسی طریقہ سے جہاں درخت کا سایہ ہے، یا ایسی جگہ ہے جہاں لوگ جائز کام کے لیے بیٹھتے ہیں، جیسے: دیہاتوں میں عام طور پر اس کا دستور ہوتا ہے؛ وہاں پیشاب پاخانہ کرنے کے متعلق بھی یہی وعید ہے۔ اور سایہ تو گرمی کے زمانہ میں حاصل کیا جاتا ہے لیکن جہاں لوگ سردی کے زمانہ میں دھوپ کھانے کے لیے بیٹھتے ہوں؛ اس کا بھی وہی حکم ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک اور مسئلہ

اوراس جگہ پر ایک مسئلہ یہ بھی لکھاہے کہ وہ جگہ اگر ایسی ہے جہاں لوگ ناجائز کام کے لیے بیٹھتے ہوں ، مثلاً:لوگ وہاں جوا کھیلنے،یاسنیمادیکھنے کے لیے،یاکسی بھی حرام وناجائز کام کے لیے بیٹھتے ہیں؛توپھروہاں پاخانہ کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهی عن البول ونحوه فی الماء الراكد

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنے کی ممانعت

حدیث ۱۷۷۲:-

عن جابر رضی اللہ عنه: أَنَّ رسولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِى الْمَاءِ الرَّاكِدِ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

افادات:- اس کا مطلب یہ نہیں کہ بہتے ہوئے پانی میں پیشاب کر سکتے ہیں، وہاں بھی کرنی تو نہیں چاہیے؛ لیکن اگر کوئی کرلے گا تو اس کا اثر پانی کے بہاؤ کی وجہ سے جلدی ختم ہو جائے گا، اور ٹھہرے ہوئے پانی میں کوئی آدمی اگر پیشاب کرے گا تو اس کا اثر ختم نہیں ہوگا، اور یہی چیز آگے چل کر اس پانی کو خراب وفاسد کرنے کا سبب بنے گی؛ اس لیے اس سے خصوصیت سے منع فرمایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھة تفضیل الوالد بعض أولاده علی بعض فی الهبة

باپ کا اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو دوسری اولاد کے مقابلے میں بخشش اور ہدیے کے معاملہ میں ترجیح اور فضیلت دینا

باپ کا اپنی اولاد میں سے کسی کو بخشش اور ہدیے کے معاملہ میں ترجیح اور فضیلت دینا

ماں یا باپ اپنی اولاد کو کوئی چیز دیتے ہیں تو اس میں بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک کو دیا اور دوسروں کو محروم کر دیا، یا سب کو دیا لیکن کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیا۔ یہ باب قائم کر کے بتلاتے ہیں کہ ایسا طریقہ اختیار کرنا شریعت کی نگاہوں میں پسندیدہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں روایت پیش کرتے ہیں۔

حدیث ۱۷۷۳:-

عن النعمان بن بشیر رضی الله عنهما: أَنَّ أَبَاهُ أَتَىٰ بِهِ رَسُولَ اللهِ ﷺ فقال: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلاماً كَانَ لِي، فقال رسول الله ﷺ: أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هَذَا؟ فقال: لا، فقال رسول اللهِ ﷺ:- فَأَرْجِعهُ.

وفی روايةٍ: فقال رسول اللهِ ﷺ: أَفَعَلْتَ هذا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ قال: لا، قال: اتَّقُوا الله، واعْدِلُوا فِي أَوْلادِكُمْ. فَرَجَعَ أَبِي، فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وفی روایةٍ: فقال رسولُ اللهِ ﷺ: یَابَشِیرُ! أَلَكَ وَلَدٌ سِوَی هَذَا؟ فقالَ: نَعَمْ، قال: أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هَذَا؟ قال: لا. قال: فَلاَ تُشْهِدْنِی إِذاً فَإِنِّی لاَ أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ.

وفی روایةٍ: لاَ تُشْهِدْنِی عَلَى جَوْرٍ.

وفی روایة: أَشْهِدْ عَلَى هذَا غَيْرِی! ثُمَّ قال: أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فی البِرِّ سَواءً؟ قال: بَلَى، قال: فَلا إِذاً.
(متفق علیہ)

ترجمہ:– حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے ابا حضرت بشیر رضی اللہ عنہ ان کو لے کر نبیٔ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہدیہ و بخشش میں دیا ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح ہدیے میں غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: اس کو واپس لے لو۔

دوسری روایت میں یہ ہے: حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: تم نے ایسا معاملہ اپنی تمام اولاد کے ساتھ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور اپنی اولاد کے معاملہ میں انصاف سے کام لو۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ابا نے وہ غلام مجھ سے واپس لے لیا۔

تیسری روایت میں یہ ہے: نبیٔ کریم ﷺ نے ان سے پوچھا: اے بشیر! کیا اس کے علاوہ بھی تمہاری اولاد ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے پوچھا: تم نے سب کو اسی طرح دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسی بات پر مجھے گواہ نہ بناؤ؛ مَیں ایسی ناانصافی کی بات پر گواہ نہیں بنتا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ایک اور روایت میں یہ ہے: تم مجھے ایسی ناانصافی کی بات پر گواہ مت بناؤ۔

ایک اور روایت میں یہ ہے: کسی دوسرے کو گواہ بناؤ۔ پھر فرمایا: اے بشیر! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کے معاملہ میں برابر رہے؟ (یعنی کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمام اولاد تمہاری خدمت کرے، اور تمہاری بات مانے اور تمہارے ساتھ اچھائی سے پیش آئے؟ ظاہر ہے کہ تمام ماں باپ کی یہ خواہش ہوتی ہے، کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ ایک ہی میرا فرمانبردار ہو اور باقی تمام نافرمان ہوں) انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایسا مت کرو (یعنی جب تمہاری یہ خواہش ہے تو پھر تمہاری بھی ذمہ داری ہے کہ تم بھی تمام اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک کرو۔)

واقعہ/روایت کا پس منظر

افادات:- یہ ایک واقعہ ہے جو نبیٔ کریم ﷺ کے دَور میں پیش آیا تھا جس کو یہاں بیان کیا ہے، اور علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کئی روایتوں کے مختلف الفاظ پیش کئے ہیں۔ روایتوں سے پتہ چلتاہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہ تھاجو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں (عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انصار میں سے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، شاعر بھی تھے، غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے ہیں) وہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور یہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سب سے پہلے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بیعت کی تھی، جس وقت سقیفۂ بنو ساعدہ میں بیعت والا واقعہ پیش آیا اور حضرت ابو بکر سے حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی تھی کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتے ہیں، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھایا تو یہ دونوں حضرات ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں اس سے پہلے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پکڑ لیا اور سب سے پہلے بیعت ہو گئے۔ ان کا تعلق قبیلۂ خزرج سے ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے حاملہ تھیں، جب ولادت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے شوہر کے سامنے شرط رکھی کہ بچہ پیدا ہونے والا ہے، اگر تم میرے اس ہونے والے بچہ کو ہدیہ میں باغ دو، تب تو مَیں اس کی پرورش کروں گی اور اس کا خیال رکھوں گی، ورنہ مَیں اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے ایک باغ ہدیہ میں دینے کی آمادگی پہلے ظاہر کی؛ لیکن پھر ان کا دل نہیں مانا تو انہوں نے وہ باغ ہدیے میں نہیں دیا۔ ان کی اور بھی بیویاں تھیں جن سے اور اولاد بھی تھیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس روایت میں تو غلام کا تذکرہ ہے؟ تو شراح نے اس کی یہی تشریح فرمائی ہے کہ پہلے یہی شکل پیش آئی تھی، مسلم شریف کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت انہوں نے وہ باغ نہیں دیا، پھر کچھ زمانہ گزر گیا پھر بھی حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اصرار باقی رہا تو انہوں نے ایک غلام دینے کا ارادہ کیا، اور چوں کہ پہلے باغ دینے کا ارادہ کیا تھا پھر ارادہ ترک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کر دیا تھا، تو ان (حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ) کو اندیشہ لاحق ہوا کہ غلام کے معاملہ بھی کہیں ایسا ہی نہ ہو، اس لیے انہوں نے ضروری سمجھا کہ بات پکی کروالی جائے اس لیے انہوں نے کہا کہ اس وعدہ پر نبیٔ کریم ﷺ کو گواہ بناؤ؛ تاکہ بعد میں اس وعدہ سے پھرنے کی نوبت نہ آئے۔ چناں چہ وہ حضرت نعمان کو اپنی گود میں اُٹھا کر لے گئے اور نبیٔ کریم ﷺ سے جو کچھ عرض معروض ہوئی وہ اوپر روایت میں گزری، اور آپ حضرات نے سن لی۔

روایت سے مستنبط مسئلہ اور حکم

اسی روایت سے فقہاء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ کوئی آدمی اگر اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو کچھ بخشش کرنا چاہتا ہو تو تمام ہی اولاد کو برابر بخشش کرے، چاہے لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ اور اس بخشش کے معاملہ میں کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے، یعنی ترجیحی معاملہ نہ کرے۔ یعنی ایسا نہ کرے کہ کسی کو دیا اور کسی کو محروم رکھا، یا کسی کو زیادہ دیا اور کسی کو کم دیا؛ بلکہ سب کو یکساں طور پر دے۔

اب یہاں ایک یہ بات زیرِ بحث آتی ہے کہ سب کو یکساں طور پر دینا ضروری اور واجب ہے؛ یا مستحب اور بہتر کا درجہ رکھتا ہے؟ یہ چیز ائمۂ مجتہدین کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ چناں چہ اکثر حضرات امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمھم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ: یہ فرض اور واجب نہیں ہے، بلکہ بہتر ہے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو ناپسندیدہ سمجھا جائے گا؛ لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طرح دے دیا تو اس کا یہ عملی تصرف درست ہو جائے گا، اور جس کو دیا گیا ہے وہ اس کا مالک بن جائے گا۔ یعنی باپ کے انتقال کے بعد دوسری اولاد یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ چیز واپس لاؤ تا کہ میراث میں تقسیم کیا جائے۔ کسی کی طرف سے ایسا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارے معاشرہ کا رواج

آج کل ہمارے معاشرہ میں بھی ایسی شکایتیں بہت ہوتی ہیں، خاص کر کسی کی اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو ایسی نوبت آتی ہے کہ جس بیوی سے اس کا دل اُتر چکا ہے، یا جس بیوی کے ساتھ زیادہ ربط و ضبط نہیں ہے، اس کی اولاد کی طرف سے غفلت اور بے التفاتی برتتا ہے۔ اور جس بیوی کے ساتھ زیادہ تعلق ہوتا ہے اور جو ابھی اس کے دل پر قابض بنی ہوئی ہے، اس کی اولاد کے ساتھ زیادہ اچھائی کا سلوک کرتا ہے، خاص کر جبکہ اس کی طرف سے تقاضہ اور پریشر "Pressure" بھی ہو کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ہمارے سماج میں ایسی جو شکلیں ہوتی ہیں وہ سراسر شریعت کے خلاف ہیں۔ باپ ہونے کی حیثیت سے اس پر اولاد کے لیے جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ تمام اولاد کے لیے یکساں ہے۔

اولاد کو یکساں نہ دینے کے نقصانات

اور حضور اکرم ﷺ نے اس کی وجہ بھی بتلائی کہ جب کوئی ماں باپ ایسا کرتے ہیں تو اس سے بڑا نقصان ہوتا ہے:

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

(۱) ایک نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ اولاد کے اندر آپس میں بغض، کینہ اور حسد پیدا ہوتا ہے، اولاد میں سے جس کو نہیں دیا گیا ہے وہ اس کی دشمن بن جاتی ہے جس کو دیا گیا ہے، اور آئندہ چل کر اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ دو بھائیوں کے درمیان صلہ رحمی، اور حقوق کی ادائیگی کا جو معاملہ ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا، اور مصیبت تو یہ ہے کہ اس کا ذریعہ بھی ماں باپ بنے، انہوں نے ہی ان کے درمیان ایسی شکل پیدا کر دی، اگر ماں باپ کی طرف سے یہ معاملہ نہ ہوا ہوتا اور کسی ایک کو نہ دیا گیا ہوتا، تو ان کے آپس میں دشمنی پیدا نہ ہوتی۔ گویا قطع رحمی کا ذریعہ خود ماں باپ ہی بنے۔

(۲) دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اولاد میں سے جس کو نہیں دیا گیا وہ احساس کمتری کا شکار ہوتی ہے۔ وہ یہ سمجھتی ہے کہ ہمارا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کوئی بھی ہماری خیر خبر لینے والا نہیں ہے۔ ہمارے ماں باپ کی ہم پر کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔ وہ ہماری بھلائی نہیں چاہتے۔ اور اس کے نتیجہ میں ان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں، ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور ان کو اپنی لائن میں - چاہے پڑھنے پڑھانے میں لگی ہو، یا کاروبار و تجارت میں - جس نوع کی ترقی کرنی چاہیے وہ اسی کمزوری کی وجہ سے ترقی نہیں کر پاتی۔

(۳) تیسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل میں ماں باپ کے متعلق نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ جب ہمارے ابا نے باپ ہوتے ہوئے ہمارے ساتھ ایسا معاملہ کیا کہ دوسروں کو دیدیا اور ہمیں نہیں دیا؛ تو پھر ہم ان کی خدمت کیوں کریں؟ ہم کیوں ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں؟ اسی کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہاری تمام اولاد حسنِ سلوک کے معاملہ میں تمہارے ساتھ برابر ہو؟ تو پھر تم جو کرنے جارہے ہو اگر وہی کروگے، تو کبھی بھی وہ ہونے والا نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ماں باپ کی یہ حرکت بہت ساری خرابیوں کو جنم دینے والی ہے اس لیے نبیٔ کریم ﷺ نے اس کے متعلق تاکید فرمائی۔

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے والوں کے لیے ہدایات

اب ایک بات یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو دینا چاہتا ہے، جیسے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں، اس لیے کہ پتہ نہیں میرے مرنے کے بعد کیا ہوگا! اگر آپ کو ایسا اندیشہ ہے تو تو پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد کو وصیت کرسکتے ہیں کہ مرے مرنے کے بعد میری جائیداد کو شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق تقسیم کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام کے حصے مقرر کئے جاچکے ہیں۔ پھر بھی آدمی اپنی زندگی ہی میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تو فقہاء نے لکھا ہے کہ اس صورت میں تو لڑکے اور لڑکیاں دونوں کو برابر دینا چاہیے۔ بہت سے ماں باپ ایسا کرتے ہیں کہ لڑکوں کو دیتے ہیں اور لڑکیوں کو کچھ نہیں دیتے؛ یہ بالکل درست نہیں ہے۔ ہاں! میراث کے طور پر جو ملتا ہے وہ ہمارا دیا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے میراث کے حق کے طور پر لڑکے کو ڈبل دیا اور لڑکی کو سنگل دیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیکن اگر کوئی آدمی زندگی میں باپ ہونے کی حیثیت سے دینا چاہیے گا تو وہ میراث نہیں ہے، اس لیے کہ آدمی جب تک زندہ ہے وہاں تک اس کی میراث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اپنی زندگی میں وہ خود اپنے مال و جائیداد اور دیگر چیزوں کا مالک ہے۔ اور اس صورت میں باپ کی طرف سے جو کچھ دیا جارہا ہے اس کو میراث کا نام دینا صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ تو بخشش اور ہدیہ ہے۔ اور بخشش کے لیے شریعت کا یہی قانون ہے کہ اپنی سب اولاد کو یکساں دیا جائے، چاہے وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔

ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ لڑکیوں کو پہلے کچھ دے چکے ہیں، مثلاً: جس وقت لڑکیوں کا نکاح کرایا تھا تو ان کو زیورات اور جہیز کے طور پر کچھ مال سامان دیا تھا، تو اب برابری کرنے کے لیے اگر اتنی مقدار کم کرکے ان کو دیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن بہر حال سب کو یکساں طور پر دینا چاہیے۔

مخصوص حالات میں کمی بیشی کی اجازت ہے۔۔ فطری کمزوری

اب اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ بالکل کمی بیشی کر ہی نہیں سکتے، بلکہ بعض مخصوص حالات میں مخصوص اسباب کی وجہ سے کمی بیشی کرنے کی اجازت ہے۔ مثلاً: کسی کے چار بیٹے ہیں، ان میں سے ایک بیٹا پیدائشی اور فطری طور پر کوئی بیماری لے کر آیا ہے جس کی وجہ سے اس کا جیسا نشوونما ہونا چاہیے تھا اور اس کی جیسی ترقی ہونی چاہیے تھی وہ نہیں ہوئی، سمجھ بوجھ کم رکھتا ہے، دوسرے بچے تو کاروبار میں بہتر طریقے سے لگ گئے اور سیٹ ہوچکے ہیں اور اس میں صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے اور اس کی نشوونما

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کما حقہٗ نہ ہونے کی وجہ سے وہ کمزور رہ گیا، تو اب آپ اس کی اس کمزوری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کو کچھ زیادہ دیں، تاکہ آئندہ چل کر وہ بھی کسی پریشانی کا شکار نہ ہو؛ تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

دینی مشغولیت

یا اولاد میں سے کوئی بیٹا دین کے کسی کام میں لگا ہوا ہے، جیسے: آپ نے اپنے کسی بیٹے کو عالم بنایا، اب ظاہر ہے کہ اس کو پڑھانا آپ کے حق میں اسی وقت مفید ہوگا جب کہ یہ بچہ آگے چل کر پڑھائے، تب ہی تو وہ صدقۂ جاریہ بن سکتا ہے، اگر پڑھنے کے بعد وہ بھی تجارت میں لگ گیا تو پڑھانے کا مقصد کیا حاصل ہوگا؟ لہٰذا اس بیٹے نے پڑھنے کے بعد یہی سلسلہ جاری رکھا، اب ظاہر ہے کہ اسی لائن پر چلنے کے نتیجہ میں وہ آپ کے کاروبار میں ویسا حصہ نہیں لے پاتا جیسا آپ کے دوسرے بیٹے لیتے ہیں، جس کی وجہ سے اقتصادی طور پر مالی اعتبار سے دوسرے بیٹوں کے مقابلہ میں کمزور ہے، تو یہ دیکھتے ہوئے کہ آگے چل کر اس کی دینی خدمات کا سلسلہ قائم رہے، اس کی اس کمزوری کو دور کرنے کے لیے اس کو کچھ زیادہ دیا جائے؛ تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

ایک بیٹا تبلیغ میں لگا ہوا ہے اور اس نے اپنے آپ کو اسی کے لیے فارغ کر رکھا ہے، تو آپ اس کی اس مشغولی کی وجہ سے اور آگے چل کر اس کے لیے اس سلسلہ میں اور زیادہ تقویت ہو اس کے پیشِ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نظر اس کو کچھ زیادہ دیتے ہیں؛تو کوئی حرج کی بات نہیں ” بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ایسوں کو زیادہ دینا چاہیے“۔

دلی چاہت اور رائے

ایک مرتبہ مدرسوں کے جلسوں میں میرا افریقہ جانا ہوا تھا، تو وہاں کے لوگوں سے مَیں نے ایک بات کہی کہ آپ کے خاندان کے اندر اگر آپ کے بھائی نے تعلیم حاصل کی ہے، تو اب آپ اس کو مجبور نہ کیجئے کہ وہ بھی آپ کے کاروبار میں آپ کی طرح برابر کا حصہ لے۔ آپ نے تو یہ علم پڑھا نہیں، اس لیے آپ کو تو پورے طور پر کاروبار میں حصہ لینا ہے؛ لیکن اس نے تو دینی علم حاصل کیا ہے، اب اگر یہ اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے تو اس کو اس کا موقعہ دیا جائے، اور آپ کی طرف سے اس کو فری ”Free“ کر دیا جائے۔ اس کو آپ ہی کی طرف سے یہ آفر ”Offer“ دیدی جائے کہ تم اپنے کام میں لگے رہو، اِدھر تجارت کی فکر نہ کرو، یہ سب ہم سنبھال رہے ہیں اور اس میں تمہارا شیئر ”Share“ اور حصہ رہے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ سوچ بالکل ہی غلط ہے

بہت سی مرتبہ ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ دینی کام کرنے والا بھائی تو کوئی کام کرتا ہی نہیں ہے، ہم ہی کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، اور ہم ہی محنت کرتے ہیں، وہ تو بس مفت کا کھاتا ہے۔ یہ سوچ بالکل ہی غلط ہے۔ ہمارے سامنے ایسے نمونے موجود ہیں۔ ایک مولوی صاحب ایک مدرسہ میں پڑھاتے تھے، ان کے بھائیوں نے ان کو مجبور کیا کہ تمہیں بھی ہمارے ساتھ دُکان پر لگنا ہی پڑے گا، وہ بے چارا میرے پاس آکر رونے لگا اور نہایت ہی پریشان تھا۔ میں نے کہا: جب بھائی مانتے ہی نہیں تو پھر کیا کریں گے، تمہارے لیے گھر میں جھگڑا ہے۔ لہٰذا اس کو پڑھانے کا سلسلہ ختم کرکے کاروبار میں لگنا پڑا۔

سوچو؛ کس کی ماننی چاہیے!

مَیں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ ہم محنت کرتے ہیں تو یہ کھاتا ہے اور ہمارے ٹکڑوں پر پلتا ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّكُمْ لَتُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ" یقیناً تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں روزی دی جاتی ہے تمہارے کمزوروں کی وجہ سے۔ کس کو کس کی وجہ سے روزی ملتی ہے اس کی ہم کوئی گارنٹی نہیں دے سکتے۔ دیکھنے میں یہی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لگتاہے کہ دُکان پر یہ بیٹھتاہے، محنت یہ کرتاہے، پیسے یہ کماتاہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں حقیقت یہ ہے کہ اِس کو جو کچھ مل رہاہے، وہ اُس کی وجہ سے مل رہاہے جو گھر میں بیٹھاہواہے۔

اب دنیایہ کہتی ہے اور یہ بھی یہی سمجھتاہے کہ مَیں کمارہاہوں، اور میری وجہ سے روزی مل رہی ہے، اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ فرماتے ہیں کہ وہ جو بیٹھاہواہے اُس کی وجہ سے اِسے روزی مل رہی ہے۔ اب سوچو کہ کس کی بات سچی مانی جائے؟ ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بات پر ہمیں ایمان رکھناچاہیے۔

کون سی کمائی عمدہ ہے!

اوردوسری بات یہ ہے کہ آپ جس طرح اپنی کمائی میں سے اس کو حصہ دے رہے ہیں؛ اسی طرح وہ بھی توجوکچھ کمارہاہے اس میں آپ کا حصہ لگ رہاہے۔ اب دیکھنایہ ہے کہ کون سی کمائی عمدہ ہے! آپ جو کمارہے ہیں وہ دنیاکی کمائی ہے، اوروہ جو کمارہاہے وہ آخرت کی کمائی ہے۔ اب اگر آخرت کی کمائی میں آپ کاحصہ لگ جائے؛ تو آپ کے لیے اس سے بڑی سعادت کی بات اور کیاہوسکتی ہے!

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خلاصہ کلام

میں یہ عرض کررہاتھا کہ” اولاد کو دینے کے سلسلہ میں نبیٔ کریم ﷺ نے برابری کا جو حکم دیا ہے اس میں کسی خارجی سبب کی وجہ سے اولاد میں سے کسی ایک کو زیادہ دیا جائے؛تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ہاں !یہ ضروری ہے کہ وہ وجہ,شرعی اور معقول ہونی چاہیے۔ کسی اولاد کو دانستہ طور پر نقصان پہنچانے کی نیت نہ ہو۔“

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تحریم إحداد المرأة علی میت فوق ثلاثة أیام إلا علی زوجها أربعة أشهر وعشرة أیام

کسی عورت کا کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا (ترکِ زینت کرنا) حرام ہے، سوائے شوہر کے؛ شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن (ترک زینت کرکے) سوگ منانے کی اجازت ہے

"احداد" یعنی سوگ منانا یعنی ترکِ زینت کرنا۔ کسی کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس کے لیے شریعت نے چار مہینے دس دن متعین کیے ہیں کہ ان دنوں میں وہ گھر سے باہر نہ نکلنے کے ساتھ ساتھ زینت والے رنگین کپڑے نہیں پہنے گی، خوشبو اور سرمہ، پاؤڈر اور کریم اور ایسی تمام چیزیں جو زینت کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں؛ ان کا استعمال نہیں کرے گی، جیسے: زیورات وغیرہ۔ گویا زینت چھوڑنے کا نام "سوگ منانا" ہے۔

سوگ منانے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حکم عورتوں ہی کے لیے خاص ہے، یعنی عورتیں ہی سوگ منائیں گی اور زینت نہیں کریں گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور دوسری بات یہ ہے کہ شوہر کے معاملے میں چار مہینے دس دن سوگ منانے کا حکم ہے، اس کے علاوہ کسی اور رشتہ دار کے انتقال پر تین دن تک کا حکم ہے، اس سے زیادہ سوگ منانے کی کسی حال میں اجازت نہیں، اگر کوئی ایسا کرے گی تو اس پر وعید آئی ہے۔

اور اگر وہ نکاح والی عورت ہے اور اس کا شوہر زینت چھوڑنے سے اس کو منع کرتا ہے، تو اس صورت میں کسی اور رشتہ دار پر بھی ترکِ زینت کی اجازت نہیں ہوگی، اس کو شوہر کی بات ماننی پڑے گی۔

سوگ منانے میں ہمارے معاشرہ کا طرز

اب ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے؟ سوگ منانا عورتوں کے ساتھ ساتھ مردوں نے بھی شروع کردیا۔ اور پھر یہ سوگ تین دن نہیں چلتا، بلکہ بہت لمبا چلتا ہے۔ ہمارے معاشرہ میں کیا ہوتا ہے؟ مثلاً: کسی کا انتقال ربیع الاول میں ہوا ہے، اس کے سات مہینے کے بعد رمضان عید آئی تو گھر والے کہتے ہیں کہ اس سال ہم نئے کپڑے نہیں سلائیں گے، اور ہمارے یہاں کھانا نہیں پکے گا۔ یہ سب ہمارے سماج و معاشرہ میں ہورہا ہے، حالاں کہ ایسا سوگ منانا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے۔ سوگ منانے کا حکم حدیث میں مخصوص لوگوں کے لیے اور مخصوص دنوں کے ساتھ دیا گیا ہے۔

اور عورت کو بھی سوگ منانا صرف ترکِ زینت میں ہے، اگر کوئی عورت سوگ منانے میں بھوکی رہے گی؛ تو اس کی اجازت نہیں ہے۔ شریعت نے جو طریقہ اور جتنا طریقہ اور جس کے لیے بتایا ہے؛

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وہیں تک محدود رہے گا،اس کے آگے جو کچھ بھی کیا جارہا ہے وہ سب شریعت کے طریقے سے ہٹ کر ہے،اور ناجائز ہے۔

تعزیت بھی تین دن تک ہی ہوسکتی ہے

تعزیت کے لیے بھی شریعت نے تین دن کا وقت مقرر کیا ہے،اور جو لوگ جنازہ میں گئے ہیں ان کو بھی کہا گیا ہے کہ تدفین کے بعد مل کر وہاں سے چلے جاؤ، وہاں زیادہ نہ ٹھہرو۔اور تین دن کے بعد اگر کوئی آدمی سفر سے آیا تو وہ تعزیت کر سکتا ہے؛ لیکن جو لوگ یہیں موجود تھے وہ تین دن کے بعد تعزیت نہیں کر سکتے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کسی کے یہاں ربیع الاول میں انتقال ہوا،اس کے سات مہینے کے بعد عید آئی تو لوگ اس کے گھر تعزیت کے لیے جاتے ہیں۔ہمارے سماج ومعاشرہ میں یہ بھی ہورہا ہے جو بالکل درست نہیں ہے۔شریعت کے احکام کے خلاف ہے۔اس کا خیال رکھا جائے۔

حضرات اُمہات المؤمنین اور صحابیات نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کے معاملہ میں کیسی پکی تھیں،وہ آگے آنے والے واقعات سے پتہ چلے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرات اُمہات المؤمنین کا طرزِ عمل

حدیث ۱۷۷۴:-

عن زينب بنتِ أبي سلمة رضى الله عنهما قالت: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ رضى اللهُ عنها، زَوجِ النَّبِيِّ ﷺ -حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بن حرب -رضى الله عنه-. فَدَعَتْ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٍ أَوْ غَيرِهِ، فَدَهَنَتْ مِنهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: واللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رسولَ اللهِ - ﷺ -يقُولُ عَلَى المِنْبَرِ: ((لا يَحِلُّ لامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ على مَيِّتٍ فوقَ ثَلاثِ لَيَالٍ، إلاَّ عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً)). قالَتْ زَيْنَبُ: ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رضى اللهُ عنها حينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ: أَمَا وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيرَ أَنِّي سَمِعْتُ رسُولَ اللهِ- ﷺ -يقُولُ عَلَى المِنْبَرِ: ((لا يَحِلُّ لامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ على مَيِّتٍ فوقَ ثَلاثٍ، إلاَّ عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت زینت بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہ (جو اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہ کے اگلے شوہر حضرت ابو سلمہ کی بیٹی ہیں، انہوں نے حضورِ اکرم ﷺ کے گھر میں پرورش پائی، حضور اکرم ﷺ کی ربیبہ ہیں) فرماتی ہیں کہ میں اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی جس زمانہ میں ان کے والد حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا (ان کا انتقال نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہوا تھا) اس وقت انہوں نے ایک خوشبو منگوائی جس میں پیلا پن تھا، اور وہ اپنے ہاتھوں میں لے کر ایک بچی کو لگائی اور پھر جو اثر اپنے ہاتھوں

پر رہا اس کو اپنے گالوں پر پھیر لیا، اس کے بعد ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (یعنی اس وقت مَیں عمر کی جس منزل میں ہوں اور نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دنیا سے تشریف لے جاچکے ہیں تو میرے دل میں خوشبو لگانے کی کوئی خواہش اور شوق نہیں ہے، پھر بھی میں نے اپنے رخسار پر خوشبو لگائی اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ) میں نے نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جو عورت اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی کے انتقال پر تین دن سے زیادہ زینت کرنا چھوڑ دے، سوائے شوہر کے انتقال پر کہ؛ اس کے لیے عورت چار مہینے دس دن سوگ منائے گی۔

یہی حضرت زینت بنت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: اس کے بعد (کسی اور دن کا واقعہ ہے کہ) مَیں اُم المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئی جس زمانہ میں ان کے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا، انہوں نے بھی خوشبو منگوا کر اس میں سے کچھ اپنے اوپر لگائی، اس کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور شوق بھی نہیں، مگر یہ کہ میں نے نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو عورت اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی کے انتقال پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے شوہر کے انتقال پر کہ؛ اس کے لیے عورت چار مہینے دس دن سوگ منائے گی۔

روایت کے اسباق

افادات: (۱) ”خَلُوق“ ایک مخصوص قسم کی خوشبو ہوتی ہے جو اس زمانہ میں عورتیں اپنے استعمال کے لیے تیار کرتی تھیں، جس میں زعفران کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ملائی جاتی تھی؛ لیکن بڑا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حصہ زعفران کا ہوتا تھا اس لیے وہ پیلے رنگ کی ہوتی تھی، اور وہ عورتوں کی مخصوص خوشبو سمجھی جاتی تھی، مرد اس کو استعمال نہیں کرتے تھے۔

(۲) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تین بھائی تھے:

(الف) ایک تو عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے، یہاں وہ مراد نہیں ہیں، اس لیے کہ جس زمانہ میں غزوۂ اُحد پیش آیا تھا اس وقت حضرت زینب بنت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی عمر بہت کم تھی۔

(ب) دوسرے بھائی عبید اللہ بن جحش تھے۔ یہ وہی ہیں جن کے نکاح میں پہلے حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا تھیں، یہ دونوں ایمان لائے تھے اور دونوں ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے اور وہیں قیام کے زمانہ میں عبید اللہ نے اسلام کو چھوڑ کر نصرانیت اختیار کرلی تھی، اور بعد میں اسی حالت میں ان کی موت ہوئی۔ بعد میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نکاح میں آئیں۔ نجاشی نے نکاح پڑھایا اور انہوں نے ہی مہر ادا کیا تھا اور حضور اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف سے چھوارے بھی تقسیم کئے تھے۔

(ج) ان کے تیسرے بھائی ابو احمد تھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جن کے انتقال کا اس روایت میں تذکرہ ہے، وہ یہی ابو احمد ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہی جذبہ مطلوب ہے

(۳) دیکھئے! ان دونوں اُمہات المؤمنین نے اس ارشاد پر عمل کا کتنا زیادہ اہتمام فرمایا۔ چوں کہ قریبی زمانہ میں ایک کے والد کا اور دوسروں کے بھائی کا انتقال ہوا تھا، اور تین دن پورے ہو گئے تھے، ان کو خوشبو استعمال کرنے کی ضرورت نہیں تھی، پھر بھی قصداً خوشبو منگوا کر استعمال فرمائی، تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ خوشبو اس لیے نہیں لگا رہی ہیں کہ ان کے رشتہ دار کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ ہے نبیٔ کریم ﷺ کے ارشاد پر عمل کا اہتمام! جب تک کہ یہ کیفیت اور جذبہ ہمارے اندر پیدا نہ ہو وہاں تک وہ برکات ہمیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ان چیزوں کی طرف توجہ کی جائے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب تحریم بیع الحاضر للبادی وتلقی الرکبان والبیع علی بیع أخیه والخِطبة علی خطبته إلا أنْ یأذن أو یردّ

شہر کے رہنے والے کا دیہاتی کے لیے فروختگی کا معاملہ کرنا اور جو قافلے مال لے کر شہر میں بیچنے کے لیے آرہے ہوں ان سے شہر سے باہر بالا ہی بالا سودا کرلینا اور اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنا اور کسی کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح دینا ان سب باتوں کی ممانعت

خرید و فروخت سے متعلق نبی کریم ﷺ نے کچھ ہدایتیں ارشاد فرمائی ہیں یہاں ان کو بتلاتے ہیں۔

جو عنوان قائم کیا ہے اس میں پہلی بات یہ ہے کہ دیہات سے جو لوگ مال بیچنے کے لیے شہر میں آتے ہیں ان سے کوئی شہری یوں کہے کہ: تم اپنا سارا مال میرے پاس رکھ دو، جب بھاؤ اچھا ہوگا تو میں اس کو بیچ دوں گا۔ یعنی شہری کا اس کے لیے دلال بن جانے اور بھاؤ بڑھنے تک اس مال کو روکے رکھنے سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اگلی روایت میں اس ممانعت کی وجہ بھی آرہی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۱۷۷۵ :-

عن أنس -رضی الله عنه- قالَ: نَهَى رسُولُ اللهِ -ﷺ- أنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وإنْ كانَ أخَاهُ لأَبِيهِ وَأُمِّهِ.

(متفق علیہ)

ترجمہ:-حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کسی شہری کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ کسی دیہاتی سے اس کا مال فروخت کرنے کا معاملہ کرے، چاہے وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

افادات:-حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کی ایک روایت میں ہے جو آگے آرہی ہے کہ "وَلاَ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ" کوئی شہری آدمی کسی دیہاتی کے لیے اس کے مال کو بیچنے کا معاملہ نہ کرے۔ گویا یہ شہری اس دیہاتی کا آڑتی نہ بن جائے، اسی کو حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں: " لاَ يَكُونُ لَهُ سِمْسَاراً" اس کا دلال نہ بن جائے۔

اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جیسا اس حدیث میں دیہاتی کا تذکرہ ہے اور دوسری روایتوں میں تو اس بات کی صراحت بھی ہے کہ دیہات کا رہنے والا جب اپنا مال لے کر شہر میں بیچنے کے لیے آئے گا تو ایک تو وہ اپنا ایک نظام الاوقات بنا کر آئے گا کہ صبح جا کر شام کو واپس لوٹنا ہے، اس کی طبیعت پر یہ تقاضہ ہو گا کہ جلدی سے میرا مال بک جائے تو میں اپنے گھر لوٹ جاؤں۔ اور ظاہر ہے کہ جب کوئی آدمی مال لے کر بازار میں آتا ہے تو وہ نقصان کے ساتھ نہیں بیچتا۔ تو یہ دیہاتی بھی جو اپنا مال لے کر آیا ہے اس میں وہ اپنا نفع رکھ کر بیچے گا، اور ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنی واپسی کے لیے جو نظام بنایا ہے اس کو بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ملحوظ رکھے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جلدی سے فارغ ہونے کے لیے وہ لوگوں سے زیادہ قیمت نہیں مانگے گا، بلکہ ایک معتدل اور مناسب قیمت لگا کر وہ مال بیچ دے گا۔ اس کا فائدہ خریداروں کو یہ ہو گا کہ زیادہ دام نہ لینے کی وجہ سے ان کو آسانی ہو جائے گی۔ اسی لیے ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: چھوڑ دو! اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے روزی دیتا ہے۔

اب اگر دیہاتی کے پاس سے یہ مال مقامی شہری آدمی لے لے، تو ظاہر ہے کہ اس کو تو واپسی کی جلدی ہے نہیں، وہ تو اس مال کو اپنے گودام میں رکھ دے گا اور اس بات کا انتظار کرے گا کہ جب بھاؤ بڑھیں گے تب میں اس کو بیچوں گا تاکہ نفع زیادہ ہو، تو اس کے اس طریقے کو اختیار کرنے کی وجہ سے خریدنے والوں کو براہِ راست دیہاتی سے خریدنے میں جو سہولت وآسانی تھی، اور وہی مال ان کو کم قیمت میں مل جایا کرتا تھا، وہ سہولت باقی نہیں رہی؛ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

لیکن اگر کوئی شہری کسی دیہاتی کا دلال بنتا تو ہے لیکن اس کی وجہ سے مقامی خریداروں کے لیے کوئی دشواری پیدا نہیں ہوتی؛ تو اس کی گنجائش بھی ہے۔ گویا ممانعت کی جو علت تھی وہ باقی نہیں رہتی تو اس صورت میں احناف کے یہاں اس کی اجازت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

"غُرَر" اور "ضَرَر"

حدیث ۱۷۷۶:-

وعن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قالَ رسولُ اللهِ ﷺ : ((لَاتَتَلَقَّوُا السِّلَعَ، حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى الأَسْوَاقِ)). (متفق علیه)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو قافلے سامان لے کر باہر سے شہر میں فروخت کرنے کے لیے آتے ہیں، ان سے شہر سے باہر جاکر سامان خرید مت لیا کرو، جب وہ بازار میں آجائیں تب خریدو۔

افادات:- پہلے زمانہ میں باہر کے قافلے سامان لے کر شہر میں فروخت کرنے کے لیے آیا کرتے تھے تو شہر کے لوگ باہر جاکر ہی وہ تمام تجارتی سامان کا سودا کر لیا کرتے تھے، اس سے بھی نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا۔ اس سے منع کرنے کی دو وجہیں ہیں:-

(۱) ایک تو یہ ہے کہ ایسا کرنے میں ان قافلے والوں کے ساتھ دھوکہ دہی بہت ہوتی ہے، وہ اس طرح سے کہ یہ سامان خریدنے کے لیے شہر سے باہر جانے والا اس قافلے والوں سے اس سامان کا شہر میں جو بھاؤ چل رہا ہے وہ چھپاتا ہے، مثلاً: شہر میں اس سامان کا پانچ روپے کا بھاؤ چل رہا ہے، اور وہ قافلے والوں کو بتلاتا ہے کہ چار کا بھاؤ چل رہا ہے، اور اس طرح ان سے وہ مال چار میں خرید لیتا ہے۔ اب ان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قافلے والوں کو تو بعد میں پتہ چلے گا کہ وہ سامان بازار میں پانچ میں بک رہا ہے۔ تو شہر سے باہر جا کر قافلہ والوں کو شہر کے بھاؤ اور ریٹ سے اندھیرے اور غفلت میں رکھ کر ان سے فائدہ اٹھایا جو دھوکہ کی شکل ہے۔ گویا اس میں "غَرَرْ" ہے، اس لیے اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

(۲) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ آدمی قافلہ والوں سے خرید کر شہر میں نہیں بیچتا، حالاں کہ شہر میں اس سامان کی تنگی ہوتی ہے، اور لوگوں کو اس سامان کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ اس سامان کی تنگی اور زیادہ ہو، یہاں تک کہ جب اس کے بھاؤ خوب اونچے چڑھ جائیں تب بیچوں۔ تو ایسا کرنے کی وجہ سے شہر والوں کے لیے نقصان ہوا، تو گویا اس میں "ضَرَرْ" ہے۔ اگر یہ باہر جا کر اس سامان کو نہ خریدتا، تو قافلے والے خود بازار میں آتے اور خریدنے والوں سے سودا کر کے بیچتے؛ تو شہر والوں کے دشواری پیش نہ آتی۔

پھر تو حرج نہیں

گویا اس میں یا تو "غُرَرْ" یعنی دھوکہ ہے، یا "ضَرَرْ" یعنی نقصان ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ لیکن ممانعت کی دونوں علتیں اگر نہ پائی جائیں، یعنی قافلہ والوں سے شہر کا بھاؤ چھپایا نہیں، بلکہ صحیح ریٹ بتلا کر ان سے سودا کیا، اور پھر شہر میں لا کر تنگی پیدا نہیں کی، بلکہ اپنا معمولی نفع رکھ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کر اس سامان کو بیچ دیا، گویا نہ قافلہ والوں کو دھوکہ دیا اور نہ شہر والوں کو نقصان پہنچایا؛ تو اس صورت میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

ایجنٹ اور دلال نہ بنے

حدیث ۱۷۷۷:-

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قالَ رسُولُ اللہ ﷺ: ((لَا تَتَلَقَّوُا الرُّکْبَانَ، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ)) فقالَ لَهُ طَاوُسٌ: مَا: لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قال: لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَاراً. (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قافلہ والوں کے پاس پہلے سے جا کر مال نہ لو، اور کوئی شہر کا رہنے والا کسی دیہاتی کے لیے مال کی خرید و فروخت نہ کرے۔ تو ان کے شاگرد امام طاؤس نے اپنے استاذ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کوئی شہر کا رہنے والا کسی دیہاتی کے لیے مال نہ بیچے" اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے ارشاد فرمایا: وہ اس کا ایجنٹ اور دلال نہ بنے۔

افادات:- مطلب یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں کسی ایک فریق کو نقصان ہوتا ہو، تب تو یہ حکم ہے؛ ورنہ گنجائش ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کسی بھی طرح نقصان پہنچانے سے منع فرمایا

حدیث ۱۷۷۸:-

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: نَهَى رسولُ الله ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلاَ تَنَاجَشُوا، وَلاَ يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلاَ يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلاَ تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلاَقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا.

وفي رواية قال: نَهَى رَسُولُ الله ﷺ عَنِ التَّلَقِّي، وَأَنْ يَبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلأَعْرَابِيِّ، وَأَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْأَةُ طَلاَقَ أُخْتِهَا، وأَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ، وَنَهَى عَنِ النَّجْشِ والتَّصْرِيَةِ. (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شہر کا رہنے والا کسی دیہاتی کے لیے مال بیچے۔ اور اگر خریدنے کا ارادہ نہ ہو تو قیمت میں اضافہ مت کرو۔ اور کوئی اپنے بھائی کے بیچنے پر نہ بیچے (بیع پر بیع نہ کرے) اور اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے۔ اور کوئی مسلمان عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، تاکہ اس کے برتن میں جو کچھ ہے وہ اپنے برتن میں انڈیل لے۔

ایک اور روایت میں یہ ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے قافلے والے باہر سے جو سامانِ تجارت لے کر آتے ہیں ان سے شہر کے باہر ملاقات کر کے سامان خریدنے سے منع فرمایا۔ اور مہاجر (یعنی شہر کے اندر رہنے والا) دیہاتی کے لیے بیچنے کا معاملہ کرے اس سے بھی منع فرمایا (جیسا کہ اوپر آگیا) اور کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی شرط لگائے اس سے بھی منع فرمایا، کوئی آدمی اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرے اس سے بھی منع فرمایا۔ اور خریدنے کا ارادہ نہ ہو پھر بھی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قیمت بڑھانے کے لیے بولی لگانے سے بھی، اور دودھ روک لینا تاکہ گاہک زیادہ دودھ نکلتا دیکھ کر خرید لے؛ اس سے بھی نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے منع فرمایا(اس کا مطلب آگے بتلاتا ہوں)

افادات:- ”نجش“ یعنی نیلام۔ مثلاً: کہیں نیلام سے مال بک رہا ہو تو اس میں یہی ہوتا ہے کہ لوگ اپنا اپنا بھاؤ پیش کرتے ہیں، ایک نے دس کا بھاؤ دیا، دوسرا اس کے مقابلہ میں پندرہ کہتا ہے، پھر یہ بڑھاتا ہے کہ میں بیس دوں گا، اور جو آدمی زیادہ بھاؤ دیتا ہے اسی کے ہاتھوں میں وہ مال فروخت ہوتا ہے۔ اب ایک آدمی بھاؤ بڑھاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے تاجر جو یہ مال لینے آئے ہیں وہ اس مال کا بھاؤ بڑھائیں؛ لیکن اس کا اپنا ارادہ اس سامان کے خریدنے کا نہیں ہے، تو دوسرے خریداروں کو بھاؤ بڑھا کر کہنے کے لیے مجبور کرنے کی وجہ سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کو ”نجش“ کہتے ہیں۔ اس سے نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے منع فرمایا، اس لیے کہ اس میں اپنے بھائیوں کو نقصان پہنچانا ہے۔

”رِنگ (Ring) بنانا“ کیسا ہے؟

لیکن علماء نے لکھا ہے کہ جو آدمی سامان نیلام کر رہا ہے، اس سامان کا خریدنے والے اتنا بھاؤ بھی نہیں بول رہے ہیں جو اس سامان کا عام بھاؤ ہوتا ہے، اس صورت میں چاہے خریدنے کا ارادہ نہ ہو تب بھی اس مال کی قیمت اتنی بڑھا سکتا ہے جس سے بائع کو اس مال کی پوری قیمت مل جائے۔ مثلاً: اس سامان

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کا عام بھاؤ پانچ سو روپے ہے، جب وہ سامان نیلام کے لیے پیش کیا گیا تو خرید نے آنے والے اس کا بھاؤ چار سو، ساڑھے چار سو بول رہے ہیں، کوئی اس سے آگے بڑھتا ہی نہیں۔

آج کل ایسا بہت ہو رہا ہے، ایک مرتبہ گودھرا سے ہمارے یہاں دارالافتاء میں سوال آیا تھا کہ ”رنگ بنا کر سامان خریدنا کیسا ہے؟“ ہم نے کہا کہ ”رنگ بنانا“ کیا ہے، ہماری سمجھ میں نہیں آیا، تب انہوں نے یہ شکل بتائی کہ سرکاری لکڑیوں کا (ڈپو) لوٹ (جتھا) خریدنے جاتے ہیں تو تمام بیوپاری آپس میں سمجھوتہ کر لیتے ہیں کہ دیکھو! یہ آدمی خریدے گا اور اتنے میں خریدے گا، دوسرے کوئی بھی اس سے زیادہ قیمت نہیں بولیں گے، اس طرح وہ خرید لیتے ہیں اس کے بعد اس کا دوبارہ سودا کرتے ہیں اور جو زائد رقم آتی ہے وہ آپس میں بانٹ لیتے ہیں، اس کو ”رنگ بنانا“ بولتے ہیں۔ اور یہاں خریدنے والے سمجھوتہ اس لیے کر رہے ہیں تاکہ بائع کو اپنے مال کی قیمت پوری نہ ملے۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی یہ دیکھ رہا ہے کہ خریدنے والے اس طرح سمجھوتہ کر کے اور رنگ بنا کر بائع کو نقصان میں ڈالنا چاہتے ہیں، اس لیے وہ آدمی قیمت بڑھا کر بولتا ہے جس سے بائع کو اس مال کی پوری قیمت مل جائے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اس صورت میں قیمت بڑھانے کو منع نہیں کیا گیا۔ اور اگر اس کا ارادہ خریدنے کا ہے اور بھاؤ بڑھاتا ہے؛ تب تو کوئی حرج کی بات ہے ہی نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بھاؤ بڑھانے کی دو شکلیں

اب بھاؤ بڑھانے کی دو شکلیں ہیں، ایک شکل تو یہ ہے مالک کو پتہ نہیں اور کوئی دوسرا اس مال کی قیمت بڑھا رہا ہے، اس صورت میں مالک گنہ گار نہیں ہے، وہ بڑھانے والا گنہگار ہو گا۔ اور دوسری شکل یہ ہے کہ مالک نے ہی اپنے گُرگے چھوڑ رکھے ہیں جو مجمع میں گھس کر بھاؤ بڑھاتے ہیں، جیسے: فٹ پاتھ پر کٹ پیس اور لوٹ شوٹ کی دکانیں لگتی ہیں، جس میں عام طور پر مالک ہی ایسے لوگوں کو چھوڑ رکھتا ہے کہ میں ایک بھاؤ بولوں تو دوسرا اس سے بڑھا کر بولے، تاکہ باہر سے کوئی خریدار آیا ہو وہ اس میں پھنس جائے؛ اس صورت میں دونوں گنہگار ہوں گے۔

اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے

”کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے“ اس کی شکل یہ ہے کہ ایک آدمی کو کسی چیز کی ضرورت تھی، اس نے وہ خریدی، اور خریدنے والے نے اپنے لیے اختیار بھی رکھا تو شریعت کی طرف سے یہ بھی ایک سہولت اور فیسلیٹی دی گئی ہے۔ مثلاً: مجھے ایک گھڑی کی ضرورت تھی اور میں نے فلاں کے پاس سے دوسو روپے میں خریدی اور ساتھ ہی ساتھ میں نے یہ بھی کہا کہ مجھے تین دن کا اختیار ہے، اگر اس دوران میں چاہوں گا تو اس سودے کو کینسل کروں گا۔ یہ خیارِ شرط کہلاتا ہے، اور شریعت میں اس کی اجازت ہے۔ اب میں نے خیارِ شرط کے ساتھ یہ گھڑی خریدی ہے اس کا آپ کو پتہ ہے تو آپ میرے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پاس آئے اور پوچھا کہ: آپ یہ گھڑی کتنے میں لائے؟ میں نے کہا: دو سو روپے میں لایا۔ تو آپ کہتے ہیں کہ آپ اس کو واپس کر دو، ایسی ہی گھڑی میرے پاس ہے، اور میں آپ کو وہ ڈیڑھ سو میں دیتا ہوں۔ یہ ایک کی بیع پر بیع کرنا ہوا۔ اگر میں نے خیارِ شرط نہ رکھا ہوتا تو پھر میں یہ سودا کینسل نہیں کر سکتا تھا؛ لیکن چوں کہ میں نے اختیار رکھا ہے اس لیے سودا کینسل کر سکتا ہوں اور میرے اس معاملہ کا آپ کو پتہ ہے اس لیے آپ مجھے ایسا کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں؛ تو اس کی اجازت نہیں ہے۔ بیع پر بیع کرنے کی شکل یہی ہے۔

اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے

دوسری شکل یہ ہے کہ ابھی پکا سودا نہیں ہوا تھا، صرف بھاؤ تال چل رہا تھا، یہ آگے آرہا ہے "عَلیٰ سَوْمِ أخِيهِ" یعنی بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے، اس لیے بعض علماء نے بیع پر بیع کا مطلب یہ بھی بتلایا ہے کہ میں نے ابھی سودا پکا نہیں کیا تھا، ابھی تو بات چیت چل رہی ہے، مثلاً: میں نے پوچھا: یہ گھڑی کتنے میں بیچوگے؟ دوسرے نے کہا کہ: ڈھائی سو میں دوں گا، میں نے کہا: ڈھائی سو نہیں، بلکہ کم کرو، یہاں تک کہ دو سو پر بھاؤ پہنچا، آپ یہ سارا معاملہ دیکھ رہے ہیں اور آپ نے اندازہ کرلیا کہ میں دو سو میں خریدنے والا ہوں، میرا رجحان بھی ہو چلا تھا اور میری طبیعت دو سو پر آچکی تھی اور میں خریدنے کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

لیے گویا آمادہ تھا ہی، اور آپ نے بیچ میں یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ یہ مت لو، میں آپ کو ایسی ہی گھڑی ڈیڑھ سو میں دیتا ہوں۔ تو یہ اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرنا ہوا، جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

ہاں !اس کی اجازت ہے

لیکن بھاؤ تال کرنے والے ابھی کسی ایک بات پر جمے نہیں ہیں، ابھی تو بھاؤ تال ہی چل رہا ہے، دونوں کا سودا نہیں ہوا ہے، یا دونوں کسی ایک بات پر جمے نہیں ہیں، اس سے پہلے دوسرا آدمی دخل دینا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔

خریدنے پر خریدنا بھی ممنوع ہے

اور جس طرح بیع پر بیع کرنا ممنوع ہے، اسی طرح خریدنے پر خریدنا بھی ممنوع ہے۔ جیسے: میں کسی کے پاس سے گھڑی دو سو میں خرید رہا ہوں اور آپ آکر کہتے ہیں کہ میں یہ گھڑی سوا دو سو میں خریدتا ہوں، حالاں کہ وہ دو سو میں دینے کے لیے تیار ہو گیا تھا، اور بات فائنل ہونے والی تھی کہ آپ نے بیچ میں کود کر میرے دو سو والے معاملہ کو رکوا دیا؛ یہ بھی ممنوع ہے۔ آج کل زمینوں کے معاملہ میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ بات چیت طے ہونے والی ہوتی ہے اور دوسرے کو پتہ چلتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ وہ پانچ لاکھ دیتا ہے، لو! میں آٹھ لاکھ دیتا ہوں؛ یہ جائز نہیں ہے۔ بلکہ زمینوں میں تو سودا ہو چکنے کے بعد بھی لوگ پھر جاتے ہیں؛ یہ تو بالکل جائز نہیں ہے۔ ایسا کر کے وہ گنہگار ہوتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پیغام نکاح پر پیغام دینے کی شکلیں

پیغام پر پیغام دینے کی کئی شکلیں ہیں اوران کے احکام بھی الگ ہیں:

پیغامِ نکاح کی ایک شکل تو یہ ہوتی ہے کہ ابھی تو صرف پیغام وہاں بھیجا گیا، گھر والے ابھی تحقیق کررہے ہیں، انہوں نے اپنے دل میں کوئی معاملہ پکا سوچا نہیں ہے؛اس صورت میں تودوسرے کو بھی گنجائش ہے کہ وہاں پیغامِ نکاح بھیجے۔ ایک نے بھیجا، دوسرے نے بھی بھیجا، تیسرے نے بھی بھیجا، اب وہ جہاں جی چاہے رشتہ کرے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ ایک آدمی نے پیغام بھیجا،اور لڑکی والوں نے اس کے متعلق پوری تحقیق کرلی اوران کواطمینان ہوگیا، اندرونی طور پر معاملہ طے ہوگیا، اب وہ بالکل تیار ہیں کہ کل ہاں کہلوادیں گے، اور رات میں کوئی بیچ میں کودا، اوراس نے کہا کہ ہمارے یہاں سے بھی اس کے لیے رشتہ ہے؛ تواس کی اجازت نہیں ہے۔

اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رشتہ طے ہوجاتا ہے اور بعض لوگ ایسا کہہ کر تُڑوادیتے ہیں کہ اس سے اچھا رشتہ دلواتا ہوں۔ یہ چیزیں آپس میں نفرت اور عداوت پیدا کروانے والی ہیں۔ اسلامی تعلیمات تو یہ ہیں کہ ’’لَاتَبَاغَضُوْا،وَلَاتَنَافَرُوْا،وَلَاتَدَابَرُوْا‘‘ آپس میں بغض نہ رکھو، نفرت نہ رکھو، ایک

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو۔ اب ہم خود ہی ایسی حرکتیں کریں جس کے نتیجہ میں آپس میں نفرتیں اور دشمنیاں پیدا ہوں؛ تو ایسی شکلوں کی شریعت کبھی بھی اجازت نہیں دے گی۔

طلاق کا مطالبہ نہ کرے

”طلاق کا مطالبہ نہ کرے“ اس کی بھی دو شکلیں ہیں، ایک تو یہ کہ ایک عورت کسی کے نکاح میں پہلے سے موجود ہے، اب وہ مرد کسی دوسری عورت سے بھی نکاح کرنا چاہتا ہے، اور اس نے اس دوسری عورت سے کہا کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، تو اس عورت نے یہ شرط لگائی کہ تمہارے نکاح میں جو عورت پہلے سے ہے اس کو چلتی کرو، تب ہی میں تمہارے نکاح میں آسکتی ہوں۔ گویا اس نے سوچا کہ وہ اگر رہے گی تو اس کا حصہ رہے گا، اور اگر وہ نہیں رہی تو اس کے پورے حصے کی مَیں اکیلی مالک بن جاؤں گی

دوسری شکل یہ ہے کہ پہلے سے ایک عورت نکاح میں تھی، اور اس مرد نے دوسرا نکاح کیا، تو اس نے دھیرے دھیرے اس کے دل پر قبضہ جمایا اور اب اصرار کررہی ہے کہ اس کو چلتا کرو؛ تو ان دونوں سے ممانعت کی گئی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کے لیے وہی ہے جو اس کی قسمت میں لکھا ہے

دوسری روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے اسی موقعہ پر فرمایا: اس کے لیے تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں لکھا ہے(۱)۔ یعنی وہ یہ سمجھتی ہو کہ اس کو چلتا کرواؤں گی تو میرا معاملہ ٹھیک ہو جائے گا، تو اس کا یہ سمجھنا درست نہیں۔ اس لیے کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی مسلمان بہن کو طلاق دلوا کر رخصت کرواتی ہے، اس کے باوجود بھی اس کے شوہر کا دل اس پر پورا نہیں آتا۔ گویا اس نے جو سوچا تھا کہ اس کو چلتا کروا کر اس کے دل پر میں قابض ہو جاؤں گی، وہ اپنی اس اسکیم میں کامیاب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تمہارے لیے جو لکھا گیا ہے اس میں کوئی کمی آنے والی نہیں ہے، اس لیے یہ سوچنا کہ اس کی محبت کا حصہ بھی مجھے ملے؛ یہ درست نہیں ہے۔

یہ بھی دھوکہ کی ایک شکل ہے

”تَصْرِیَۃ“ یعنی دودھ والا جانور جب بیچنے کا ارادہ ہوتا تو اس کا مالک ایسا کرتا تھا کہ جب خبر ملتی کہ کل صبح میں گاہک آنے والا ہے تو آج شام کے وقت اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا، تا کہ کل صبح

(۱) لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَإِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا. (بخاری شریف)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

جب گاہک آئے گا اور اس کے سامنے دوہیں گے تو دودھ زیادہ نکلے گا۔ ویسے تو روزانہ ایک وقت دو لیٹر دودھ دیتی ہے؛ لیکن آج گاہک دیکھے گا کہ چار لیٹر دودھ نکلا، تو وہ سمجھے گا کہ یہ روزانہ ایک وقت چار لیٹر دودھ دیتی ہے، اور یہ سمجھ کر وہ خرید لے گا، اس کو "تَصْرِيَة" کہتے ہیں۔ اس سے بھی نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا، اس لیے کہ یہ بھی دھوکہ کی ایک شکل ہے۔

اگر وہ خود اجازت دے تو......

حدیث ۱۷۷۹:-

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنَّ رسُولَ الله ﷺ قال: ((لَايَبِعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ)). (متفق علیه، وهذا لفظ مسلم)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے، اور اپنے بھائی کے رشتہ پر رشتہ نہ بھیجے؛ مگر یہ کہ وہ خود اجازت دے۔

افادات:- مطلب یہ ہے کہ جس کے رشتہ کی بات ہو رہی تھی اس نے خود کہا کہ تم رشتہ بھیجنا چاہو تو میری طرف سے اجازت ہے، اگر وہ تمہارا رشتہ پسند کرتے ہوں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے؛ تو پھر کوئی حرج کی بات نہیں۔ اس لیے کہ ممانعت کی جو علت تھی یعنی اس کے دل میں تمہارے لیے عداوت و دشمنی پیدا ہوگی، وہ علت یہاں نہیں پائی گئی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بلکہ اس صورت میں تو رشتہ طے ہو چکا ہو تب بھی اجازت ہے، مثلاً: ایک کا رشتہ طے ہو چکا تھا، پھر اس کو معلوم ہوا کہ آپ کا ارادہ بھی ہے(اور وہ بھی وہاں سے چھٹکارا چاہتا ہے) تو اس نے آپ کو اجازت دے دی کہ: بھائی! آپ کوشش کرو، اگر وہ آپ کو منظور کرلیں تو مجھے کوئی پروبلم ”Problem“ نہیں ہے؛ تو پھر اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

حدیث ۱۷۸۰:-

وعن عقبة بن عامر رضی الله عنه: أَنَّ رسُولَ الله ﷺ قال: ((اَلْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، فَلاَ يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَبْتَاعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلاَ يَخْطُبَ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَذَرَ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے (اس لیے) ایک مؤمن کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے، اور اپنے بھائی کے رشتہ پر رشتہ بھیجے؛ یہاں تک کہ وہ خود ہی چھوڑ دے۔

افادات:- اخوت و بھائی چارگی کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے اپنے بھائی کو نقصان پہنچے، بلکہ اس کی خیر خواہی کرنی چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهي عن إضاعة المال في غير وجوهه التي أذن الشرع فيها

شریعت نے جہاں مال خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے وہاں مال خرچ کرکے ضائع کرنے کی ممانعت

ایک مسئلہ اور بتلانا چاہتے ہیں، مال کو ضائع کرنا- جس کو اسراف وفضول خرچی کہتے ہیں- یہ ممنوع ہے۔

فضول خرچی کی دو شکلیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ جہاں خرچ کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے، اور جو گناہ کے کام ہیں، مال کو ان جگہوں پر خرچ کرنا- جیسے: سنیما دیکھنا شراب پینا وغیرہ-؛ یہ ''تبذیر'' کہلاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں اسی کو فرمایا ہے:﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾ تبذیر یعنی فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

دوسری شکل یہ ہے کہ جہاں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے وہاں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا؛ یہ بھی ممنوع ہے۔ اس لیے کہ مال کے ہم مالک نہیں ہیں، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس امانت ہے، ہمیں اپنی ضرورتوں میں بھی اتنا ہی خرچ کرنے کی اجازت ہے جس سے ہماری ضرورت پوری ہو جائے، اگر اس سے زیادہ خرچ کریں گے تو گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنی اجازت ملی تھی اس میں زیادتی کرنے والے شمار ہوں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وضو کے پانی میں بھی اسراف کا گناہ ہے

یہاں تک کہ کوئی آدمی وضو جیسی عبادت میں بھی ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرے گا تو گنہگار ہوگا، جیسے: کسی نے اگر تین کے بجائے چار مرتبہ چہرہ دھویا تو یہ چوتھی مرتبہ دھونا جائز نہیں ہے۔

تمام فقہاء نے بالاتفاق حرام لکھا ہے

اب اگر اس نے اپنے گھر میں اپنا پانی زیادہ استعمال کیا، تو اس میں اس نے حرمت کا ارتکاب نہیں کیا؛ لیکن اگر وقف کے مال میں ایسا کیا، جیسے: مسجد کا پانی اس طرح زیادہ استعمال کیا ہے؛ تب تو حرام کا ارتکاب کیا۔

ہمارے یہاں تو وقف کے مال کا حال یہ ہے کہ وضو کے لیے جو نل والی جگہیں بنائی جاتی ہیں وہاں لوگ نل کھول کر بیٹھتے ہیں اور باتیں کرتے رہتے ہیں اور پانی گرتا رہتا ہے؛ یہ تو کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنا تو اپنے گھر میں بھی جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بھی فضول خرچی ہوئی۔ اس کو تمام فقہاء نے بالاتفاق حرام لکھا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ

میں پہلے بھی حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کا قصہ بیان کر چکا ہوں جو ہمارے حضرت مفتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) بیان فرمایا کرتے تھے: حضورِ اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ اگر کوئی آدمی کوئی ضرورت لے کر آتا تو آپ خود پوری فرما دیتے، اور اگر آپ کے پاس گنجائش نہ ہوتی تو حضراتِ صحابہ میں سے کسی کے پاس بھیج دیتے۔ چناں چہ ایک مرتبہ ایک حاجت مند نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، اور کچھ مانگا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان کے پاس جاؤ، رات کا وقت تھا، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا، دروازہ کے قریب پہنچا تو اس کے کان میں آواز آئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زور زور سے کچھ کہہ رہے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ سے -جو نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی ہی تھیں- یہ کہہ رہے تھے کہ چراغ کی بتی اتنی اونچی کیوں کر رکھی ہے کہ اس کی وجہ سے تیل زیادہ جل رہا ہے، اس کے کان میں جب یہ الفاظ پڑے تو وہ سوچنے لگا کہ آدمی تو اپنی بیوی کے بہت کچھ قربان کر دیتا ہے، یہاں تو وہ اپنی بیوی -اور وہ بھی حضور ﷺ کی صاحبزادی- کو صرف اتنی سی بات پر ٹوک رہے ہیں اور اس پر ناراض ہو رہے ہیں کہ چراغ کی بتی ذرا سی اونچی ہو گئی کہ اس کی وجہ سے تیل زیادہ جل رہا ہے؛ اب یہ میری حاجت کیا پوری کریں گے! لہٰذا ان سے کچھ کہنے کے بجائے وہ وہیں سے واپس لوٹ گیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دوسرے روز جب وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورِ اکرم ﷺ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ (جیسے آپ کسی کو کسی کام کے لیے کہیں بھیجیں گے تو بعد میں اس سے پوچھتے ہیں کہ اس کام کا کیا ہوا) پہلے تو اس نے کچھ نہیں بتلایا لیکن حضور ﷺ کے اصرار پر بتلایا کہ ایسا ایسا ہوا، اس لیے میں نے ان سے بات ہی نہیں کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کچھ نہیں ہے، تم ان کے پاس جاؤ، اور اپنی حاجت ان سے کہو۔ چناں چہ وہ گیا اور اپنی حاجت ان کے سامنے پیش کی تو اس نے جتنی توقع رکھی تھی اس سے بھی بہت زیادہ دیا، تب اس نے رات والی بات کہی کہ میں تو رات میں بھی آیا تھا لیکن میں نے آپ کی زبان سے ایسے الفاظ سنے اس لیے لوٹ گیا، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سمجھے ہی نہیں، ہم تو نبی کریم ﷺ کی منشاء کو دیکھتے ہیں، آپ ﷺ جہاں خرچ کرنے کے لیے فرمائیں گے وہاں اپنا سب کچھ لُٹا دینے کے لیے تیار ہیں، اور جہاں آپ ﷺ منع فرمائیں گے وہاں ہم ایک پائی بھی خرچ نہیں کرسکتے۔ ایک مؤمن کی شان یہی ہونی چاہیے۔ لیکن آج ہمارا معاملہ اُلٹ گیا، جہاں شریعت نے منع کیا وہاں سب کچھ خرچ کررہے ہیں، اور جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا وہاں بخل سے کام لیتے ہیں۔

اپنی چیز بھی سلیقہ سے استعمال کریں

اگر اپنی کوئی چیز ہو اس میں بھی شریعت ایسا طریقہ اختیار کرنے کی تلقین کرتی ہے جس سے اس چیز کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کی مثال سن لیجیے کہ پہلے زمانہ میں چمڑے کے مشکیزے ہوتے تھے جس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

میں پینے کا پانی رکھا جاتا تھا، تو حدیثِ پاک میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مشکیزہ کا منھ موڑ کر پانی نہ پیو۔ اس کے منھ پر عام طور پر ہاتھ لگا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ جگہ میلی ہو جاتی ہے۔ جن کی طبیعتیں نفیس ہوتی ہیں وہ وہاں منھ لگا کر پانی پینے کو ناگوار سمجھتے ہیں، اور اپنی نفاست کی وجہ سے اس مشکیزہ کا منھ موڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے اندر کا صاف شفاف حصہ باہر آجاتا ہے اور وہاں منھ لگا کر پیتے ہیں؛ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو تین مرتبہ اس کا منھ موڑنے کی وجہ سے وہ حصہ کٹ جاتا ہے اور مشکیزہ بیکار ہو جاتا ہے۔ تو اس کا منھ موڑ کر پینا اس مشکیزے کے لیے نقصان دہ تھا اس لیے نبیٔ کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ آپ کو اگر نفاست کا اتنا ہی خیال ہے تو پھر اس سے منھ لگا کر کیوں پیتے ہیں، کسی برتن میں نکال کر ہی پی لو، تاکہ آپ کی نفاست کا بھی لحاظ ہو جائے، اور مشکیزے کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔

بائیک پر دو سے زیادہ سواری منع ہے

کسی بھی طرح کے مال کو استعمال کرنے میں یہی تعلیم ملحوظ رکھنی چاہیے۔ سواری کے جانور تک میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ اگر اس جانور پر تین چار آدمی سوار ہو جائیں گے تو اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ پڑ جائے گا، اس کو تکلیف ہوگی، اس پر ظلم وزیادتی ہوگی اور اس کا حق ضائع ہوگا۔ اگر اس کی وجہ سے وہ جانور ہلاک ہو جائے گا تو مال کا نقصان ہوگا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

آج کل کی سواریاں جیسے: سائیکل یا بائیک وغیرہ اگرچہ جاندار نہیں ہیں لیکن پھر بھی اس پر اگر اس کی "Capacity" (طاقت و صلاحیت) سے بڑھ کر سوار ہوں گے؛ تو یہ طریقہ اس مال کو ضائع کرنے کا سبب بنے گا، اس لیے شریعت اس کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ ہمارے اپنے مال کے بھی ہم خود مالک نہیں ہیں، بلکہ ہم امین ہیں، لہٰذا امانتداری کا تقاضہ یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اس کو استعمال کریں۔

پسندیدہ اور ناپسندیدہ تین باتیں

حدیث ۱۷۸۱:-

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ اللهَ تعالى يَرْضَى لَكُمْ ثَلاثاً، ويَكْرَهُ لَكُمْ ثَلاثاً؛ فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ، وَلاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيئاً، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُوا. وَيَكْرَهُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وإِضَاعَةَ المَالِ. (رواه مسلم، وتقدم شرحه)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں کو پسند کرتے ہیں اور تین چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو، اور آپس میں اختلاف و انتشار نہ پھیلاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے قیل و قال کو، اور بے کار سوال کرنے کو، اور مال کو ضائع کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- 'قیل و قال' یعنی بحث ومباحثہ جس کو ہم گجراتی زبان میں ”પંચાત પારકી “ کہتے ہیں۔

”کثرۃ السوال“ کا مطلب یا تو یہ ہے کہ معلومات کے متعلق سوال کرنا۔ بعض لوگوں کا حال ایسا ہوتا ہے کہ غیر ضروری سوالات کرتے رہتے ہیں، ہمارے یہاں دارالافتاء میں بھی ایسے سوالات آتے رہتے ہیں۔ حالاں کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا ہے، اور آپ ﷺ کی خدمت میں جب ایسی باتیں پیش کی جاتی تھیں تو آپ اس پر ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے۔

اور ”کثرۃ السوال“ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا۔ ضرورت کی وجہ سے بھی کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) کا خط

حدیث ۱۷۸۲:-

عَنْ وَرَّادٍ کاتب المغیرۃ قال: أَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ -رضی اللہ عنہ-: أَنَّ النَّبِيَّ -ﷺ- كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) وَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى عَنْ قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةِ الْمَالِ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقُوقِ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدِ الْبَنَاتِ، وَمَنْعٍ وَهَاتِ. (متفق علیہ، وسبق شرحہ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) کے کاتب (Writer) وَرّاد فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط میں تحریر کروایا جو انہوں نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے نام ارسال فرمایا تھا کہ: نبیٔ کریم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: "لَآ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحدَهُ لاَ شَرِيكَ لهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللَّهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الجَدِّ مِنْكَ الجَدُّ" اور اسی خط میں یہ بھی لکھوایا کہ حضور ﷺ قیل و قال سے، اور مال کو ضائع و برباد کرنے سے، اور غیر ضروری سوال کثرت سے پوچھنے سے منع فرماتے تھے۔ اور ماؤں کی نافرمانی سے، لڑکیوں کو زندہ دَر گور کرنے سے، اور دوسروں کے حقوق کو روکنے اور اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

افادات:- بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنا حق تو برابر وصول کرتے ہیں اور دوسروں کے حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ اس کو ہمارے یہاں یوں بولتے ہیں کہ "اس کے پاس لام زیر لِے تو ہے، لیکن دال زیر دِے نہیں ہے"۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب النهي عن الإشارة إلى مسلم بسلاح ونحوه سواء كان جاداً أو مازحاً والنهي عن تعاطي السيف مسلولاً

کسی مسلمان کی طرف ہتھیار یا اس جیسی کسی چیز سے اشارہ کرنے کی ممانعت چاہے وہ واقعۃً ہو یا مذاق میں ہی ہو، اور کھلی ہوئی تلوار کسی کو دینے کی ممانعت

پہلے بھی بتلایا تھا کہ کوئی بھی ایسی شکل یا انداز اختیار کرنا جس سے سامنے والے مسلمان بھائی کے دل میں خوف یا ہیبت طاری ہو جائے، یا وہ اپنے لیے خطرہ محسوس کرے؛ اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ جیسے: آپ کے پاس کوئی ہتھیار، تلوار، بندوق وغیرہ ہو، جس کو کسی کی طرف، یا کسی کے اوپر تاک دینا، یا کسی کو چھری بتانا کہ دیکھو میرے ہاتھ میں چھری ہے، جیسے کسی کو مارنے کے لیے آگے کی جاتی ہے کہ اس کی نوک سامنے والے کی طرف ہو، یا کوئی بھی ہتھیار کسی کو بتلانا، چاہے سچ مچ بتا رہا ہو، یا بطورِ مذاق کے؛ یہ سب ممنوع اور ناجائز ہے۔

اسی طرح کوئی آدمی کسی کو تلوار دینا چاہتا ہو تو وہ کھلی ہوئی حالت میں نہ دے، بلکہ وہ میان کے اندر بند ہونی چاہیے۔ یا جیسے چھری کھلی ہوئی ہے، تو اس کی نوک کسی کی طرف کرکے دینا بھی درست

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نہیں۔اگر کسی کو دے تو اس کا پھل اپنی طرف پکڑ کر دینی چاہیے، یا پھر ٹیبل یا زمین پر رکھ دے، اور سامنے والا اپنے ہاتھ سے اُٹھالے۔

شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چھڑوادے

حدیث ۱۷۸۳:-

عن أبي هريرة رضی الله عنه عن رسولِ الله ﷺ قال: ((لَا يُشِرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ فَيَقَعَ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ)). (متفق عليه)

وفي رواية لمسلم قال: قال أبو القاسم ﷺ: ((مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَنْزِعَ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ)).

قوله- ﷺ -:((يَنْزِعُ)) ضُبِطَ بالعين المهملة مع كسر الزاى، وبالغين المعجمة مع فتحها، ومعناهما مُتَقَارِبٌ، وَمَعنَاهُ بالمهملةِ يَرْمِي، وبالمعجمةِ أيضاً يَرْمِي وَيُفْسِدُ. وَأَصْلُ النَّزْعِ: الطَّعْنُ وَالفَسَادُ.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار کے ذریعہ اشارہ نہ کرے، اس لیے کہ پتہ نہیں شیطان اس کے ہاتھ سے اس کو نکال کر اس کی طرف پھکوادے (جس کے نتیجہ میں وہ زخمی ہو جائے، یا خدانہ کرے کوئی دوسری بات پیش آگئی اور اس کی جان ہی نکل گئی) تو اس کی وجہ سے جہنم کے گھڑے میں جاکر گرے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی لوہے کی دھاردار چیز کے ذریعہ اپنے بھائی کی طرف اشارہ نہ کرو، اس لیے کہ فرشتے ایسا کرنے والے کے اوپر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ باز آجائے، چاہے وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

افادات:– ظاہر ہے کہ حقیقت میں تو ایسا کرنے کی کہاں اجازت ہوگی، لیکن مذاق کے طور پر بھی ایسا کرنے میں کبھی انجام کار برا ہو جاتا ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ مذاق کے طور پر بھرا ہوا (Loaded) ہتھیار کسی پر تاک دیتے ہیں، اس کی اجازت نہیں۔ اس لیے کہ خدانخواستہ اگر ٹریگر پر انگلی لگ گئی اور گولی نکل گئی تو اس کے لیے دنیوی واخروی ہلاکت کا ذریعہ بنے گی۔

اور عام طور پر مسلمان کو مسلمان سے ہی واسطہ پڑتا ہے اس لیے مسلمان کہا گیا ہے، ورنہ مسلمان کی ہی قید نہیں ہے، غیر مسلم معاہد کا بھی یہی حکم ہے۔ معاہد یعنی اسلامی حکومت میں جو غیر مسلم امن وامان کا پروانہ لے کر رہتا ہو۔

کھلی ہوئی تلوار دینا منع ہے

حدیث ۱۷۸۴:-

وعن جابر رضی الله عنه قال: نهى رسول الله ﷺ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولاً. (رواه أبو داود والترمذي، وقال: حديث حسن)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:– حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے تلوار کھلی ہوئی ہونے کی حالت میں کسی دوسرے کو دینے سے منع فرمایا ہے۔

افادات:– مطلب یہ ہے کہ چھری، تلوار، یالوڈ کیا ہوا کوئی ہتھیار لینے دینے میں ایسی کوئی بھی شکل اختیار کرنا جس میں سامنے والے کو خطرہ رہتا ہو؛ اس سے منع کیا گیا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراهة الخروج من المسجد بعد الأذان إلا لعذر حتّٰی یصلی المکتوبة

اذان ہو جانے کے بعد مسجد سے نکلنا منع ہے؛ مگر یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو

اذان کے بعد اگر گھر پر ہو تو نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا چاہیے، چہ جائیکہ مسجد کے اندر ہو، اور وہاں سے نماز پڑھے بغیر نکل جائے۔

حدیث ۱۷۸۵:-

عن أبي الشَّعْثَاءِ قالَ كُنَّا قُعُوداً مَعَ أبي هريرة ﷺ فى الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِي، فَأَتْبَعَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ بَصَرَهُ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فقال أبو هريرة: أَمَّا هذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابو شعثاء (رحمۃ اللہ علیہ) (تابعی) فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، موذن نے اذان دی (اذان ہو چکنے کے بعد) ایک آدمی مسجد سے گھر جانے کے لیے اُٹھا، حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) اس کو دیکھتے رہے (کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنی کسی ضرورت کے لیے اُٹھتا ہے، جیسے: کونے میں سے قرآنِ پاک لینے کے لیے اُٹھا، یا پیچھے اپنی کوئی چیز رکھی ہوئی تھی اس کو لینے کے لیے اُٹھا، اس لیے اس کو دیکھتے رہے کہ واقعۃً واپس جا رہا ہے، یا یہیں کسی کام کے لیے اُٹھا ہے؛ لیکن) جب وہ نکل کر باہر چلا گیا تب حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اس آدمی نے نبی کریم ﷺ کی نافرمانی اور حکم عدولی کی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:–معلوم ہوا کہ اذان ہو چکنے کے بعد جس نماز کے لیے اذان دی جا چکی ہے اس نماز کو پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا درست نہیں ہے، ہاں! اگر کوئی عذر ہے، مثلاً: پیشاب کا تقاضہ شدید ہے اور قضاءِ حاجت کے لیے جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آج کل تو یہ ضرورتیں بھی مسجد کے احاطہ ہی میں پوری ہو جاتی ہیں، لیکن اگر ایسی کوئی ضرورت مسجد میں پوری نہ ہو رہی ہو، اور واپس آنے کے ارادہ کے ساتھ گھر جانا پڑے؛ تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کسی دوسری مسجد میں اذان یا امامت کی ذمہ داری ہے؛ تب بھی گنجائش ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب کراھۃ رد الریحان لغیر عذر

کوئی خوشبودار چیز (پھول وغیرہ) کوئی آدمی دے تو بلاوجہ اس کو نہ لینا ممنوع و مکروہ ہے

حدیث ۱۷۸۶:-

عن أبي هريرة -رضی اللہ عنه- قال قال رسول اللهِ ﷺ : مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلاَ يَرُدَّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيفُ المَحْمِلِ، طَيِّبُ الرِّيحِ. رواه مسلم.

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے سامنے خوشبو (تیل، عطر وغیرہ) پیش کی گئی تو اس کو واپس نہ کرے، اس لیے کہ وہ بہت ہی ہلکی اور خوشبودار چیز ہے۔

افادات:- "خَفِيفُ المَحْمِلِ" یعنی اس کے لینے میں کوئی زیادہ بوجھ نہیں ہے، اور دینے والے پر بھی کوئی بوجھ نہیں ہے، جیسے: کسی نے ہدیہ میں عطر دیا، تو دینے والے پر بھی کوئی بوجھ نہیں ہے، اور لینے والے پر بھی بوجھ نہیں ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی قیمتی چیز ہوتی ہے تو دینے والے کے لیے بھی اس میں بار ہوتا ہے، اور لینے والے کو بھی اس قیمتی چیز کی وجہ سے اپنے اوپر احسان کا ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حدیث ۱۷۸۷:-

عن أنس بن مالكٍ رضی اللہ عنہ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ.(رواہ البخاری)

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خوشبو کو واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔

افادات:- ہاں! اگر کوئی قیمتی چیز ہے، یا زیادہ مقدار میں ہے، اور اس کے لینے میں آدمی اپنے لیے بوجھ محسوس کررہاہے، تو پھر اس میں سے ذرا سا قبول کرلے، اور بقیہ واپس کرنے کی گنجائش ہے۔ لیکن آج ہمارا مزاج ایسا بنا ہوا ہے کہ اگر زیادہ ہوگا تب تو لے لیں گے، اور تھوڑا ہوگا تو واپس کردیں گے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهة المدح فى الوجه لمن خيف عليه مفسدة من إعجاب ونحوه وجوازه لمن أمِنَ ذلك فى حقه

کسی کے منھ پر اس کی تعریف کرنے کی کچھ شرائط کے ساتھ ممانعت

کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا ممنوع ہے، خاص کر کہ ایسے آدمی کے حق میں جس کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ وہ عجب، خود پسندی و کبر میں مبتلا ہو جائے گا۔ہاں! جس آدمی کے متعلق ایسا اندیشہ اور خطرہ نہ ہو تو اس کے حق میں تعریف کرنا جائز ہے۔

اس سلسلہ میں دونوں قسم کی روایتیں آئی ہیں، اس لیے علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جو عنوان قائم کیا ہے اس میں ایسا اندازا ختیار کیا کہ دونوں قسم کی روایتوں کا مطلب واضح ہو جائے، آگے چل کر پھر الگ سے اس پر کلام بھی کریں گے۔

اس کی پشت ہی کاٹ دی

حدیث ۱۷۸۸:-

عن أبي موسى الأشعري رضى الله عنه قال: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فى المِدْحَة، فقالَ: أَهْلَكْتُمْ -أَوْ قَطَعْتُمْ- ظَهْرَ الرَّجُلِ. (متفق عليه)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

((وَالإِطْرَاءُ)): المُبَالَغَةُ فِي المَدْحِ.

ترجمہ:–حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ دوسرے آدمی کی تعریف کر رہا ہے، اور تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لے رہا ہے، اس کو سن کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اس کی پشت ہی کاٹ دی، یا تم نے اس کو ہلاک کر دیا۔

افادات:–عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ایسے موقعہ پر جو خوبیاں اس میں نہیں ہوتی وہ بھی خوبیاں بنا کر بتلائی جاتی ہیں، یا ایسا ہوتا ہے کہ جتنی مقدار میں وہ خوبی اس میں ہوتی ہیں اس سے زیادہ اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے؛ اسی کو مبالغہ آرائی سے تعبیر کرتے ہیں، جس کو گجراتی میں (અતિશયોક્તિ) کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تمہاری تعریف کے نتیجہ میں وہ آدمی خود پسندی یا تکبر میں مبتلا ہو جائے گا، اور اگر اس کا ظہور کسی کے ساتھ ہو گیا تو دنیوی اعتبار سے بھی ہلاکت اور آخرت کے اعتبار سے بھی ہلاکت کا سبب بنے گی۔

کسی کی تعریف کرنے کے متعلق معتدل تعلیمات

حدیث ۱۷۸۹:–

وعن أبي بكرة رضى الله عنه: أَنَّ رجلاً ذُكِرَ عند النبيِّ ﷺ فَأَثْنَى عَلَيْهِ رَجُلٌ خَيْراً، فقال النبيّ ﷺ: ((وَيْحَكَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ)) يَقُولُهُ مِرَاراً

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

((إِنْ كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحاً لاَ مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ كَذَا وَ كَذَا إِنْ كَانَ يَرَى أَنَّهُ كَذَلِكَ وَحَسِيبُهُ اللهُ، وَلاَ يُزَكِّي عَلَى اللهِ أَحَدٌ.)) (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت ابو بکرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک آدمی کا تذکرہ کیا گیا تو دوسرے آدمی نے اس کی تعریف کی (اس کے متعلق تعریفی کلمات استعمال کئے) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے ہلاکت ہو؛ تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی (یعنی اس طرح تعریف کر کے تم نے اس کو عجب وخود پسندی میں مبتلا کر کے اس کو نقصان پہنچایا) نبی کریم ﷺ نے کئی مرتبہ یہی ارشاد فرمایا (پھر فرمایا) اگر کوئی آدمی واقعۃً کسی کی تعریف کرنا ہی چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ یوں کہے: فلاں آدمی کے متعلق میں ایسا سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا ہے (میرے خیال میں وہ ایسا ہے، اور میں جو سمجھتا ہوں وہ بتلاتا ہوں) اور وہ واقعۃً اس کے خیال میں ایسا ہی ہو، ہاں! اس کے اندرون کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے، اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی صفائی نہ کرے۔

افادات:- بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے دل میں سامنے والا ایسا نہیں ہوتا پھر بھی صرف زبان سے ایسا بولتا ہے؛ تب تو ایسا بولنے کی اجازت ہی نہیں، اس لیے کہ وہ تو جھوٹ ہو گیا۔ اگر واقعۃً وہ دل سے اس کو ایسا ہی سمجھتا ہو تو اپنے اس خیال کا یوں کہہ کر اظہار کر سکتا ہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں۔ اپنے علم وجانکاری کے اعتبار سے میں اس کے متعلق جو جانتا ہوں اس کی بنیاد پر میں یہ بات کہتا ہوں، اب اندرون کا معاملہ کیا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس کے چہرہ پر مٹی ڈالو

حدیث ۱۷۹۰:-

وعن همام بن الحارث عن المِقْدَادِ رضی الله عنه: أَنَّ رَجُلاً جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ رضی الله عنه، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ، فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَجَعَلَ يَحثو في وَجْهِهِ الحَصْبَاءَ. فقالَ لَهُ عُثْمَانُ: مَا شَأْنُكَ؟ فقال: إنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: ((إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ، فَاحْثُوا فِي وُجُوهِهِمُ التُّرَابَ)). (رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ہمام بن حارث حضرت مقداد (رضی اللہ عنہ) کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی تعریف کررہا تھا، یہ سن کر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اپنے گھٹنوں کے اوپر اس طرح بیٹھ گئے جیسے گویا بھاگنے کے لیے تیار ہوں، اور کنکریاں لے کر اس کے منھ پر مارنے لگے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے جب یہ منظر دیکھا تو پوچھا: (اے مقداد!) آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم تعریف کرنے والے کو دیکھو؛ تو اس کے چہرہ پر مٹی ڈالو (گویا میں اس پر عمل کررہا ہوں)

افادات:- مٹی ڈالنے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا ایک تو یہی ظاہری مطلب ہے، چناں چہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے یہی مطلب لے کر اس کے مطابق عمل کیا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ”ان کے چہروں پر مٹی ڈالو“ کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دو۔ عام طور پر تعریف کرنے والا اس سے - جس کی تعریف کی جارہی ہے - اپنا کوئی نہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کوئی فائدہ اوراپنی غرض حاصل کرنا چاہتا ہے، تو آپ اس کے منھ پر مٹی ڈالو یعنی اس کو اس کی غرض میں کامیاب نہ ہونے دو۔ وہ جو کام لے کر آپ کے پاس آیا، اور تعریف کرکے اپنا کام نکلوانا چاہتا ہے، اس کا کام مت کرو۔

اور بعض حضرات جیسے علامہ بیضاوی (رحمۃ اللہ علیہ) جو بڑے مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ: ’’مٹی ڈالو‘‘ یعنی وہ جو چیز چاہتا ہے؛ دے دو۔ گویا انہوں نے مال کو مٹی سے تعبیر کیا کہ جو کچھ بھی مال ہے وہ مٹی ہی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کو منھ پر مٹی ڈالو یعنی اس کو مٹی سمجھ کر اس کے منھ پر مارو۔

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) کا تجزیہ

فهذهِ الأحاديث فى النّهى، وجاء فى الإباحة أحاديث كثيرة صحيحة.

قال العلماءُ: وطريق الجمعِ بين الأحاديث أنْ يُقالَ: إنْ كان المَمْدُوحُ عِنْدَهُ كَمالُ إيمانٍ وَيَقِينٍ، وَرِيَاضَةُ نَفْسٍ، وَمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لاَيَفْتَتِنُ، وَلاَ يَغْتَرُّ بِذَلِكَ، وَلاَ تَلْعَبُ بِهِ نَفْسُهُ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ وَلاَ مَكْرُوهٍ.

وإنْ خِيفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ هذِهِ الأمورِ، كُرِهَ مَدْحُهُ فى وَجْهِهِ كَرَاهَةً شَدِيدَةً. وَعَلَى هَذا التَفصِيلِ تُنَزَّلُ الأحاديثُ المُخْتَلِفَةُ فِي ذَلِكَ.

وَمِمَّا جَاءَ فِي الإبَاحَةِ قَوْلُهُ - ﷺ - لأبِي بَكْرٍ - رضى الله عنه -: ((أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ)) أيْ مِنَ الَّذِينَ يُدْعَونَ مِنْ جَمِيعِ أَبْوابِ الجَنَّةِ لِدُخُولِهَا.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَفِي الحَدِيثِ الآخر: ((لَسْتَ مِنْهُمْ)): أَيْ لَسْتَ مِنَ الَّذِينَ يُسْبِلُونَ أُزُرَهُمْ خُيَلَاءَ.

وَقَالَ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لِعُمَرَ - رضی الله عنه -: ((مَا رَآكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا إِلاَّ سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ)).

والأحاديثُ في الإباحة كثيرةٌ، وقد ذكرتُ جملةً مِنْ أطْرَافِهَا في كتاب "الأذكار".

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

کسی کے منھ کے سامنے تعریف کی ممانعت کے سلسلہ میں یہ سب حدیثیں ہیں اور منھ پر تعریف کے جائز ہونے کے سلسلہ میں بھی روایتیں آئی ہیں۔ گویا دونوں قسم کی روایتیں ہیں؛ تو اب ان دونوں طرح کی روایتوں کو آپس میں کیسے تطبیق دیں گے؟ چناں چہ علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) خود ہی تطبیق کی شکل بتلاتے ہیں:

جس کی تعریف کی جارہی ہے وہ اپنے ایمان ویقین کے اعتبار سے بڑا مضبوط ہو، ریاضتوں اور مجاہدوں کی وجہ سے اپنے نفس کے اوپر قابو یافتہ ہو، اوراپنے اندرونی حال سے بخوبی واقف ہو، اور اس کو اپنی حالت کی معرفتِ تامہ حاصل ہو، اس لیے تعریف کرنے والوں کی تعریفوں کی وجہ سے دھوکہ اور فتنہ میں نہ پڑے، اوراس کا نفس اس کے ساتھ کھلواڑ نہ کر سکتا ہو، اور لوگوں کی تعریفوں کے ذریعہ اس کو دھوکہ میں ڈال کر اس کا نفس اس سے کوئی غلط حرکت نہ کرواتا ہو۔ اگر وہ آدمی ایسا ہے تب تو اس کے سامنے اس کی تعریف کرنا نہ تو حرام ہے اور نہ ہی مکروہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سامنے اس کی تعریف کرنے کی وجہ سے وہ آپے سے باہر نہیں ہوگا اور اس کے کسی بھی طرح کے نقصان میں پڑنے کا اندیشہ نہیں ہے، وہ خود پسندی اور تکبر میں مبتلا نہیں ہوگا، اپنے متعلق کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوگا، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ تم چاہے میری کتنی ہی تعریف کرتے رہو، میری حقیقت مجھے معلوم ہے۔ اگر ایسے آدمی کے سامنے اس کی تعریف کی جائے؛ تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

دلال اور گھوڑا

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کی تعریف کی جاتی ہے تو اپنے اندرونی حال سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود بھول جاتے ہیں، جیسے: ایک آدمی کا گھوڑا بڑا سرکش تھا، کسی بھی طرح کے کام کا نہیں تھا، اس لیے وہ اس گھوڑے کو بیچنے کے لیے مارکیٹ میں گیا اور دلال سے کہا کہ یہ گھوڑا بیچنا ہے۔ دلال اس کو لے کر مارکیٹ میں گیا اور گھوڑے کی خوبیاں بیان کرنے لگا کہ ایسا ہے اور ایسا ہے، گاہک بھی آنے لگے تو گھوڑے والا کہنے لگا کہ: بھائی! اگر میرا گھوڑا اتنی خوبیوں والا ہے تو پھر رہنے دو، مجھے نہیں بیچنا۔ دلال نے کہا: ارے اللہ کے بندے! میں تو لوگوں کو بتلا رہا ہوں اور تو تو جانتا ہی ہے کہ یہ گھوڑا کیسا ہے، پھر بھی میری تعریف کی وجہ سے دھوکے میں پڑ گیا۔ اسی طریقہ سے آدمی کا بھی حال ہے کہ اپنی اندرونی حالت سے خود بخوبی واقف ہوتا ہے کہ مجھ میں کونسی کمزوریاں اور عیوب ہیں، اس کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باوجود کسی نے تعریف کے دو جملے کہہ دیئے تو دھوکہ میں آجاتا ہے اور اپنے متعلق خوش فہمی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

معتدل بات

چناں چہ اس سلسلہ میں مختلف روایات آئی ہیں، کسی موقعہ پر تو حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ: تم نے اپنے بھائی کو ہلاک کردیا، اس کی پیٹھ کاٹ دی۔ یہ اس موقعہ پر فرمایا جہاں اس کے خوش فہمی میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ تھا۔ اور کسی موقعہ پر آپ ﷺ نے خود کسی کی تعریف فرمائی، یا آپ کے سامنے کسی کی تعریف کی گئی تو آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ وہاں دوسرا موقعہ تھا کہ وہاں ان میں سے کسی بات کا خطرہ نہیں تھا۔

جن کو ہر دروازے سے پکارا جائے گا

اور جائز ہونے کے سلسلہ میں جو روایات آئی ہیں ان میں سے وہ روایت بھی ہے جس میں نبیٔ کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا کہ: مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہوگے۔ دراصل ایک موقعہ پر نبیٔ کریم ﷺ نے جنت کے دروازوں کا تذکرہ کیا کہ کسی آدمی نے روزے رکھے ہیں تو وہ روزے والے دروازے سے جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے فلاں عمل کیا ہوگا تو وہ فلاں دروازے سے جنت میں داخل ہوگا، اس طرح جنت کے آٹھوں دروازوں کے متعلق آپ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ﷺ نے فرمایا کہ فلاں عمل کرنے والے کو فلاں دروازے سے پکارا جائے گا، فلاں عمل کرنے والے کو فلاں دروازے سے پکارا جائے گا۔ جب آپ ﷺ یہ بیان فرما چکے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کسی کو اگر جنت کے ایک دروازے سے بھی پکارا جائے تو پھر اس کو ضرورت نہیں ہے کہ دوسرے کسی دروازے سے پکارا جائے، اس لیے کہ مقصد تو جنت میں داخل ہونا ہے اور وہ ایک دروازے سے پکارا جائے تب بھی حاصل ہو جائے گا، لیکن کیا کوئی آدمی ایسا بھی ہو گا کہ جس کو سارے دروازوں سے پکارا جائے؟ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہوگے۔ یہاں دیکھئے! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ ﷺ نے یہ فرما کر گویا ان کی تعریف فرمائی؛ لیکن چوں کہ یہ حضرات وہ تھے جن کے متعلق یہ اندیشہ اور خطرہ نہیں تھا۔

میں پہلے بھی کئی مرتبہ بتلا چکا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے جن کو جنت کی بشارت سنائی گئی تھی اور جن کے مناقب نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک سے بہت زیادہ ارشاد ہوئے ہیں، اس کے باوجود وہ حضرات اپنے متعلق نفاق کا خطرہ محسوس کرتے تھے۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے پوچھتے تھے کہ حذیفہ! ذرا بتلاؤ کہ نبی کریم ﷺ نے منافقین کے جو نام تمہیں بتلائے ہیں ان میں کہیں عمر کا نام تو نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) یہ تمنا کرتے ہیں کہ: کاش کہ میں تنکا ہوتا جس کو کوئی جانور کھا جاتا۔ یعنی براہِ راست حضورِ اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے ساری بشارتیں سنے ہوئے ہونے کے باوجود اپنے متعلق کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہتے تھے، بلکہ ڈرتے رہتے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تھے۔اور ہمارا حال یہ ہے کہ کوئی آکر ہم کو کہہ دے کہ آج رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ جنت میں بہت اونچے درجہ پر تھے، تو پھر دیکھو ہمارا کیا حال ہوتا ہے؟۔

ایک دوسرے موقعہ پر حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اپنا پائجامہ اور لنگی کبر کی وجہ سے اپنے ٹخنے سے نیچے لٹکائے گا تو وہ جہنم کے اندر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے پیٹ کا حصہ بڑھا ہوا ہونے کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میرے ارادہ کے باوجود میری لنگی ٹخنے سے نیچے پہنچ جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: آپ ان لوگوں میں سے نہیں جو اپنے پائجامہ یا لنگی کو کبر اور غرور کی وجہ سے لٹکاتے ہیں۔ گویا حضور ﷺ نے ان کے کبر کی نفی فرمائی۔

شیطان بھی راستہ بدل لیتا ہے

اسی طرح ایک مرتبہ نبیٔ کریم ﷺ اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما تھے اور ساری ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور ﷺ کو گھیرے ہوئے نفقہ کے سلسلہ میں کچھ مطالبات کر رہی تھیں، ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، اسی درمیان حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اندر داخلے کی اجازت چاہی، جیسے ہی حضراتِ امہات المؤمنین نے ان کی آواز سنی تو سرک کر پردہ کے پیچھے چلی گئیں، حالاں کہ ابھی تو اندر آنے کی طلبِ اجازت کی صرف آواز آئی تھی، حضور ﷺ نے ابھی اندر آنے کی اجازت نہیں دی تھی؛ لیکن ان کی ہیبت اتنی تھی کہ وہ اندر چلی گئیں۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہنسنے لگے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دی،جب وہ اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضور ﷺ مسکرا رہے ہیں،انہوں نے عرض کیا:"أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ" اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہنسائے: ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابھی تو اِن کی آوازیں اپنے مطالبات میں میری آواز پر بلند ہو رہی تھیں،اورآپ کی آواز سن کر سب اندر چلی گئیں۔اس پر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے حضرات اِمہات المؤمنین سے خطاب کر کے کہا:"یَاعَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ" اے اپنی جانوں کی دشمنو! مجھ سے تو ڈرتی ہو،اور اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتیں؟ اندر سے امہات المؤمنین نے کہا: آپ تو اکھڑ مزاج اور سخت دل آدمی ہیں۔جب ان کی طرف سے یہ جواب ملا تو نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! اور کہو؛ تمہارا حال تو یہ ہے کہ شیطان جب تم کو کسی گلی میں آتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ بھی دوسرا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔یعنی تمہاری ہیبت اور ڈر تو ایسا ہے کہ شیطان بھی تم سے ڈرتا ہے۔دیکھئے! نبیِ کریم ﷺ نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی تعریف فرمائی۔

"یَاعَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ" اے اپنی جانوں کی دشمنو! اس جملے کے متعلق علامہ کشمیری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ حضراتِ امہات المؤمنین کو اس طرح خطاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کرسکتے ہیں، کسی اور کے لیے گنجائش نہیں۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تعریف کے مقاصد الگ الگ ہوتے ہیں

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ " مداحین "مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔ اب مطلب یہ ہے کہ تعریف کرنے کے مقاصد الگ الگ ہوتے ہیں، کبھی تو تعریف کا مقصد اپنی کسی غرض کو حاصل کرنا ہوتا ہے اس لیے تعریف کرنے والا سامنے والے کی تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتا ہے، تب تو وہی حکم ہو گا کہ اس کے چہرے پر مٹی ڈالو۔ اور اگر کسی نے تعریف کے اندر مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا ہے بلکہ حدود میں رہتے ہوئے کسی کی تعریف کی ہے تو پھر اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

اور اگر تعریف کرنے والے کا مقصد تشجیع ہے، یعنی کسی نے کوئی اچھا کام کیا اور کوئی آدمی اس کی تعریف کرکے ہمت افزائی کرنا چاہتا ہے، جیسے: کبھی بچوں کی کسی نیک اور اچھے کام کی وجہ سے ہمت و حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، تاکہ آئندہ اور زیادہ اچھے اعمال کریں، یا دوسرے لوگوں کو اس عمل کی ترغیب ہو؛ تو اس میں بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

باب كراهة الخروج من بلد وقع فيها الوباء فراراً منه وكراهة القدوم عليه

جہاں وبائی بیماری پھیلی ہوئی ہو وہاں سے نکل بھاگنا یا وہاں جانا مکروہ ہے

قال الله تعالىٰ: أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ. (النساء:۷۸)

وقال تعالىٰ: وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرة:۱۹۵)

کسی شہر میں یا علاقہ میں کوئی عام بیماری پھیلی ہو، جیسے: طاعون؛ اور کوئی آدمی اس بیماری کے پھیلنے سے پہلے اگر وہاں موجود ہو تو اس بیماری کے پھیلنے کے بعد اس آدمی کا یہ سمجھ کر وہاں سے نکل جانا ناجائز ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں گا تو بچ جاؤں گا۔ اور جو آدمی پہلے سے اس علاقہ، اس بستی، اس شہر میں موجود نہیں تھا، تو اس کا وہاں جانا بھی درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں دو آیتیں پیش کی ہیں۔

تم جہاں کہیں بھی ہو گے، موت تم کو پکڑ لے گی

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ. (النساء:۷۸)﴾

ترجمہ:- تم جہاں کہیں بھی ہو گے، موت تم کو پکڑ لے گی، چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ ہو۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:– مطلب یہ ہے کہ جس کے لیے اس کا وقتِ موعود آچکا ہے اور اس کی موت طے ہو چکی ہے، وہ اگر یہ سمجھتا ہو کہ میں کسی مضبوط قلعہ میں جا کر رہوں گا تو موت کے حملہ سے بچ جاؤں گا؛ تو اس کا یہ سوچنا غلط ہے۔ وہ کہیں بھی ہو موت اس کو گرفتار کر کے رہے گی۔

ایک عبرتناک واقعہ

چناں چہ اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں مفسرین نے اگلی امتوں میں سے کسی کا ایک واقعہ بیان کیا ہے، حافظ ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) نے ابن جریر کی روایت سے یہ واقعہ لکھا ہے:

ایک عورت کو دردِ زہ شروع ہوا، لڑکی پیدا ہوئی، اس نے اپنے ملازم کو آگ لینے کے لیے بھیجا، جب وہ گھر سے باہر نکلا تو ایک آدمی سے اس کی ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا: اس گھر میں عورت نے کیا جنا ہے؟ اس نے بتلایا: لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اس آدمی نے کہا: یہ لڑکی سو آدمیوں کے ساتھ زنا کرے گی اور ایک مکڑی کے ذریعہ اس کی موت واقع ہو گی۔ اس ملازم نے سوچا کہ یہ سو آدمیوں کے ساتھ زنا کرے گی تو بجائے آگ لے کر واپس جانے کے گھر آیا اور چھرا لے کر نومولود پیدا شدہ بچی کا پیٹ چاک کر دیا اور یہ سمجھ کر کہ وہ مر گئی ہے وہاں سے بھاگ گیا۔ بچی کی ماں نے اس بچی کا پیٹ سی لیا اور وہ زندہ بچ گئی۔ وہ ملازم تو وہاں سے بھاگ کر کسی دوسرے ملک چلا گیا اور کمانے کھانے لگا۔ اِدھر یہ بچی بڑی ہوئی اور شہر کی خوب صورت ترین عورتوں میں اس کا شمار ہونے لگا، پھر وہ برائیوں میں مبتلا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہوگئی اور بہت سارے لوگوں کے ساتھ ملوث ہوئی۔ ایک زمانہ کے بعد وہ ملازم- جو اس کو مار کر بھاگ گیا تھا- خوب روپیہ پیسہ کما کر اسی شہر میں واپس آیا، ایک بوڑھیا سے ملاقات ہوئی، اس نے اس کے سامنے اپنے ارادہ کا اظہار کیا کہ یہاں کی حسین ترین لڑکی سے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ بوڑھی نے کہا: یہاں ایک حسین ترین لڑکی ہے، چناں چہ اسی لڑکی کو دکھلایا گیا، اس کو پسند بھی آگئی اور نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد جب دونوں ملے تو اس لڑکی نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے اپنا سارا قصہ سنایا کہ میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں، ایک لڑکی کا پیٹ چاک کر کے یہاں سے بھاگ گیا تھا، یہ سن کر وہ لڑکی بولی: وہ لڑکی تو میں ہی ہوں۔ اس نے اپنا پیٹ بتلایا جس پر نشان موجود تھے، یہ دیکھ کر اس نے کہا: اگر تو وہی لڑکی ہے، تو دو باتیں اور سن لے، ایک تو یہ کہ تو نے سو آدمیوں کے ساتھ بدکاری کرائی ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ ہاں مجھ سے ایسا ہوا ہے لیکن تعداد یاد نہیں۔ مرد نے کہا: یقیناً تعداد سو ہی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ایک مکڑی کے ذریعہ تیری موت واقع ہوگی۔ لیکن چوں کہ یہ اس کے دل میں گھر کر چکی تھی اس لیے اس اقرار کے بعد بھی اس نے اس کو نکاح سے الگ نہیں کیا، اور اس کی حفاظت کے لیے اس نے ایک بہت خوبصورت سنگ مرمر کا محل تعمیر کیا، اور ایسا صاف شفاف رکھتا تھا کہ مکڑی جالا نہ تان سکے۔ دونوں ساتھ رہنے لگے، ایک مدت کے بعد دونوں میاں بیوی پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے کہ اس عورت نے ایک مکڑی دیکھی، تو کہنے لگی کہ یہ مکڑی ہے جس سے تم مجھے ڈرایا کرتے ہو؟ شوہر نے کہا: ہاں! یہ مکڑی ہے۔ اس نے کہا: ابھی میں اس کو مار دیتی ہوں۔ چناں چہ اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نے اس کو نیچے گرایااور اپنے پاؤں کے ذریعہ اس کو مسل دیا، مکڑی تو مرگئی لیکن پاؤں سے مسلنے کے نتیجہ میں مکڑی کا ڈنک اس کو ایسالگا کہ اس کا زہر سارے جسم میں سرایت کر گیااور وہ زہر ایساچڑھا کہ اس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ (معارف القرآن سورۂ نساء)

گویااس آیت کولا کر یہ بتلاناچاہتے ہیں کہ اگر کسی جگہ عام وباپھیل چکی ہواور جس کی موت مقرر ہوچکی ہے وہ وہاں سے یہ سمجھ کر بھاگے کہ میں بھاگ کر اپنی جان بچالوں گا، تو اس کا یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ اگر وقتِ موعود آچکاہے تو وہ مر کر ہی رہے گا۔اس لیے وہاں سے بھاگنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے،اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل رکھتے ہوئے وہیں رہے۔

اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

دوسری آیت کاایک حصہ پیش کیاہے:﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرۃ:۱۹۵)﴾

ترجمہ:- اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

افادات:- اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس سلسلہ میں ایک مطلب تو حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ: ایک مرتبہ میدانِ جنگ کے اندر ایک آدمی تنِ تنہا صفِ قتال سے آگے نکل کر دشمنوں کے لشکر پر حملہ آور ہوا، اس کو اس طرح کرتا ہوا دیکھ کر لوگ کہنے لگے: یہ تو اپنے آپ کو خود ہی ہلاکت میں ڈال رہا ہے، حالاں کہ قرآنِ پاک میں باری تعالیٰ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، یہ سن کر حضرت ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) فرمانے لگے: اس آیت کا مطلب ہم سے پوچھو، یہ آیت تو ہم انصار کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

ہوا یہ کہ جب نبیِ کریم ﷺ اور حضراتِ مہاجرین ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے تو ہم انصار نے دین کی نصرت کے لیے اپنے آپ کو پیش کردیا اور ہم اپنے سارے کاروبار چھوڑ چھاڑ کر اسی کام میں لگ گئے، یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کو قوت عطا فرمائی، اسلام پھیلا اور عرب کا بڑا علاقہ اسلام میں داخل ہوا۔ جب دین کو قوت حاصل ہوگئی تو ہم انصار میں سے بعض لوگوں نے آپس میں بیٹھ کر ایک میٹنگ کی اور مشورہ کیا کہ ہم لوگوں نے دین کو آگے بڑھانے کے لیے اور دین کی تقویت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا؛ لیکن اب دین ہمارے تعاون کا محتاج نہیں رہا، اب تو الحمدللہ دین کافی آگے بڑھ چکا ہے، اور اتنے طویل زمانہ تک ہم نے اپنے کاروبار، کھیتی باڑی کی طرف سے غفلت برتی اس لیے وہ سب آگے پیچھے ہوگیا ہے، اس لیے اب ہم اُدھر بھی کچھ دھیان دیدیں۔ اِدھر ہمارے اس کام کی طرف توجہ دینے کے نتیجہ میں دین اور اسلام پر تو کچھ آنچ آنے والی نہیں ہے، اور ہمارا کاروبار، کھیتی باڑی بھی درست ہوجائے گی۔ جب ہم نے یہ طے کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، یعنی دین کی نصرت ومحنت کا جو سلسلہ چل رہا ہے اس سے اپنے آپ کو الگ نہ کرو؛ یہی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بہت سی جگہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی دین کی خدمت کے کسی سلسلے میں لگا ہوا ہوتا ہے، اور شروع میں جس وقت وہ اس کام میں لگا تھا اُس وقت اس میں لگنے والے بہت کم تھے اور اس کام میں ضرورت بھی تھی، اب اس کام کو اللہ تعالیٰ نے ترقی عطا فرمائی اور بہت سارے لوگ اس میں لگ گئے ہیں، اس لیے وہ آدمی یوں سوچتا ہے کہ ہماری محنت کی کوئی زیادہ ضرورت نہیں رہی، اور اپنے متعلق یوں سوچتا ہے کہ اب اپنے کاروبار کی طرف ہم ذرا دھیان دیں اور اس کو بھی درست کرلیں؛ ایسے مواقع کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ ترمذی شریف میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے۔

لیکن دیگر صحابہ سے اس کا ایک اور مطلب بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک آدمی کا دشمنوں کی صف پر اس طرح حملہ آور ہونا جہاں اس کی موت یقینی ہو، اور دشمن کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو؛ تو یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہوا، اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ازخود ایسے اسباب اختیار کرنا جس میں یقین یا غالب گمان ہو کہ اس کی موت آجائے گی؛ اس سے اپنے آپ کو بچانے کی ضرورت ہے۔

یہاں یہ آیت بطورِ استشہاد پیش کی ہے کہ وبا والے علاقہ میں جانے سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے منع فرمایا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

دورِ فاروقی کا ایک واقعہ

حدیث ۱۷۹۱:-

وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما: أنَّ عمرَ بن الخطاب -رضی اللہ عنه- خرج إلی الشَّامِ حتّٰی إذا کانَ بسَرْغَ لَقِیَهُ أُمَرَاءُ الأَجْنَادِ -أبو عُبَیْدَةَ بنُ الجَرَّاحِ وأصْحَابُهُ- فأخْبَرُوهُ أنَّ الوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ. قال ابن عباس: فقال لی عمر: ادْعُ لِی المُهَاجِرِینَ الأَوَّلِینَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَأخْبَرَهُمْ أنَّ الوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوا، فقَالَ بَعْضُهُمْ: خَرَجْتَ لأَمْرٍ، وَلاَ نَرَى أنْ تَرْجِعَ عَنْهُ. وَقَالَ بعضهم: مَعَكَ بَقِیَّةُ النَّاسِ وأصْحَابُ رسُولِ اللهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- وَلاَ نَرَى أنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الوَبَاءِ. فقال: ارْتَفِعُوا عَنِّی. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِی الأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِیلَ المُهَاجِرِینَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلاَفِهِمْ، فقال: ارْتَفِعُوا عَنِّی. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِی مَنْ كَانَ هاهُنَا مِنْ مَشْیَخَةِ قُرَیْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ یَخْتَلِفْ عَلَیْهِ مِنْهُمْ رَجُلاَنِ، فَقَالُوا: نَرَى أنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ، وَلاَ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الوَبَاءِ، فَنَادَى عُمَرُ -رضی اللہ عنه- فی النَّاسِ: إنِّی مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ، فَأَصْبِحُوا علیْهِ.

فقال أبو عبیدة بن الجراح -رضی اللہ عنه-: أفِرارًا مِنْ قَدَرِ اللهِ؟ فقالَ عُمَرُ رضی اللہ عنه: لو غَیْرُكَ قَالَهَا یا أبا عبیدَةَ! -وَكَانَ عُمَرُ یَكْرَهُ خِلاَفَهُ- نَعَمْ، نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللهِ إلی قَدَرِ اللهِ. أرأیتَ لو كَانَ لَكَ إبِلٌ، فَهَبَطَتْ وَادِیاً لَهُ عُدْوَتَانِ، إحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ، وَالأُخْرَى جَدْبَةٌ، ألَیسَ إنْ رَعَیْتَ الخصْبَةَ رَعَیْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ، وَإنْ رَعَیْتَ الجَدْبَةَ رَعَیْتَهَا بِقَدَرِ اللهِ؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

قَالَ: فَجَاءَ عَبدُ الرَّحمٰنِ بنُ عَوفٍ رضی الله عنه وَكَانَ مُتَغَيِّباً فِی بَعْضِ حاجَتِهِ فقالَ: إنَّ عِنْدِی من هَذَا علماً، سَمِعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ: إذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بأرْضٍ فَلاَ تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقعَ بِأرْضٍ وَأنْتُمْ بِهَا فَلاَ تَخْرُجُوا فِرَاراً مِنْهُ فَحمِدَ اللهَ تَعَالَى عُمَرُ - رضی الله عنه - وانصَرَفَ. (متفق عَلَيْهِ)

و ((العُدْوَةُ)): جانِبُ الوادِي.

ترجمہ مع تشریح:- حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے، جب وہ مقامِ سَرغ (جو شام کی پہلی منزل ہے اور جہاں حجاز کا علاقہ ختم ہوتا ہے) پہنچے تو وہاں آکر سپہ سالارِ اعظم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اطلاع دی کہ شام کے علاقوں میں دوبارہ وبا اور بیماری بڑی قوت وشدت کے ساتھ شروع ہو چکی ہے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عام دستور اور عادتِ شریفہ یہ تھی کہ کوئی بھی اہم معاملہ ہوتا تو مشورہ فرماتے تھے) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا کہ (ہمارے قافلہ میں جو) مہاجرینِ اولین ہیں ان کو بلاؤ۔ میں نے ان حضرات کو اطلاع دی (کہ امیر المؤمنین آپ کو بلاتے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ طلب کیا کہ (ہم اپنا ایک کام اور مقصد لے کر چلے تھے) اب یہاں پہنچنے پر اطلاع ملی ہے کہ شام میں طاعون پھیل چکا ہے، اب آپ حضرات مشورہ دیجئے کہ ہم لوگ آگے بڑھیں، یا واپس ہو جائیں؟ ان حضرات کی رائے میں آپس میں اختلاف ہو گیا۔ بعضوں نے کہا: آپ ایک خاص مقصد لے کر نکلے ہیں، اب ہماری رائے یہ نہیں ہے کہ آپ واپس ہو جائیں، بلکہ آپ تو آگے ہی بڑھتے رہیے۔ بعضوں نے کہا: نبیِ کریم ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کا بچا کچا خاص حصہ (لوگوں کا کریم) آپ کے ساتھ ہے (اگر آپ ان کو لے کر اس وبا اور بیماری والے علاقہ میں جارہے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو گویا یوں کہنا چاہتے ہیں کہ: " آبلا؛ میرا گلا پکڑ" جیسی بات ہوگی) اس لیے ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپ واپس ہو جائیں (گویا ایک ہی جماعت میں سے کچھ لوگوں نے یہ مشورہ دیا اور کچھ نے دوسرا مشورہ دیا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ اختلاف پسند نہیں آیا تو فرمایا: آپ حضرات تشریف لے جایئے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔)

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: انصار کو بلاؤ (اس لیے کہ انصار کا مقام ان کے بعد کا ہے) چناں چہ مَیں انصار کو بلا لایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی مشورہ مانگا کہ: بھائیو! آپ حضرات بتاؤ؛ ہم کیا کریں؟ چناں چہ یہ بھی مہاجرین والے راستہ پر ہی چلے (یعنی جیسا اُن میں اختلاف ہوا تھا، اِن میں بھی ویسا ہی اختلاف ہوا اور ان میں بھی دو گروہ ہو گئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ بھی یہاں سے اُٹھ جاؤ۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: یہاں قریش کے وہ بڑے لوگ جو مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے؛ ان کو بلاؤ (مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد ہجرت والا حکم باقی نہیں رہا تھا اور پہلے بھی آچکا ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو نبیٔ کریم ﷺ نے اعلان فرما دیا: "لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ" پھر بھی جو لوگ مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد مکہ مکرمہ والا وطن اور اس کی رہائش چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے اور وہیں رہائش اختیار کرلی، تو ظاہری طور پر ایک وطن چھوڑ کر دوسرے وطن میں ہجرت تو ہوئی، اور وہ بھی فائدے سے خالی نہیں تھی) چناں چہ مَیں ان کو بلا لایا، وہ حضرات آئے تو حضرت عمر رضی اللہ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

عنہ نے ان سے بھی اس بارے میں رائے لی تو ان میں سے کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہوا، سب نے بالاتفاق یہ مشورہ دیا کہ ہماری رائے ہے کہ آپ واپس ہو جائیں اور لوگوں کو ہلاکت اور مصیبت پر پیش نہ کریں۔ جب ان کی طرف سے یہ متفقہ مشورہ ملا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کروادیا کہ کل صبح مَیں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر واپس ہونے والا ہوں، تم لوگ بھی واپسی کی تیاری کر لو (یعنی فیصلہ کر دیا کہ کل واپس جانا ہے)۔

(جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا فیصلہ ظاہر کر دیا اور اعلان کروادیا) تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا: (امیر المؤمنین! اس علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہے اس لیے یہاں سے واپس ہو کر گویا) آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگنا چاہ رہے ہیں؟ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف کرنا پسند نہیں کرتے تھے، اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ سن کر فرمایا: ابو عبیدہ! کاش کوئی دوسرا آدمی یہ بات بولا ہوتا (پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا بڑا عجیب وغریب جواب دیا۔ حضراتِ علماء فرماتے ہیں کہ اس جواب نے تقدیر سے تعلق رکھنے والے سارے اشکالات کو دور کر دیا۔ فرمایا:) جی ہاں! ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی طرف ہی جا رہے ہیں (پھر اس بات کو سمجھانے کے لیے ایک بات ارشاد فرمائی) آپ میرے ایک سوال کا جواب دیجئے: آپ اپنے جانوروں کو لے کر چَرانے کے لیے کسی وادی اور میدان میں پہنچے جس کے دو حصے ہیں، ایک طرف کا حصہ سرسبز و شاداب ہے، اور دوسرا حصہ خشک ہے؛ تو کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر تم خشک حصہ میں جانوروں کو چرانے کے لیے چھوڑو گے تب بھی تقدیر ہی کی وجہ سے چراؤ گے، اور اگر سرسبز حصہ میں چھوڑو گے تب بھی تقدیر ہی کی وجہ سے چراؤ گے (لیکن مجھے بتاؤ کہ جب آپ کو فیصلہ کا اختیار ملا ہے تو ان کو چَرنے کے لیے کہاں چھوڑو گے؟ ظاہر ہے کہ آدمی سرسبز و شاداب جگہ پر ہی چھوڑے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حالاں کہ ان کی قسمت میں پیٹ بھرنا لکھا ہے تو خشک حصہ میں بھی ان کا پیٹ بھرے گا، اور ان کی قسمت میں پیٹ بھرنا نہیں لکھا ہے تو سبز حصہ میں بھی نہیں بھرے گا؛ یہ بات تو طے ہے، پھر بھی ہم کیا کرتے ہیں؟)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جواب کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے (یہ بھی عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور بڑے صحابی ہیں) جب یہ سارا مشورہ اور فیصلہ ہوا وہاں تک وہ اس جگہ موجود نہیں تھے، اپنی کسی حاجت کے لیے کہیں باہر گئے ہوئے تھے (ان کے سامنے یہ بات آئی کہ میری غیر حاضری میں یہاں ایسی باتیں ہوئی ہیں) انہوں نے کہا: اس سلسلہ میں میرے پاس نبیٔ کریم ﷺ کی ہدایت موجود ہے (کہا گیا: ضرور بتایئے، تو انہوں نے کہا:) میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تمہیں معلوم ہو کہ کسی علاقہ میں طاعون پھیل چکا ہے (اور تم وہاں پہلے سے موجود نہ ہو) تو وہاں مت جاؤ، اور اگر کسی جگہ طاعون پھیلا ہو اور پہلے سے تم وہاں پر موجود ہو تو اس سے بھاگ کر اس بستی سے نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (پہلے سے نہیں تھے تو جانے کی ضرورت نہیں ہے، اور پہلے سے موجود ہو تو وہاں سے بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو قسمت میں ہے وہ ہو کر رہے گا) حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑی خوشی ہوئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور واپس لوٹے (گویا انہوں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق تھا۔)

افادات:- یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۱۸ ؁ھ ربیع الآخر کا ہے، ۱۸ ؁ھ کے شروع میں محرم اور صفر میں شام کے علاقہ میں طاعون پھیل گیا تھا، اور بہت سارے لوگ موت کا

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شکار ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پہلے سے شام جانے کا ارادہ تھا، لیکن جب پتہ چلا تھا کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے تو آپ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا، جب طاعون ختم ہو گیا تو آپ کو اطلاع کی گئی کہ آپ اپنا سفر شروع کر سکتے ہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے اکابرِ صحابہ کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں شام کے علاقہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ایک دمشق، دوسرا فلسطین، تیسرا حمص، چوتھا قنّسرین، پانچواں اُردن؛ گویا شام کی الگ الگ پانچ چھاؤنیاں تھیں اور ہر چھاؤنی کا ایک الگ سپہ سالار مقرر تھا، جو حضرات وہاں کے سپہ سالار تھے ان کے نام یہ ہیں: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت خالد بن ولید، حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت شرحبیل بن حسنہ، اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ- اور ان میں سب کے سپہ سالارِ اعظم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔

مہاجرین اولین

"مہاجرین اولین" وہ حضراتِ صحابہ کہلاتے ہیں جو شروع میں ایمان لائے تھے اور جنہوں نے مدینہ منورہ اس وقت ہجرت کی تھی جب کہ قبلہ بیت المقدس تھا۔ نبی کریم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت قبلہ بیت المقدس تھا، سولہ یا سترہ مہینے تک وہی قبلہ رہا، اس

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

کے بعد تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا اور بیت اللہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا۔ تو تحویلِ قبلہ کا حکم آنے سے پہلے جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے؛ ان سب کو مہاجرینِ اولین کہا جاتا ہے۔

طاعون

”طاعون“ ایک مخصوص قسم کی بیماری ہے جس کو پلیگ کہتے ہیں۔ سورت والے تو جانتے ہی ہیں(۱) جہاں جہاں جوڑ والی ہڈی ہوتی ہے وہاں ایک گانٹھ اور گلٹی سی پیدا ہو جاتی ہے، عام طور پر بغل میں اور کبھی ران کے اندر جو جڑ ہے وہاں پر بھی نکلتی ہے، پھر اس کی وجہ سے کھال کا وہ حصہ سرخ یا سبز ہو جاتا ہے، اور اس کے نمودار ہونے نتیجہ میں آدمی کو بخار آتا ہے، قے ہونے لگتی ہے، اور ایک دو دن ہی میں معاملہ نمٹ جاتا ہے۔ طاعون اور پلیگ کی بیماری ایک وبا کی شکل اختیار کرتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہ بیماری پھیلی تھی جس کو ” طاعونِ عمواس“ کہتے ہیں۔

(۱) ۱۹۹۳ء میں سورت میں بھی طاعون پھیلا تھا اور غیر مسلموں کی بڑی تعداد اس میں ہلاک ہوئی تھی۔ مرتب

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مناقبِ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ)

”اے ابوعبیدہ !کاش کوئی دوسرا ایسا کہتا“یعنی آپ کی زبان سے یہ بات مجھے اچھی نہیں لگی۔ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ کسی دوسرے آدمی نے ایسی بات کہی ہوتی تو کوئی بات تھی، آپ جیسا سمجھ دار آدمی ایسی بات کرتا ہے؟اور بعض حضرات نے کہا:حضرت عمر رضی اللہ عنہ گویا یہ کہنا چاہتے تھے کہ: آپ بڑے آدمی ہیں، اگر کوئی دوسرا کہتا تو میں اس کی خبر لیتا۔

چوں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا مقام اونچا تھا، عشرۂ مبشرہ میں سے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: کثرتِ فتوحات نے سب کو بدل دیا لیکن ابوعبیدہ اپنے حال پر ہی باقی ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں آیا۔

حضورِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جب انصار ثقیفۂ بنو ساعدہ میں اپنا امیر منتخب کرنے کے لیے جمع ہوئے، ادھر مہاجرین کو پتہ چلا تو ان کو سمجھانے کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لے کر گئے۔ وہاں ان سے بہت ساری باتیں ہوئیں، اخیر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو تقریر فرمائی، اس میں یہ بھی کہا کہ ان دو (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) میں سے جس کے ہاتھ پر تم لوگ چاہو بیعت کرلو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت آیا اس سے پہلے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ انتقال کر چکے تھے، اس وقت

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہوتے تو میں انہیں کو اپنا جانشین مقرر کرتا، مجھے کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا الہامی جواب

”ہم اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ کی تقدیر ہی کی طرف جارہے ہیں“ یعنی انسان کا کوئی بھی قول و فعل اور حرکت تقدیر سے ہٹ کر تو ہے نہیں، جو بھی ہوگا تو وہی ہوگا جو تقدیر میں لکھا ہے، اس لیے اگر تم یہ کہتے ہو کہ تقدیر سے بھاگ کر جارہے ہو؛ تو سن لو کہ ہم یہاں سے جو جارہے ہیں وہ تقدیر میں لکھا ہے تبھی جارہے ہیں۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ کچھ لوگ دیہات سے آئے اور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ: اللہ کے رسول! ذرا بتلائیے کہ ہم جو کچھ پڑھ کر دم کرتے ہیں اور علاج و معالجہ یا پرہیز کرتے ہیں؛ اس سے اللہ کی تقدیر بدل جاتی ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سے ہے۔

تقدیر اور تدبیر

جو لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر اور تدبیر میں لڑائی ہوتی ہے۔ تو سمجھ لو کہ دونوں میں کوئی لڑائی نہیں ہوتی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تدبیر کا مفید اور کار گر ہونا تقدیر میں لکھا ہے تب تو تدبیر کار گر ہوگی، ورنہ نہیں۔ تقدیر سے ہٹ کر کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں جب کوئی ایسا موقعہ آتا ہے اور ہمیں اپنی عقل و سمجھ سے فیصلہ کرنا ہوتا ہے تو آدمی فیصلہ اسی چیز کا کرتا ہے جو عقل اور تدبیر کا تقاضا ہوتا ہے۔ وہاں آدمی کا دُور دُور تک خیال نہیں ہوتا کہ میں اس پر عمل کر کے اپنے آپ کو اللہ کی تقدیر سے بچا رہا ہوں۔ سیدھی بات ہے۔ مثلاً: آپ کے پاس زمین ہے، آپ اس کو بیچنا چاہتے ہیں، آپ کے پاس بہت سے پرپوزل اور فرمائشیں آئیں، اب آپ ہی بتلائیے کہ ان میں سے کونسی فرمائش کو آپ اختیار کریں گے؟ ظاہر ہے کہ جو آپ اپنے لیے مفید سمجھیں گے، حالاں کہ فائدہ آپ کے حصہ میں لکھا ہوا ہے تو کسی بھی فرمائش پر آپ عمل کریں گے تو فائدہ ہی ہوگا، اور اگر نقصان لکھا ہوا ہے تو آپ دیکھنے میں کیسی ہی اچھی فرمائش پر عمل کریں گے؛ نقصان ہی ہوگا؛ لیکن جب فیصلہ کرنے کا وقت آتا ہے تو آدمی اسی پہلو کو اختیار کرتا ہے جس میں زیادہ فائدہ نظر آتا ہے۔ گویا یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، ہماری زندگی کے ہر موڑ پر جب ہمیں کوئی فیصلہ کرنے کا موقعہ آتا ہے اور ہمارے ہاتھ میں اختیار ہوتا ہے تو ہم اپنی عقل اور سمجھ و تدبیر کو سامنے رکھ یہی فیصلہ کرتے ہیں۔ آج جب ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنے کا وقت آیا کہ ہمیں اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے، یا ہمیں واپس ہو جانا چاہیے، تو ظاہر ہے کہ سمجھ و تدبیر اور عقل کا تقاضا یہی تھا کہ آگے بڑھنے کی بجائے واپس ہو جانا چاہیے، جبکہ ہمیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

معلوم ہے کہ وہاں بیماری پھیلی ہوئی ہے، اس لیے اگر میں نے یہ فیصلہ کیا تو اس میں مَیں کونسا تقدیر سے بھاگا؟ دیکھو! کیسا عجیب وغریب جواب دیا ہے اور کیسی عمدہ تعبیر اختیار فرمائی ہے!

اور اس تعلیم میں بھی دراصل بڑی حکمتیں ہیں۔ ایک آدمی پہلے سے جس جگہ ہے، وہاں ایسی کوئی وبا اور بیماری پھیلی، اگر وہاں سے یہ سمجھ کر نکل جاتا ہے کہ میں اس بیماری سے بچ جاؤں گا، اب اگر وہاں سے نکلنے کے بعد اس کو وہ بیماری نہیں لگے گی، تب تو وہ یہی سمجھے گا کہ میں وہاں سے بھاگ کر نکل آیا اس لیے میری جان بچ گئی، حالاں کہ ایسا نہیں ہے کہ وہاں سے بھاگ کر نکل آیا اس لیے موت نہیں آئی، بلکہ سیدھی سادی بات یہ ہے کہ دراصل موت لکھی ہوئی تھی ہی نہیں اس لیے نہیں آئی۔ اور اگر ایک آدمی پہلے سے وہاں نہیں تھا اور بیماری ووبا پھیل جانے کے بعد وہاں پہنچا اور اس کو موت آگئی تو لوگ یوں بات کریں گے کہ وہاں گیا اس لیے مر گیا۔

"اگر مگر" شیطان کا دروازہ کھول دیتا ہے

دیکھو! تقدیر کا ایک فیصلہ واقع ہونے سے پہلے پہلے کوئی تدبیر اختیار کرنے کی پوری اجازت ہے، لیکن تقدیر کا فیصلہ واقع ہو چکنے کے بعد ہمارے دل ودماغ میں جو خیالات اُٹھتے ہیں کہ اگر یوں کرتے تو یوں ہو جاتا؛ اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ اسی لیے جب نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی نقصان ہو جاتا (جیسے: کوئی برتن گر کر ٹوٹ گیا) اور کوئی کہتا کہ اگر ایسا کرتا تو بچ جاتا؛ تو حضور ﷺ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

فرماتے: ایسا مت بولو، اگر کوئی اور بات ہوتی تو وہی ہوتی۔ یعنی اگر اس برتن کا نہ ٹوٹنا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقدر ہوتا تو پھر نہ ٹوٹتا؛ لیکن جب وہ برتن ٹوٹ گیا تو اب کچھ مت بولو۔ گویا تقدیر کا فیصلہ واقع ہوجانے کے بعد ایسی جو باتیں ہوتی ہیں، وہ دراصل تقدیر کا ایک طرح سے انکار ہوتا ہے جو بالکل درست نہیں ہے۔ ہاں! جب تک کوئی بات وجود میں نہیں آئی اس سے پہلے تدبیریں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس سے پہلے آپ جو چاہیے بولیے، مشورہ کیجیے، فیصلہ کیجیے، اس لیے کہ تقدیر میں کیا ہونے والا ہے وہ ہمارے سامنے نہیں ہے، لیکن تقدیر کا فیصلہ سامنے آچکنے کے بعد پھر ایسا بولنے کی اجازت نہیں کہ میں یوں کرتا تو یوں ہوجاتا۔

مثلاً: ایک آدمی بمبئی جارہا تھا، کسی نے اس سے کہا کہ آج مت جانا، میرا جی نہیں چاہتا کہ آج تم جاؤ، وہ کہنے لگا کہ: مجھے بہت ضروری کام ہے اس لیے میں تو جاؤں گا، اب وہ گیا اور راستہ میں ٹرین کا حادثہ ہوا اور اس کی موت واقع ہوگئی، تو وہ کہتا ہے کہ: میں نے اس سے کہا تھا کہ میرا دل نہیں مانتا، تُو مت جا، پھر بھی وہ گیا۔ اگر میری بات مان لیتا تو بچ جاتا۔ اس کا یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ ارے بھائی! اگر اس کا بچ جانا مقدر ہوتا تو وہ تمہارا کہا ضرور مانتا۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے: ”وَإِيَّاكَ وَاللَّوَّ، فَإِنَّ اللَّوَّ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ“ تم ”اگر مگر“ سے بچو، اس لیے کہ ”اگر مگر“ شیطان کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (شرح مشکل الآثار)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے کی تین صورتیں

یہاں غور کیجیے کہ یہ ارشاد فرمایا ہے: ''فَلَا تَخْرُجُوا فِرَاراً مِنْهُ'' بھاگ کر نہ نکلو۔ تو نکلنے کی تین شکلیں ہیں:

(۱) پہلی شکل تو یہ ہے کہ آدمی وہاں سے یہ سمجھتے ہوئے بھاگ کر نکلے کہ میں بچ جاؤں؛ یہ تو حرام ہے۔

(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ پہلے سے اس کا پروگرام طے تھا، جیسے: آج کل ایک دو مہینے پہلے سے ٹکٹ بک کروا کر رکھا جاتا ہے، اور جس وقت پروگرام طے کیا اس وقت کوئی بیماری بھی نہیں تھی، اتفاق کی بات کہ آپ کا سفر ہونے والا تھا اس کے دس پندرہ دن پہلے بیماری پھیل گئی اور خوب چل رہی ہے اور آپ کی تاریخ آگئی، تو اب ایسا نہیں ہے کہ آپ اس بیماری کی وجہ سے جا رہے ہیں، بلکہ آپ کا پروگرام تو پہلے ہی سے طے تھا؛ تو اس میں کوئی اشکال نہیں، آپ بے تکلّف نکل کر جا سکتے ہیں۔

(۳) تیسری شکل یہ ہے کہ آپ کا پہلے سے کوئی پروگرام نہیں تھا، بیماری آئی اور آپ کا بھی کوئی کام نکل آیا اس لیے آپ وہاں سے جانا چاہتے ہیں، تو اس صورت میں جائیں یا نہ جائیں؟ تو بعض حضرات کہتے ہیں کہ: نہ نکلے۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کام کی وجہ سے جانا چاہتا ہے تو جا سکتا ہے، اس کے دل میں یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ میں یہاں سے جاؤں گا تو بچ جاؤں گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الحمد للہ! ہمارے یہاں سورت میں جب طاعون (پلیگ) پھیلا تھا تو کمزور ایمان والے بھی مضبوطی سے جمے رہے اور اللہ تعالیٰ نے سب کو ایمان کی وہ طاقت عطا فرمائی کہ ہر ایک کہتا تھا کہ یہاں سے کوئی جاتا نہیں ہے، اگر موت آنی مقدر ہے تو یہاں بھی آئے گی، اور جہاں جائیں گے وہاں بھی آئے گی۔

طاعون زدہ علاقہ کے متعلق حکم

حدیث ۱۷۹۲:-

وعن أسامة بن زيد رضى الله عنه عن النبيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُونَ بِأَرْضٍ، فَلَا تَدْخُلُوهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ، وأَنْتُمْ فِيهَا، فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا)) (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم سنو کہ کسی علاقہ میں طاعون (پلیگ) پھیل چکا ہے؛ تو وہاں مت جاؤ۔ اور جب کسی جگہ طاعون (پلیگ) پھیل جائے اور تم وہاں پہلے سے موجود ہو: تو وہاں سے مت نکلو۔

افادات:- وہاں سے نکلنے کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر سبھی بھاگ جائیں گے تو جو لوگ اس بیماری کا شکار ہو چکے ہیں ان کی خیر خبر کون لے گا۔ اور جن لوگوں کی موت واقع ہو جائے گی ان کی تکفین و تدفین کون کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ ساری ذمہ داریاں کون ادا کرے گا؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ التَّغْلِيظِ فِيْ تَحْرِيمِ السِّحْرِ

جادو کے سخت حرام ہونے کا بیان

علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جادو کی حرمت کی شدّت اور اس کی شناعت وقباحت کو بتلانے کے لیے یہ باب قائم کیا ہے۔

جادو کی حقیقت

لفظِ "سِحر" عربی زبان میں ایسے اثر کے لیے بولا جاتا ہے کہ جس کا سبب ظاہر نہ ہو، بلکہ مخفی ہو۔ کسی بھی چیز پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں عام طور پر ان کے اسباب ہماری نگاہوں کے سامنے ہونے کی وجہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس پر فلاں سبب کے نتیجہ میں یہ اثر مرتب ہوا ہے، جیسے: کھانا کھایا اس کی وجہ سے بھوک دور ہوگئی، پانی پیا اس کی وجہ سے پیاس دور ہوگئی، کسی نے مارا اس کی وجہ سے زخم ہوا۔ اور جتنے بھی ظاہری اسباب ہیں جب ان کے نتیجہ میں اثرات مرتب ہوتے ہیں تو ان کو ہر آدمی جان لیتا ہے، وہ اسباب آدمی کی نگاہوں اور علم میں آتے ہیں، اور اُن کو جاننے کی وجہ سے مرتب ہونے والے اثرات پر طبیعت کے اندر تعجب پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن بعض اثرات ایسے ہوتے ہیں جن کے حقیقت میں تو اسباب ہوتے ہی ہیں جن کی وجہ سے اثر مرتب ہوتا ہے؛ لیکن وہ اسباب لوگوں کی

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں؛ ایسے اثر کو عربی زبان میں ”سحر“ اور اردو زبان میں ”جادو“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور پوشیدہ سبب کبھی معنوی کلمات ہوتے ہیں جو زبان سے ادا کئے جاتے ہیں اور ان کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جیسے اچھے کلمات کی اچھی تاثیر ہوتی ہے، ویسے ہی برے کلمات کی بری تاثیر ہوتی ہے؛ لیکن عام طور پر اچھے کلمات کا اثر تو لوگوں کو معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ اچھے کلمات سب لوگوں کے سامنے کھل کر پڑھے جاتے ہیں، تو لوگوں کے علم میں ہوتے ہیں اس لیے لوگوں کو اس پر تعجب نہیں ہوتا، جیسے: کسی کو سر میں درد ہوا اور الحمد شریف پڑھ کر دم کر دیا اور وہ اچھا ہو گیا۔ کوئی دعا پڑھی اور اس دعا کا اثر ظاہر ہوا؛ یہ بھی معنوی اسباب ہی ہیں لیکن لوگ دیکھتے ہیں کہ کسی نے پڑھ کر دم کر دیا تو وہ اچھا ہو گیا اور دیکھنے والے بھی سمجھ جاتے ہیں کہ اُس نے پڑھا جس کی وجہ سے یہ ہوا، اس سے کوئی تعجب نہیں ہوتا۔

اور کچھ کلمات ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر ہوتا ہے لیکن وہ کلمات عام طور پر لوگوں کے علم میں نہیں ہوتے، ان کو زبان سے ادا کرنے کے نتیجہ میں جب کوئی اثر ظاہر ہوتا ہے تو چوں کہ لوگوں کو ان کلمات کا پتہ نہیں چلتا، البتہ ان کا اثر لوگوں کے سامنے آتا ہے، اور لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، یا کانوں سے محسوس کرتے ہیں؛ اسی کو ”سحر“ اور ”جادو“ کہا جاتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور یہ معنوی اثر کبھی کسی غیر محسوس شخصیات کا ہوتا ہے، وہ شخصیتیں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے نہیں ہوتیں، جن کو شیاطین اور جنات کہا جاتا ہے۔ جادوگر ایسے کلمات پڑھتے ہیں، یا ایسے کام کرتے ہیں جن کلمات یا کاموں کے ذریعہ سے وہ کسی شیطان اور جن کو خوش کردیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں پھر شیطان وہی کام کرتا ہے جو یہ آدمی چاہتا ہے، مثلاً: کسی کو تکلیف پہنچانی ہے، تو اب یہ شخص شیطانوں کو خوش کرنے کے لیے کچھ کلمات اپنی زبان سے بولتا ہے جن میں ان کی تعریفیں ہوتی ہیں اور ان کو بڑا بناتا ہے۔ یا پھر وہ ایسے کچھ کام کرتا ہے جو ان کو پسند ہوتے ہیں، مثلاً: نجاست میں ملوث ہونا، کسی کو قتل کرکے اس کا خون پینا، یا کسی کو قتل کرکے اس کا خون بہانا، ہمیشہ ناپاکی اور غلاظت میں رہنا، یا نعوذباللہ شریعت کی کچھ چیزیں جن کی تعظیم واحترام ضروری ہے ان کی بے حرمتی کرنا، جیسے: قرآن کریم، اللہ تعالیٰ اور رسولِ پاک کے نام میں نجاست ڈال دینا، ایسی چیزوں سے شیاطین اور خبیث جنات بہت خوش ہوتے ہیں، اور ایسا کرکے یہ آدمی ان سے اپنا کام نکلواتا ہے۔ آج کل کی زبان میں جس کو "سپاری دینا" کہتے ہیں کہ کسی کو رقم دے کر خوش کرکے کسی کو مروادینا۔ تو گویا شیطان اور خبیث روحوں کو ان کی تعریف اور ان کے پسندیدہ کام کرکے "سپاری" دی جاتی ہے، اور ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا ایسا کرو، تو وہ ان کو ویسی ہی تکلیف پہنچاتے ہیں جیسی یہ چاہتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

شیاطین سے زیادہ احمق دوسری کوئی قوم نہیں

درحقیقت ان شیاطین سے زیادہ احمق دوسری کوئی قوم نہیں ہے کہ بس ایک مرتبہ ان کی تعریف میں کسی نے چند کلمات کہہ دیئے کہ پھر سال بھر کے لیے وہ ایک ڈیوٹی پر لگ جاتے ہیں۔ انسان کا حال تو یہ ہے کہ اگر دس مرتبہ کھانا کھلاؤ تو ایک مرتبہ کام کرے گا، جتنے رشوت لے کر کام کرنے والے ہیں وہ ہر ہر کام کے لیے الگ الگ رشوت لیتے ہیں، روزانہ الگ رشوت دیتے رہو اور کام کرواتے رہو، ایسا نہیں ہے کہ ایک مرتبہ ان کو خوش کر دیا تو سال بھر کے لیے ڈیوٹی پر لگ جائیں؛ لیکن شیاطین کی قوم ایسی ہے کہ ان کی ایک مرتبہ ذرا تعریف کر دی اور کہا کہ فلاں کی آنکھ پر مسلط ہو جاؤ تو وہ آنکھ کی بینائی پر بیٹھ جاتے ہیں اور جن رگوں سے روشنی کا تعلق ہے ان پر مسلط ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی بینائی پر اثر پڑتا ہے۔ اگر کان پر مسلط کیا تو اس پر لگ جاتے ہیں، گلے پر لگایا تو اسی پر لگے رہیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں جہاں تکلیف پہنچانی مقصود ہوتی ہے، وہاں سال بھر کے لیے مسلط رہتے ہیں، جب سال پورا ہونے آتا ہے تو مخصوص دن یا مخصوص وقت دوبارہ ان کی تعریف کر دی جاتی ہے اور ان کی خواہش کے مطابق کام کر دیا جاتا ہے تو پھر اس کا ”جادو اور سحر“ رینیو (Renew) ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سحر میں جادوگر جو کلمات پڑھتا ہے یا جو کام کرتا ہے ان میں شیاطین کی تعریف ہوتی ہے یا جن سے شیاطین خوش ہوتے ہیں اور ان میں اکثر کلمات اور کام کفریہ وشرکیہ ہی ہوتے ہیں

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس لیے کہ ایسے ہی کلمات اور ایسی ہی حرکتوں سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ چناں چہ بعض ساحروں کے متعلق لکھاہے کہ انہوں نے اپنے جوتے کے تلوے میں قرآنِ کریم لگایااوراسی کو پہن کر چلتے تھے،یا حیض کاخون پلایاجاتاتھا، مطلب یہ ہے کہ قرآن کو نجاست میں لگائے رکھتے تھے،اور ناپاکی میں ملوث رہتے تھے۔ایک ساحر کے متعلق کتاب میں لکھاہے کہ چالیس سال تک اس نے غسل نہیں کیا، اس طرح کی گندگیاں شیاطین کو پسند آتی ہیں پھر ساحرین ان کو جو کہتے ہیں اس کے مطابق وہ کرتے ہیں۔ بعض مرتبہ کلمات کے اثرات ہوتے ہیں اور بعض مرتبہ غیر محسوس چیزوں (یعنی شیاطین، جنات اور خبیث روحوں) کے ذریعہ سے کام لیا جاتا ہے۔ جیسے آدمی جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں فرشتوں کی مدد آتی ہے،ایسے ہی غلط کاموں کی وجہ سے شیاطین مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیامیں یہ قدرت دے رکھی ہے اور دنیا کا نظام اسی طرح چلتاہے۔تو کچھ منتر پڑھ کر دوسروں کو تکلیف پہنچانا،یاشیاطین اور خبیث روحوں کو خوش کرکے ان سے اپنے مَن چاہے کام نکلوانا؛اسی کو سحر کہتے ہیں۔یہ سحر کی حقیقت ہے۔

جادو سیکھنا سکھانا کفر ہے

قرآنِ پاک کی ایک آیت پیش کی ہے:﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت کے جو احکام اور آسمانی کتابیں دی گئی تھی ان کو

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

چھوڑ کر وہ لوگ جادو اور سحر کے سیکھنے سکھانے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں یہ سلسلہ بڑے عروج پر تھا، بعض یہودیوں نے کہا کہ جادو حضرت سلیمان علیہ السلام سکھاتے ہیں، گویا ان کی طرف غلط نسبت کی، تو قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت ظاہر فرمائی کہ نعوذ باللہ وہ اس میں ملوث نہیں ہیں، وہ اس الزام سے پاک ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جادو سکھا کر یا سیکھ کر کفر اختیار نہیں کیا، ہاں! شیاطین ایسی حرکتیں کرتے تھے اور لوگوں کو سحر اور جادو سکھاتے تھے۔

دیکھو! یہاں قرآنِ کریم نے جادو کے سیکھنے اور سکھانے کو کفر سے تعبیر کیا ہے، چناں چہ علماء نے لکھا ہے کہ اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جادو کے سیکھنے اور سکھانے میں جو کام کروائے جاتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں آدمی کا ایمان محفوظ نہیں رہتا، اسی لیے اس کی حرمت بڑی شدید ہے۔

جادو کے متعلق اسلامی حکم

اور سحر کے متعلق اسلامی حکم یہ ہے کہ اگر کسی کے متعلق حاکمِ وقت کو معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے سحر کے ذریعہ لوگوں کو اذیّتیں اور تکلیفیں پہنچاتا ہے تو حاکم کو چاہیے کہ اس کو قتل کر کے لوگوں کو اس کے شر سے نجات دے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے بچو

حدیث ۱۷۹۳:-

وعن أَبِي هريرة رضي الله عنه عن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ)) قالوا: يَا رسولَ اللهِ! وَمَا هُنَّ ؟ قَالَ:((الشِّرْكُ باللهِ وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتي حَرَّمَ اللهُ إلاَّ بِالحَقِّ، وأكْلُ الرِّبَا، وأكْلُ مَالِ اليَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ المُحْصَنَاتِ المُؤْمِنَاتِ الغَافِلاَتِ)) (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہلاک کرنے والی وہ چیزیں کونسی ہیں؟ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا (۲) جادو سیکھنا اور سیکھانا (۳) کسی ایسی جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (٦) میدانِ جنگ میں پیٹھ پھیرنا (۷) ایمان والی ایسی پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا جو برائی کی چیزوں سے بالکل بے خبر ہیں۔

جادو میں شعائر اللہ کی توہین کرنی پڑتی ہے

افادات:- یہ سب کبیرہ گناہ ہیں۔ اور جادو، سحر کے سیکھنے سکھانے میں کوئی نہ کوئی کفریہ وشرکیہ کلمہ زبان سے بولنا ہی پڑتا ہے، یا کوئی نہ کوئی شرکیہ وکفریہ کام کرنا ہی پڑتا ہے، کبھی دیوی دیوتاؤں کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

سامنے بھینٹ چڑھانی پڑتی ہے، ان کے سامنے سجدہ کرنا پڑتا ہے، یا قرآنِ کریم وغیرہ شعائر اللہ کی توہین کرنی پڑتی ہے۔

ایک صاحب جو ہمارے حضرت فقیہ الامت (رحمۃ اللہ علیہ) کے مجاز ہیں انہوں نے سنایا کہ ایک ساحر نے اپنے بستر کے نیچے قرآن کے اوراق بچھار کھے تھے اور اپنے جوتے میں قرآن رکھوایا تھا اُسی پر وہ چلتا تھا۔ گویا ساحر جتنی زیادہ ایسی بیہودہ حرکتیں کرے گا اُتنی ہی اس کے سحر میں تاثیر زیادہ آئے گی اور شیاطین اس کی مدد زیادہ کریں گے۔

کیا قتل حلال بھی ہے؟

"کسی ایسی جان کو قتل کرنا جس کا کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو" بعض مرتبہ کوئی آدمی ایسا کام کرلیتا ہے جس کی وجہ سے اس کی جان حلال ہو جاتی ہے، مثلاً: کوئی آدمی اسلام لانے بعد مرتد ہو گیا اور کفر اختیار کر لیا تو اس کی وجہ سے اس کا قتل حلال ہو جاتا ہے۔ یا کسی نے کسی کو ناحق قتل کیا اس کی وجہ سے قصاص اور بدلہ میں اس کو قتل کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ایسا کچھ نہیں پھر بھی کسی کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

پاک دامن پر تہمت لگانا

اور پاک دامن عورتوں کا تذکرہ اس لیے کیا کہ عام طور پر ایسی نوبت عورتوں کے ساتھ ہی پیش آتی ہے۔ ورنہ کسی پاک دامن مرد پر تہمت لگانے کا گناہ بھی کبیرہ ہی ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسَافَرَةِ بِالْمُصْحَفِ إِلٰى بِلَادِ الْكُفَّارِ إِذَا خِيفَ وُقُوعُهُ بِأَيْدِي الْعَدُوِّ

کفار کی سرزمین میں قرآنِ کریم لے کر جانے کا حکم

کوئی آدمی کافروں کی سرزمین میں قرآنِ کریم لے کر جائے تو کیا حکم ہے؟ تو علماء نے لکھا ہے کہ اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ قرآنِ کریم لے کر جانے والے آدمی کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا جائے، یا اس کے سامان میں زیادتی کی جائے گی، اور اگر قرآنِ کریم ان کے ہاتھوں میں آگیا تو وہ اس کی بے حرمتی کریں گے؛ تو ایسی صورت میں وہاں قرآنِ کریم لے کر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر ایسا کوئی اندیشہ نہیں ہے، بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ وہ لوگ قرآنِ پاک کو نہیں چھیڑیں گے؛ تو اُس صورت میں قرآنِ کریم ساتھ میں لے جانے کی اجازت ہے۔

حدیث ۱۷۹۴:-

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قَالَ: نَهَى رسولُ اللهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ. (متفق عَلَيْه)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے منقول ہے کہ دشمن کی سرزمین میں قرآنِ کریم لے کر جانے سے نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا۔

افادات:- یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ قرآنِ کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ اور غالب گمان یا یقین ہو؛ لیکن اگر ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر قرآنِ کریم ساتھ میں لے جانے کی اجازت ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ تَحْرِيمِ اِسْتِعْمَالِ اِنَاءِ الذَّهَبِ وَاِنَاءِ الْفِضَّةِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوهِ الْاِسْتِعْمَالِ

سونے چاندی کے برتن کو کھانے پینے اور پاکی میں استعمال میں لینا حرام ہے

ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ سونا چاندی بطورِ زیور استعمال کرنا عورتوں کے لیے جائز ہے، مردوں کے لیے جائز نہیں۔ لیکن سونے یا چاندی کا برتن کھانے پینے یا طہارت کے لیے استعمال کرنا، یا سونے چاندی سے بنا ہوا قلم، گھڑی وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟ اسی مسئلہ کو یہاں بتلانا چاہتے ہیں کہ عورت کے لیے بھی سونے چاندی کو زیور کے طور پر استعمال کرنا تو جائز ہے، لیکن زیور کے علاوہ سونے چاندی کے برتن، گھڑی، قلم وغیرہ کو استعمال کرنا اس کے لیے بھی جائز نہیں۔ سونے چاندی کے برتن، گھڑی، قلم وغیرہ چاہے مرد استعمال کرے یا عورت؛ دونوں کے لیے ممنوع اور ناجائز ہے۔

حدیث ۱۷۹۵:-

عن أُمِّ سلمة رَضِيَ اللهُ عنها: أَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: اَلَّذِي يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الفِضَّةِ، إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ. (متفق عَلَيْهِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وفی روایۃ لمسلم: إِنَّ الَّذِی یَأْکُلُ أَوْ یَشْرَبُ فی آنِیَةِ الفِضَّةِ والذَّهَبِ.

ترجمہ:– امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ اُنڈیل رہا ہے۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ: چاندی اور سونے کے برتن میں کوئی آدمی کھائے، یا پانی پئے؛ تو گویا وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کو اُنڈیل رہا ہے۔

افادات:– پہلی روایت میں صرف چاندی کا تذکرہ تھا، دوسری روایت سے معلوم ہوگیا کہ صرف چاندی نہیں بلکہ سونے کا بھی یہی حکم ہے، اور یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لیے عام ہے۔

کافروں کے لیے دنیا میں اور ہمارے لیے آخرت میں

حدیث ۱۷۹۶:–

وعن حُذَیفَةَ – رضی اللہ عنه – قَالَ: إِنَّ النبیَّ – صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم – نهانا عنِ الحَرِیرِ، وَالدِّیبَاجِ، وَالشُّربِ فی آنِیَةِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، وقَالَ: هُنَّ لَهُمْ فی الدُّنْیَا، وَهِیَ لَکُمْ فِی الآخِرَةِ. (متفق عَلَیْهِ)

وفی روایة فی الصحیحین عن حُذَیْفَةَ – رضی اللہ عنه –: سَمِعْتُ رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یقولُ: لاَ تَلْبسُوا الحَرِیرَ وَلاَ الدِّیبَاجَ، وَلاَ تَشْرَبُوا فِی آنِیَةِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، وَلاَ تَأْکُلُوا فی صِحَافِهَا.

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- حضرت حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ریشم اور دیباج (جو ریشم کی ہی ایک قسم ہے) کو پہننے سے اور سونے چاندی کے برتن میں پینے سے منع فرمایا، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: یہ سب چیزیں کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور ہمارے لیے آخرت میں ہے۔

دوسری روایت میں ہے، حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ریشم اور دیباج مت پہنو، اور سونے چاندی کے برتن میں مت پیو، اور اس کی پلیٹ میں مت کھاؤ۔

سر پھوٹ جاتا

افادات:- بخاری اور مسلم وغیرہ میں ایک قصہ منقول ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان (رضی اللہ عنہ) فارس کے علاقہ میں مدائن کے گورنر تھے، ایک مرتبہ انہوں نے ایک دیہات کے رہنے والے فارسی النسل آتش پرست مجوسی سے پانی منگوایا، وہ گاؤں کا چودھری تھا، چاندی کے برتن میں پانی لے کر آیا، حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے اس کو وہ گلاس ایسے زور سے مارا کہ اگر لگتا تو اس کا سر پھوٹ جاتا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ لانے والا مسلمان تو تھا نہیں؛ پھر اس کو کیوں مارا؟ تو حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) نے اس کی وجہ بھی بتلائی کہ پہلے بھی میں اس کو بتلا چکا ہوں کہ مجھے چاندی کے برتن میں پانی لا کر مت دینا، اس کے باوجود یہ نہیں مانتا، اس لیے میں نے اس کے ساتھ یہ معاملہ کیا۔

(صحیح بخاری، حدیث رقم: ۵۶۳۲، بَابُ الشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

برتن بدل دو

حدیث ۱۷۹۷:-

وعن أنس بن سِيرِين قَالَ: كنتُ مَعَ أنس بن مالك -رضى الله عنه- عِنْدَ نَفَرٍ مِنَ المَجُوسِ؛ فَجِيءَ بفَالُوذَجٍ عَلَى إنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ، فَلَمْ يَأْكُلْهُ، فَقِيلَ لَهُ: حَوِّلْهُ، فَحَوَّلَهُ عَلَى إناءٍ مِنْ خَلَنْجٍ وَجِيءَ بِهِ فَأَكَلَهُ. (رواه البيهقي بإسناد حسن)

((الخَلَنْج)): الجفْنَة.

ترجمہ:- حضرت اَنس بن سیرین (رحمۃ اللہ علیہ) (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) (جو صحابی ہیں اور نبیٔ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے خادم تھے) کے ساتھ تھا اور وہ مجوسیوں کی ایک جماعت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، چاندی کے برتن میں فالودہ لایا گیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نہیں کھایا۔ لانے والے کو کسی نے کہا کہ یہ برتن بدل دو، چناں چہ اس نے لکڑی کے برتن میں فالودہ ڈالا، تب حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے اس کو کھایا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ تَحْرِيمِ لَبْسِ الرَّجُلَ ثَوْباً مُزَعْفَراً

زعفران سے رنگا ہوا کپڑا مرد کے لیے پہننا حرام ہے

زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننے کی مردوں کے لیے اجازت نہیں، عورتوں کے لیے اجازت ہے، اور زعفران کو بطورِ رنگ کے کپڑوں پر لگانے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث ۱۷۹۸:-

عن أنس رضی اللہ عنہ قَالَ نَهى النبيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرجُل. (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت انس (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مرد کو زعفران لگانے سے منع فرمایا۔

یہ کافروں کا لباس ہے

حدیث ۱۷۹۹:-

وعن عبد اللهِ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قَالَ: رأى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ: ((أُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهَذَا؟)) قلتُ: أَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ: ((بَلْ أَحْرِقْهُمَا)).

وفی روایة، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا. (رواہ مسلم)

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص(رضی اللہ عنہما)فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے جسم پر دو کپڑے عُصفُر سے رنگے ہوئے دیکھے تو فرمایا: کیا تمہاری ماں نے یہ حکم دیا ہے؟(ایسا اس لیے کہا کہ ان کا ایسے کپڑوں کا پہننا نادانی اور جہالت کی بات تھی، اور جہالت بے پڑھے لکھے آتی ہے، اسی لیے بے پڑھے لکھے آدمی کو ”اُمّی“ کہتے ہیں) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص(رضی اللہ عنہما)نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا اس کو دھوڈالوں؟ حضوراکرم ﷺ نے فرمایا: بلکہ اس کو جلادو۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے: حضوراکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کافروں کا لباس ہے اس کو مت پہنو۔

افادات:۔”**عُصفُر**“ ایک خوشبو ہے جو زعفران سے تیار کی جاتی ہے اور اس میں زعفران کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ النَّهِيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ

دن بھر خاموش رہنے کی ممانعت

پہلی امتوں میں خاموشی کا روزہ بھی ہوا کرتا تھا جس کو ”صومِ سکوت“ کہتے تھے، اور لوگ اس کی باقاعدہ منّت مانتے تھے، اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

حدیث ۱۸۰۰:-

عن عليٍّ رضی اللہ عنه قَالَ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ - ﷺ -: لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ۔(رواه أبو داود بإسناد حسن)

قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِي تَفْسِيرِ هَذَا الْحَدِيثِ: كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصُّمَاتُ. فَنُهُوا فِي الْإِسْلَامِ عَنْ ذَلِكَ وَأُمِرُوا بِالذِّكْرِ وَالْحَدِيثِ بِالْخَيْرِ.

ترجمہ:- حضرت علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ سے یہ دو باتیں برابر یاد رکھی ہیں: (۱) بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں (۲) دن بھر خاموشی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے علامہ خطابی (رحمۃ اللہ علیہ) کا جملہ نقل کیا ہے کہ: زمانۂ جاہلیت میں خاموش رہنے کو بھی عبادت سمجھا جاتا تھا، اسلام نے اس سے منع کیا بلکہ بھلائی کی بات یاد کر کرنے کا حکم دیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

افادات:- ایک لڑکا یا لڑکی جب بالغ ہوگئے، اب اگر اس کے والد کا انتقال ہو جائے تو وہ یتیم نہیں کہلائے گا، ہاں! بچپن میں اگر انتقال ہو گیا ہو تو وہ یتیم ہے لیکن بالغ ہونے کے بعد وہ بھی یتیم نہیں رہا۔

ایک صاحب سال میں ایک دو مرتبہ میرے پاس آتے رہتے ہیں، جب بھی آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں یتیم ہوں، میری مدد کرو۔ جب میں ان کا یہ جملہ سنتا ہوں تو مجھے ہنسی آتی ہے۔

پرانے زمانہ میں لوگ جب اعتکاف میں بیٹھتے تھے تو بولنے کو برا سمجھتے تھے، حالاں کہ مطلب یہ ہے کہ دنیوی باتیں کرنا ممنوع ہے، بھلائی کی باتیں یا ذکر کرنے کی اجازت ہے۔

عبادت سمجھ کر خاموش رہنا جائز نہیں

حدیث ۱۸۰۱:-

وعن قيس بن أَبي حازم، قَالَ: دَخَلَ أَبُو بكر الصِّدِّيق رضى الله عنه عَلَى امْرأَةٍ مِنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا: زَيْنَبُ، فَرَآهَا لاَ تَتَكَلَّمُ. فَقَالَ: مَا لَهَا لا تتكلمُ؟ فقالوا: حَجَّتْ مصمِتةً. فقالَ لها: تَكَلَّمِي، فَإنَّ هَذَا لاَ يَحِلُّ، هَذَا مِنْ عَمَلِ الجَاهِلِيَّةِ، فتَكَلَّمتْ. (رواه البخاري)

ترجمہ:-حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ قبیلۂ اَحْمَس کی ایک عورت کے یہاں تشریف لے گئے جس کا نام زینب تھا، تو دیکھا کہ وہ عورت بالکل بات نہیں کرتی، وہاں موجود لوگوں سے پوچھا: کیا بات ہے، یہ کچھ بولتی کیوں نہیں؟ لوگوں نے بتلایا کہ اس عورت نے پورا حج

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

خاموشی کے ساتھ کیا ہے۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے اس عورت کو سمجھایا کہ باتیں کرو؛عبادت سمجھ کر خاموش رہنا جائز نہیں ہے، یہ تو جاہلیت کا عمل ہے، تب اس عورت نے بولنا شروع کیا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ تَحْرِيْمِ اِنْتِسَابِ الْاِنْسَانِ اِلَى غَيْرِ أَبِيْهِ وَتَوَلِّيْهِ اِلَى غَيْرِ مَوَالِيْهِ

آدمی کا خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا

اور غلام کا اپنے آزاد کرنے والے آقا کے علاوہ

کسی دوسرے کی طرف آزاد کرنے والا ہونے کی نسبت کرنا حرام ہے

حدیث ۱۸۰۲:-

عن سعد بن أَبِي وقاص -رضی اللہ عنہ-: أَنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ، فالجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ)). (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے حالاں کہ اس کو معلوم ہے کہ میں جس کی طرف نسبت کر رہا ہوں وہ میرا باپ نہیں ہے؛ تو ایسے آدمی پر جنت حرام ہے۔

افادات:- زمانۂ جاہلیت میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ اگر کوئی آدمی کسی کو منھ بولا بیٹا بناتا، جیسے: کسی کی اولاد نہیں ہے تو کسی دوسرے کے بچہ کو اپنا بیٹا بنالیا، تو اب جس کو منھ بولا بیٹا بنایا ہے اس کو اپنی ہی طرف منسوب کرتا تھا، یعنی منھ بولے بیٹے کو حقیقی اولاد کی طرح سمجھا جاتا تھا، اور جیسے باپ کے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

مرنے کے بعد حقیقی بیٹا باپ کے مال میں وارث بنتا ہے اسی طرح یہ منھ بولا بیٹا بھی بیٹا بنانے والے کے مال میں باقاعدہ حقیقی بیٹے کی طرح وارث بنتا تھا۔ اور جیسے حقیقی بیٹا اپنی نسبت اپنے باپ کی طرف کرتا ہے اسی طرح منھ بولا بیٹا بھی اپنی نسبت بیٹا بنانے والے کی طرف کرتا تھا۔

اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے آپ کو بڑا بتلانے کے لیے اپنا نسب بجائے اپنے حقیقی باپ کے دوسرے کی طرف جوڑ دیا کرتے تھے، اور دوسرے کے ساتھ اپنا نسب جوڑ کر اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے بڑا ظاہر کرتے تھے۔ یا کبھی اقتصادی اور مالی فائدہ حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا تھا۔ جب تک اسلام میں کوئی حکم نہیں آیا تھا وہاں تک یہی سلسلہ جاری تھا۔ لیکن بعد میں قرآنِ کریم میں اس سلسلہ میں ممانعت کا حکم نازل ہوا تو حضورِ اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کا واقعہ

حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) نبیٔ کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ دراصل یہ پیدائشی غلام نہیں تھے، بلکہ خاندانی اعتبار سے شریف النسب تھے؛ لیکن ان کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ ان کے قبیلے پر دوسرے قبیلے والوں نے چھاپا مارا۔ اس زمانے میں لوٹ مار چلتی ہی رہتی تھی، ایک قبیلہ دوسرے کے اوپر حملہ آور ہو کر ان کے ساتھ زیادتیاں کرتا تھا۔ اس حملے میں دوسرے قبیلے والوں نے ان کے قبیلے کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کرلیا، مال بھی لوٹ لیا، اس میں حضرت زید بھی گرفتار کئے گئے،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اوران کو مکہ مکرمہ لاکر بیچ دیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خریدا، جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہوا تو انہوں نے ان کو نبی کریم ﷺ کو ہبہ کر دیا۔

ادھر ان کے والد ان کی جدائی میں بہت غمگین رہتے تھے، اوران کی جستجو و تلاش میں تھے کہ میرا بیٹا کہاں ہے، لوگوں سے پوچھتے رہتے، ہر آتے جاتے قافلوں سے دریافت کرتے رہتے۔ ایک مرتبہ ان کے قبیلے کے کچھ لوگ مکہ مکرمہ بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے، انہوں نے حضرت زید کو دیکھا تو جاکر ان کے والد کو اطلاع کی کہ تمہارا بیٹا وہاں ہے۔ چناں چہ ان کے والد ان کے چچا کو لے کر مکہ مکرمہ آئے، اور معلوم کیا کہ ہمارا بیٹا کس کی غلامی میں ہے، معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی غلامی میں ہے، تو دونوں بھائی حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران کے والد نے حضور ﷺ کے سامنے سارا معاملہ رکھا کہ ہمارا بیٹا آپ کے یہاں ہے اور میں اپنے بیٹے کو لینے کے لیے آیا ہوں، اور آپ تو بڑے بھلائی کرنے والے ہیں، بڑے گھرانے والے ہیں، آپ ہماری مصیبت میں مدد کیجئے اور ہمارا بیٹا ہمارے حوالہ کیجئے، اگر آپ قیمت چاہتے ہوں تو ہم قیمت بھی دیدیں گے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے! مگر پہلے ان سے تو معلوم کرلیا جائے کہ وہ آپ لوگوں کے ساتھ آنے کے لیے تیار بھی ہے یا نہیں؟ اگر وہ آپ کے ساتھ آنے کے لیے تیار ہے تو میری طرف سے انکار نہیں ہے، لیکن اگر وہ میرے پاس رہنے کے لیے راضی ہو تو تمہارے ساتھ زبردستی نہیں بھیج سکتا۔ ان کے والد یہ سمجھتے تھے کہ وہ تو ساتھ آہی جائے گا۔ چنانچہ حضورِ اکرم ﷺ نے ان کے والد

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اور چچا کو بٹھا کر حضرت زید کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ ان کو پہچانتے ہو؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: کون ہیں؟ کہا: یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ تمہیں لینے کے لیے آئے ہیں، اگر تمہیں ان کے ساتھ جانا ہو تو میری طرف سے تم کو اجازت ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اب تک نبیٔ کریم ﷺ کا محبت اور شفقت والا جو سلوک اور رویہ دیکھا تھا اس کے پیشِ نظر فوراً کہا کہ: میں تو یہیں رہوں گا، میں ان کے ساتھ جانا نہیں چاہتا۔ ان کے باپ ایک دم حیرت میں پڑ گئے اور ناراض بھی ہوئے کہ عجیب آدمی ہو، غلامی کی زندگی کو آزادی کی زندگی پر ترجیح دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ: میں نے ان سے جو سلوک دیکھا ہے اس کے بعد میں آپ لوگوں کے ساتھ آنا پسند نہیں کرتا۔ جب انہوں نے یہ کہا تو نبیٔ کریم ﷺ نے ان کو آزاد بھی کر دیا اور ان کو اپنے ساتھ لے کر حرم میں گئے اور آپ نے اعلان کیا کہ سب لوگ گواہ رہو کہ آج سے میں نے ان کو اپنا بیٹا بنالیا۔ اور اس زمانے میں دستور یہی تھا کہ جب کوئی آدمی کسی کو منھ بولا بیٹا بنالیتا تھا تو اسی کی طرف اس کی نسبت کرتے تھے، جیسے سگے باپ کی طرف کی جاتی ہے، چناں چہ لوگ ان کو زید بن محمد کے نام سے پکارنے لگے۔

بعد میں جب سورۂ احزاب کی آیت نازل ہوئی ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَآءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ﴾ اگر کسی کو منھ بولا بیٹا بنایا ہے تو آج تک بیٹا بنانے والے کی طرف جو نسبت کی جاتی تھی آئندہ یہ ہونا نہیں چاہیے، بلکہ ان کے سگے باپ کی طرف ہی نسبت کیا کرو؛ یہی انصاف کا تقاضہ ہے۔ اور اگر (ان کو ایسی جگہ سے لایا گیا کہ) تم لوگوں کو پتہ ہی نہیں کہ ان کا باپ کون

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہے، تو پھر یہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد ان کو زید بن حارثہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

موجودہ دَور کا غلط دستور

گویا زمانۂ جاہلیت کا یہ دستور اسلام کو قابلِ قبول نہیں ہے۔ ہاں! کوئی آدمی کسی بچہ کی پرورش کے لیے محبت و شفقت کا اظہار کرتے ہوئے یوں کہے کہ میں نے اس کو منھ بولا بیٹا بنایا ہے، اور اس نسبت سے اس کو بیٹا بیٹا کہہ کر پکارتا ہے، لیکن اس کی نسبت اپنی طرف نہیں کرتا تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ لیکن آج کل مسلمان شریعت کے اس حکم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے جن کو منھ بولی بیٹی یا بیٹا بناتے ہیں اس کی باقاعدہ اپنی ہی طرف نسبت کرتے ہیں، اور شادی کے موقعہ پر اپنی بیٹی کی طرح اپنی طرف نسبت کرکے کارڈ کی تقسیم کرتے ہیں، اور اپنی طرف ہی منسوب کرکے نکاح کرتے ہیں؛ یہ شرعی حکم کی کھُلّم کھُلّا خلاف ورزی ہے۔ اور اگر کوئی آدمی اس حکم کا انکار کرتا ہے تو اس کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔ اور اگر انکار نہیں کرتا لیکن قرآن کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے؛ تب بھی بڑا گنہگار رہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اس نے کفر کیا

حدیث ۱۸۰۳:-

وعن أبي هريرة رضى الله عنه عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ، فَهُوَ كُفْرٌ)). (متفق عَلَيْهِ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: اپنی نسبت کو اپنے باپ سے مت توڑو، اور جو آدمی اپنی نسبت اپنے باپ سے کاٹے گا (یعنی اپنی نسبت بجائے باپ کے دوسرے کی طرف کرے گا) تو اس نے کفر کیا۔

اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت

حدیث ۱۸۰۴:-

وعن يزيد بن شريك بن طارق، قَالَ: رَأيتُ عَلِيّاً رضى الله عنه عَلَى المِنْبَرِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهُ يقُولُ: لاَ واللهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ نَقْرؤُهُ إِلاَّ كِتَابَ اللهِ، وَمَا في هذِهِ الصَّحِيفَةِ. فَنَشَرَهَا فَإِذَا فِيهَا أَسْنَانُ الإِبِلِ، وَأَشْيَاءُ مِنَ الجِرَاحَاتِ، وَفِيهَا: قَالَ رسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((المَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ، فَمَنْ أحْدَثَ فِيهَا حَدَثاً، أَوْ آوَى مُحْدِثاً، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَومَ القِيَامَةِ صَرْفاً وَلاَ عَدْلاً. ذِمَّةُ المُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِماً، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يَقْبَلُ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفاً وَلاَ عَدْلاً. وَمَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوِ انْتَمَى إِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفاً وَلاَ عَدْلاً)). (متفق عَلَيْهِ)

((ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ)) أَيْ: عَهْدُهُمْ وأَمَانَتُهُمْ. ((وأَخْفَرَهُ)): نَقَضَ عَهْدَهُ.

((وَالصَّرْفُ)): التَّوْبَةُ، وَقِيلَ الْحِيلَةُ. ((وَالعَدْلُ)): الْفِدَاءُ.

ترجمہ:- حضرت یزید بن شریک بن طارق (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کتاب اللہ کے علاوہ کوئی اور کتاب نہیں ہے جس کو ہم پڑھتے ہوں، اور یہ پرچہ ہے جس میں کچھ احکام ہیں جو حضورِ اکرم ﷺ نے ہمیں بتلائے ہیں، چنانچہ وہ پرچہ کھولا تو اس میں اونٹوں کی عمریں لکھی ہوئی تھیں، اور اس میں یہ بھی تھا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ منورہ کا عیر اور ثور کا درمیانی حصہ حرم ہے۔ اور جو آدمی کوئی بدعت ایجاد کرے گا، یا کسی بدعت ایجاد کرنے والے کو پناہ دے گا، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ اس کی طرف سے نفل قبول کریں گے، نہ فرض (عام طور پر "صَرْفاً وَلاَ عَدْلاً" کا یہی ترجمہ کیا جاتا ہے؛ لیکن علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس روایت کے بعد الفاظ کا جو لغوی ترجمہ کیا ہے، وہاں "صَرْفاً" کا ترجمہ توبہ اور حیلہ کیا ہے، اور "عَدْلاً" کا ترجمہ فدیہ کیا ہے، یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے، نہ اس کی طرف سے فدیہ قبول فرمائیں گے، بلکہ اس کو عذاب ہی دیا جائے گا۔) اگر کسی مسلمان کی طرف سے کسی کو امان دی گئی، تو وہ سب کی طرف سے سمجھی جائے گی۔ کم سے کم درجے کا مسلمان بھی امان دے سکتا ہے، پھر ہر شخص کو اس کے امان کا لحاظ کرنا پڑے گا۔ اور اگر کوئی آدمی مسلمان کی طرف سے دئے گئے عہد و امان کو توڑے گا تو اس پر

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے اور نہ اس کی طرف سے فدیہ قبول کیا جائے گا۔ اور جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کیا (یعنی اپنا نسب اپنے باپ کے بجائے دوسرے کے ساتھ جوڑا، مثلاً: زید یوسف کا بیٹا ہے اور وہ اپنے آپ کو بتلاتا ہے کہ میں محمد کا بیٹا ہوں؛ تو یہ درست نہیں) یا کسی غلام کو آقا نے آزاد کیا اور وہ اپنے آزادی کی نسبت آزاد کرنے والے کے علاوہ کی طرف کرتا ہے؛ تو ایسے آدمی پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو اس کی توبہ قبول فرمائیں گے نہ اس کی طرف سے فدیہ قبول کیا جائے گا۔

افادات:–اس روایت میں مختلف باتیں بیان فرمائی گئی ہیں:

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس مخصوص علم تھا؟

(۱) بعض لوگوں نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے علم کے قبیل سے کچھ چیزیں ان کو خصوصیت کے ساتھ عنایت فرمائی ہیں، گویا ان کے پاس وہ چیزیں ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں، اس سلسلہ میں کسی نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے پوچھ لیا کہ آپ کے پاس قرآن کے علاوہ کچھ اور بھی ہے جو حضورِ اکرم ﷺ نے آپ کو مخصوص طور پر دیا ہو؟ تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے جواب میں فرمایا: نہیں! قرآنِ کریم کے علاوہ کوئی اور کتاب ہمارے پاس نہیں ہے، اور یہ پرچہ ہے جس میں کچھ احکام لکھے ہوئے ہیں جو حضورِ اکرم ﷺ نے ہمیں بتلائے

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ہیں۔ اور جب وہ پرچہ کھولا تو اس میں اونٹوں کی عمریں لکھی ہوئی تھیں، یعنی دیت میں جو اونٹ ادا کیے جاتے ہیں وہ اونٹ کس عمر کا ہونا چاہیے۔ اسی طرح اونٹوں میں جو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کی تفصیل لکھی ہوئی تھی، اور آپس میں لڑائی کے موقعہ پر ایک دوسرے کو جو زخم لگایا جاتا ہے (جیسے: کسی کی آنکھ پھوڑدی، کسی کا ہاتھ کاٹ دیا، کسی کا دانت توڑدیا) تو ان کے قصاص یا دیت کے طور پر کیا واجب ہوتا ہے؛ یہ سب احکام اس پرچہ میں لکھے ہوئے تھے۔

کیا حرم مدینہ کا حکم حرم مکہ جیسا ہی ہے؟

(۲) نبیٔ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مدینہ منورہ کا عیر اور ثور کا درمیانی حصہ حرم ہے۔“ عیر اور ثور: یہ دونوں مدینہ منورہ میں پہاڑ ہیں اور نبیٔ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا۔ اب یہاں ایک مسئلہ پیش آیا کہ حرمِ مکّی (یعنی مکہ مکرمہ کے آس پاس کا مخصوص علاقہ ہے جس کی حد بندی کردی گئی ہے اور جو حرم کہلاتا ہے، اس) کے متعلق تو کچھ مخصوص احکام ہیں کہ وہاں کی تازہ سرسبز گھاس نہ کاٹی جائے، وہاں کے درختوں کو نہ اُکھاڑا جائے، وہاں کسی جانور کا شکار نہ کیا جائے۔ اس پر تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کوئی آدمی اگر ایسا کوئی کام کرلے گا تو اس پر جزا واجب ہوگی یعنی اس کے برابر قیمت کا صدقہ ادا کرنا پڑے گا جس کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں موجود ہے؛ لیکن کیا مدینہ منورہ کے متعلق بھی یہی حکم ہے؛ یا کچھ فرق ہے؟

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

تو علماء نے لکھا ہے کہ ویسے تو مدینہ منورہ کا بھی اپنا ایک احترام و عظمت ہے، لیکن حرمِ مکّی کے متعلق جو حکم دیا گیا ہے کہ وہاں شکار کرنا جائز نہیں، گھاس اُکھاڑنا جائز نہیں، درخت کاٹنا جائز نہیں؛ یہ حکم حرمِ مدنی کے لیے نہیں ہے، ہاں! اس کی عظمت اور ادب واحترام کا پورا لحاظ ہونا چاہئے۔ البتہ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ حرمِ مدنی کا بھی وہی حکم ہے جو حرمِ مکّی کا ہے، اور وہ حضرات اسی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ عیر سے لے کر ثور تک حرم ہے۔

جسے کسی کی طرف سے بھی امان دیا گیا

(۳) اگر کسی مسلمان کی طرف سے کسی کو امان دی گئی تو وہ سب کی طرف سے سمجھی جائے گی۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی بڑا آدمی کسی کو امان دے تو معتبر ہے اور کوئی چھوٹے درجہ کا آدمی کسی کو امان دے تو وہ معتبر نہیں۔ بلکہ کسی بھی مسلمان نے کسی کو امان دیدی تو اُس امان کا لحاظ کرنا اور اس کی حرمت کو ملحوظ رکھنا سب مسلمانوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی مسلمان کے دیئے گئے عہد اور امان کو توڑے گا تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے اور نہ اس کی طرف سے فدیہ قبول کیا جائے گا۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

یہ سراسر خیانت ہے

(۴) ایک آدمی کسی کا غلام تھا اور اس کو کسی آقا نے آزاد کیا، چاہے پیسے لے کر ہی آزاد کیا ہو، تو جس آقا نے اس کو آزاد کیا ہے شریعت کی طرف سے اس کو کچھ مخصوص حقوق حاصل ہوتے ہیں، اور آزاد کرنے والا اس کا "مولائے عتاقہ" کہلاتا ہے۔ بعض صورتوں میں اسی کو غلام کی وراثت بھی ملتی ہے، یعنی اس غلام کا کوئی نسبی وارث نہ ہو (جیسے: اس کی کوئی اولاد نہ ہو) تو اس آقا ہی کو اس کے مال میں وراثت ملے گی۔ اب اگر یہ غلام اپنے آپ کو آزاد کرنے والے آقا کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرتا ہے تو گویا شریعت نے آزاد کرنے والے آقا کو جو حقوق اور اختیارات دیئے تھے وہ کسی دوسرے کو دینا چاہتا ہے جو سراسر خیانت ہے، اسی لیے اس پر ایسی سخت وعید ارشاد فرمائی گئی کہ ایسے غلام پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو اس کی کوئی توبہ قبول فرمائیں گے، نہ اس کی طرف سے فدیہ قبول کیا جائے گا۔

سخت وعید

حدیث ۱۸۰۵:-

وعن أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللہ ﷺ یقول: ((لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ، وَمَنِ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا، وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ،

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

وَمَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ، أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ، وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ)). (متفق عَلَيْهِ، وهذا لفظ رواية مسلم)

ترجمہ:— حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: جس آدمی نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کیا حالاں کہ وہ جانتا ہے (کہ میرا باپ یہ نہیں ہے) تو وہ کافر ہو گیا۔ اسی طرح کسی آدمی نے کسی ایسی چیز (مثلاً: کسی مکان زمین وغیرہ) کا دعویٰ کیا جس کا وہ مالک نہیں ہے ایسا آدمی ہم میں سے نہیں۔ ایسے آدمی کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔ اسی طرح کسی آدمی نے کسی کو کفر کی طرف منسوب کیا (یعنی مسلمان کو کافر کہہ دیا) یا اس کو یوں کہہ دیا کہ اے اللہ کے دشمن، حالاں کہ وہ ایسا نہیں ہے؛ تو وہ بات کہنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ التَّحْذِيرِ مِنْ اِرْتِكَابِ مَا نَهَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ رَسُوْلُهُ ﷺ عَنْهُ

اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ نے جن کاموں سے منع کیا ہے ان کا ارتکاب کرنے سے ڈرانے کا بیان

ارشاداتِ ربانی

باری تعالیٰ کے چند ارشادات پیش کئے ہیں۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾

ترجمہ:- جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کو کوئی آزمائش پہنچے، یا وہ دردناک عذاب میں ڈالے جائیں۔

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ﴾

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے (یعنی تم اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے گا)۔

﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

ترجمہ:- بے شک تیرے پروردگار کی گرفت اور پکڑ بڑی سخت ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ أَخۡذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلۡقُرَىٰ وَهِيَ ظَٰلِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخۡذَهُۥٓ أَلِيمٞ شَدِيدٌ﴾

ترجمہ:- تیرے پروردگار کی گرفت اور پکڑ کا یہ حال ہے کہ جب وہ کسی بستی کو پکڑتا ہے جب کہ وہ اس کے حکم کو توڑنے والے ہوتے ہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت اور خطرناک ہے۔

اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے

حدیث ۱۸۰۶:-

وعن أبي هريرة -رضى الله عنه-: أنَّ النبيَّ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم - قالَ: ((إنَّ اللهَ تَعَالَى يَغارُ، وَغَيْرَةُ اللهِ، أنْ يَأْتِيَ المَرْءُ مَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ(متفق عليه.)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے، اور اللہ کی غیرت کی بات یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا (یعنی جس کام سے منع کیا اُس کام کو کرے گا تو اللہ تعالیٰ پکڑیں گے)۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

بَابُ مَا يَقُولُهُ وَيَفْعَلُهُ مَنِ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا عَنْه

کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے منع کئے ہوئے کسی کام کا ارتکاب کرے؛ تو اس کی تلافی کیا ہے؟

قرآنی آیات

﴿وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ﴾

ترجمہ:- اگر شیطان تمہیں پھیر دے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہو۔

افادات:- مطلب یہ ہے کہ شیطان کی طرف سے اگر وسوسہ ڈالا جائے اور وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے پھیرنا چاہے تو ایسے موقعہ پر تم اللہ کی پناہ حاصل کرو، اور اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت پر جمائے رکھو۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُونَ﴾

ترجمہ:- بے شک جو لوگ ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پہنچتا ہے، اور اللہ کی نافرمانی پر اُبھارنے والا اُبھارتا ہے تو وہ چوکنّا ہو جاتے ہیں، وہ اللہ کو یاد کرلیتے ہیں اور اللہ کی ذات کا استحضار کرلیتے ہیں، ان کی آنکھیں کھُل جاتی ہیں اور وہ اللہ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچالیتے ہیں۔

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

الذُّنُوبَ إِلاَّ اللهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ. أُولَئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ﴾

ترجمہ:– وہ لوگ جب کوئی گناہ کا کام کرتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں (یعنی اس کے عذاب کو یاد کرتے ہیں) اور اپنے گناہوں سے معافی چاہتے ہیں، اور سوائے اللہ کے گناہوں کو کون معاف کرے گا۔ اور جو کام انہوں نے غلط کئے اس پر اَڑے اور جمے نہیں رہتے یہ جانتے ہوئے کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ غلط ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت یعنی گناہوں سے معافی ہے اور ایسے باغات و جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور نیک عمل کرنے والوں کا بڑا ہی اچھا بدلہ اور اجر ہے۔

﴿وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ:– اے ایمان والو! اللہ کی طرف رجوع کرو، توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

افادات:– ان ساری آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے، یا کوئی غلط بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اس غلطی کا احساس کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اور اپنے گناہ سے توبہ کرنی چاہیے۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

گناہ کی تلافی

حدیث ۱۸۰۷ :-

وعن أبي هريرة - رضى الله عنه - عن النبيِّ - ﷺ - قال: ((مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِى حَلِفِهِ: بِاللاَّتِ وَالعُزَّى فَلْيَقُلْ: لاَ إلَهَ إلاَّ اللهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ: تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ)). (متفق عليه)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی نے قسم کھائی اور اس میں یوں کہا کہ لات و عزیٰ کی قسم، تو اس کو چاہیے کہ لا الٰہ الّا اللہ کہے۔ اور کسی آدمی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ: آؤ! جوا کھیلیں، تو اس کی تلافی یہ ہے کہ صدقہ کرے

افادات:- چوں کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایسی قسمیں کھانے کے عادی تھے، اسلام لانے کے بعد پرانی عادت کی وجہ سے کبھی بھول سے زبان سے ایسا جملہ نکل جاتا تھا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر نادانستہ ایسا جملہ زبان سے نکل جائے تو اس کی وجہ سے آدمی کافر تو نہیں ہوگا؛ لیکن اس کی تلافی میں لا الٰہ الّا اللہ کہہ دے۔ اور اگر جان بوجھ کر ایسی قسم کھائی ہے تو آدمی کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح کسی آدمی نے اپنے ساتھی سے بھولے سے کہہ دیا کہ آؤ! جوا کھیلیں، حالاں کہ جب اسلام نے جُوے کو حرام قرار دیا تو اس نے چھوڑ دیا تھا؛ لیکن بے خبری میں ایسا کہہ دیا؛ تو نبی کریم ﷺ

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com

نے اس کی تلافی یہ بتلائی کہ صدقہ کردے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جس رقم کے جیب میں ہونے کی وجہ سے یہ جذبہ پیدا ہوا تھا، اُسی رقم کو صدقہ کردے گا؛ تب ہی تلافی ہوگی۔

کہنے کا حاصل یہ ہے کہ کوئی غلط بات زبان سے نکل جائے تو فوراً توبہ اور استغفار کے ساتھ اس کی تلافی کرلینی چاہیے، اور ساتھ ہی ساتھ کوئی ایسا نیک کام بھی کرلینا چاہیے، تب ہی اس کے نامۂ اعمال میں بجائے گناہ کے نیکی لکھی جائے گی۔

Copyright © http://www.muftiahmedkhanpuri.com